میلادُ النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتب

اعجاز رشید محمود

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتّب

راجا رشید محمود

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

مکتبہ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور (پاکستان)

یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

(حضرت حسان بن ثابت انصاری ؓ)

(آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ جیسا چاہا ویسا ہی آپ کو تخلیق کیا گیا۔)

کتاب : میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

موضوع : حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ولادت کے متعلق مضامین نظم و نثر

مرتب : راجا رشید محمود۔ ایم اے۔ فاضل درس نظامی

کتابت : جمیل احمد قریشی تنویر رقم۔ غلام رسول منظر رقم

حافظ خلیل احمد نوری

پروف ریڈنگ : تسنیم الدین احمد

طابع : حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور

صفحات : ۳۲۰

بار اول : ۱۹۸۸ء

قیمت : ۴۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لفظوں کے پیچھے محسوسات کی جو دنیا آباد ہے اُس سے
پوچھ لو کہ اس پر حکومت کس کی ہے

من کی شگفتگی اور روح کی مسرت اور سے استفسار کرو کہ وہاں
کس جذبے کی کارفرمائی ہے

دھڑکتے دلوں اور بہتے آنسوؤں کی کہانی لکھو کہ وہ کس کے لیے
دھڑکتے اور کس لیے بہتے ہیں

رگِ جاں جب کھلیں گی کہ اُن کی شاخوں پر کن جذبوں کا بسیرا
ہے اور دل بتائے گا کہ کون سا دیار اُس کا مسکن ہے

انفاس کی عطر بیزی اور نگاہوں کی مسکراہٹ کا سبب جھانک
کر دیکھنے سے خود واضح ہو جائے گا

الجھے ہوئے دماغ، پتھرائی ہوئی آنکھیں، نڈھال قویٰ، بے حس ضمیر، خوابیدہ
دل اور مُردہ روحیں ہر حقیقت سے صرفِ نظر کرتی ہیں اگر ہیں ـــ
لیکن جب کہ من کی بیٹھی کی آبیاری محبت کے حیات بخش پانی سے ہوئی ہو،
انھیں ذرا جھنجوڑیں اور دیکھیں ـــ جوشِ ارادت سے اٹھ چل کریں گے
کہ دھرتی کو ڈھانپ لیں گے۔

اخلاقِ نفس کی عظیم فوجیں جذبات کی پاکیزگی سے شکست کھا جائیں گی

من کی دنیا کو اجالنے والے کے اِس دنیا میں تشریف لانے کا ذکر ہوگا، تو
من تو جھومے گا

روح کی معراج تو اسی میں ہے کہ درِ آقا پر ٹھکانا کر لے

مجھے جس ہستی کے دم قدم سے ہستی کی دولت ملی، میں تو اپنی ہستی کو اُن
کے قدموں میں نچھاور کرنے کی آرزوؤں پر زندہ ہوں

اُن کے اِس دنیا میں قدم رنجہ فرمانے کا جشن، میری برادری کے سب
لوگوں کو مبارک ہو!

فہرست (حصۂ اوّل)

یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ	سید محمد سلطان شاہ	۹
میلادِ پاک سرکار ﷺ	ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی (مترجم محمد طفیل ضیغم)	۳۹
ظہورِ قدسی (تعلیقہ نثر پارے)	محمد اقبال جاوید	۵۳
مزید نثر پارے	ایڈیٹر	۶۷
ہلالِ ربیع الاوّل کا پیغام	محمد خالد	۸۱
پیغامِ میلاد	قاضی عبدالنبی کوکب	۸۵
میلاد النبی ﷺ کا پیغام	نعیم صدیقی	۹۱
مستانہ بزمِ مولود	خواجہ حسن نظامی	۹۷
یاد آیا میکہ		۱۰۳

نعتیں

عزیز حاصل پوری، ۳۰ — میر اُفق کاظمی، ۳۳ — علامہ ضیاء القادری، ۳۵
جوشؔ ملیح آبادی، ۵۰ — منظر عارفی آبادی، ۵۱ — کالی داس گپتا رضا، ۷۹
آذر جالندھری، ۸۳ — اختر الحامدی، ۹۰ — جوہر چاندپوری، ۹۵
ریاض حسین چودھری، ۹۶ — انور جمال، ۱۰۰ — صبا متھراوی، ۱۰۱
راجا رشید محمود، ۱۰۲ — اصغر نثار رشتی، ۱۰۷ — ظہیر فتحپوری، ۱۰۸
یزدانی جالندھری، ۱۰۹ — حسن رضا بریلوی، ۱۱۰ — جعفر طاہر، ۱۱۱
ظفر علی خاں، ۱۱۲

فہرست (حصۂ دوم)

عربی مولود نامے	صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری	۱۵
محافل میلاد	راجا رشید محمود	۳۹
قبۂ مولد النبی ؐ	علامہ ضیاء القادری	۷۵
ظہور قدسی	———	۸۵
دنیا کے نجات دہندہ کا یوم میلاد	مرزا سلطان احمد	۱۰۳

نعتیں

مرزا فرحت اللہ بیگ ۲، — حامد حسن قادری ، ۴ — حافظ مظہر الدین ۵، ۱۰۶
ضیاء القادری ، ۷ — ادیب سیمابی ، ۸ — ارمان اکبر آبادی ، ۹
شہاب امروہوی ، ۱۰ — محمد حسین آسی ، ۱۱ — ممتاز گنگوہی ، ۳۲
امیر مینائی ، ۳۳ — فاضل کرنال ، ۳۴ — حافظ لدھیانوی ، ۳۶
غلام امام شہید ، ۶۵ — بیان یزدانی ، ۶۸ — بیدل ، ۶۹
اسیر بدایونی ، ۷۱ — نازش حیدری ، ۷۳ — نسیم امروہوی ، ۷۴
نوبہت رائے نظر ، ۷۸ — اقبال سہیل ، ۷۹ — منظور الحق مخدوم ، ۸۰
حفیظ تائب ، ۸۱ — حنیف نازش ، ۸۲ — فیضی جالندھری ، ۸۳
خالد بزمی ، ۸۴ — بدر ساگری ، ۱۰۲ — شاد عظیم آبادی ، ۱۰۷
حکیم احمد شجاع ساحر ، ۱۰۹ — رضوان بریلوی ، ۱۱۰ — رعنا اکبر آبادی ، ۱۱۱

فہرست (حصہ سوم)

حیات طیبہ میں ربیع الاول کی اہمیت	شہناز کوثر	۱۱
ولادت کے وقت سرکار کے معجزات	سید محمد سلطان شاہ	۷۳
میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فلسفہ	خلیل احمد نوری	۹۵
عید جاوید	بشیر الدین احمد نقوی	۱۰۷

نعتیں

احسان دانش ، ۳۱ — وحید الدین مفتون ، ۹
ضیاء القادری ، ۷ — محسن کاکوروی ، ۸ — اختر الحامدی ، ۹
ناصر زیدی ، ۱۰ — منور ہاشمی ، ۶۵ — جمیل قادری ، ۶۶
حفیظ جالندھری ، ۶۷ — حافظ پیلی بھیتی ، ۷۰ — انور فیروز پوری ، ۷۱
کیف ٹونکی ، ۷۲ — حشمت یوسفی ، ۸۵ — غریب سہارنپوری ، ۸۶
ہلال جعفری ، ۸۷ — بیدل فاروقی ، ۸۸ — منظور حسین منظور ، ۸۹
شریف شیوہ ، ۹۰ — جگن ناتھ آزاد ، ۹۱ — جمیل نقوی ، ۹۴
سلیم گیلانی ، ۱۰۳ — منور بدایونی ، ۱۰۴ — وحیدہ نسیم ، ۱۰۵
اوج گیاوی ، ۱۰۶ — علامہ ضیاء القادری بدایونی ، ۹۴

جشنِ میلاد

ربیع الاوّل کی لیلۃ القدر کے مہ سرفراز آئے
نصیب دنیا کے حسن چمکا حسین بدر و حجاز آئے

امین رازِ و نیاز آئے مکینِ افلاک ناز آئے
بہ شانِ محبوبیت وہ محبوبِ خالقِ بے نیاز آئے

جمالِ قدرت ہے جن کے چہرے سے بزمِ ہستی میں آشکارا
وہ زیبِ کونین، شاہکارِ جمیل آئینہ ساز آئے

فضائے عالم پہ کیف طاری ہے اہلِ دل غرقِ جذب و مستی
زمانہ مسرور ہو رہا ہے قسیمِ سوز و گداز آئے

نگاہ ان کی حقائق آگاہ، دل معارف کا آئینہ ہے
نبیٔ حکمت شناس آئے رسولِ دانائے راز آئے

نبیٔ اُمّی، رسولِ ختمی مآب پیارے لقب ہیں جن کے
وہ صدرِ بزمِ پیمبراں، سرفرازِ ہر سرفراز آئے

حبیبِ یزداں، طبیبِ دوراں، دوائے عصیاں، شفائے ایماں
مجی ہے اک دھوم عاصیوں میں وہ شافیٔ چارہ ساز آئے

صفات کو چھوڑ کر جہاں ذاتیات کی رو میں بہہ رہا تھا
رسولِ مختارِ کل رسولاں مٹانے سب امتیاز آئے

عزیزؔ ہر عیب سے مبرا ہے ذاتِ الاصفات ان کی
خدا ہے خود جن کا مدح خواں وہ محمدِ پاکباز آئے

——— عزیزؔ حاصلپوری

یومِ ورودِ رسولِ خدا ﷺ

تحریر: سیّد محمد سلطان شاہ الحسنی

ظہورِ قدسی

عالم انسانیت کے فلک پر کفر و ظلمت کے بادل چھا چکے تھے۔ جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ مے خواری عام تھی، اہلِ عرب قمار بازی کے خوگر بن چکے تھے۔ فحاشی و عریانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے جنگ آزما تھا۔ بات بات پر تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتیں۔ ایک بار جنگ کی آگ سلگ پڑتی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ غیرتِ انسانی مردہ ہو چکی تھی۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ دختر کشی کی بہیمانہ رسم جاری تھی۔ اشرف المخلوقات نے متاعِ ہوش یوں لٹا دی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے سنگ و گل کے بتوں کو اپنا معبود تسلیم کر چکا تھا۔ مسجودِ ملائکہ ساجدِ اصنام بن چکا تھا۔ بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ ہر گھر بت خانہ تھا، یہاں تک کہ خانۂ کعبہ جو سرچشمۂ توحید اور منبعِ ہدایت تھا، اب شرک کا محور بن چکا تھا ——— آخر عرب کے اُجڑے چمن میں بہار آئی۔ براہیمی گلستان میں شجرِ قریش کی شاخِ ہاشمی پر ایک ایسا پھول کھلا جس کی خوشبو سے دنیا کا ہر گوشہ معطر ہو گیا۔ مکہ میں ایسا آفتابِ رسالت طلوع ہوا جس کے نور سے سارا عالم جگمگا اٹھا، وہ نجمِ ہدایت درخشاں ہوا جسے دیکھ کر دشتِ ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو راہِ منزل کا سراغ مل گیا اور وہ ماہِ نبوت ضوفشاں ہوا جس کی چاندنی نے بنی نوعِ انسان کی آنکھوں سے دلوں تک کو ٹھنڈک اور راحت بخشی۔ حضرت عبداللہ کے گھر سیدہ آمنہ کے بطنِ اطہر سے ۱۲ ربیع الاول کو اس ہستی کی

ولادت باسعادت ہوئی۔ جو خلاصۂ موجودات اور دیباچۂ کائنات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہجر کیا ہوا؟ خشک اور بے آب وگیاہ زمین سرسبز وشاداب ہوگئی۔ دھرتی اپنے مقدر پر ناز کرنے لگی کہ مجھ پر صاحبِ عرش تشریف لائے۔ آسمان نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین کی طرف دیکھا اور اس کے نصیب پر رشک کرنے لگا کہ محبوبِ خالق ومالک نے وہاں نزولِ اجلال فرمایا۔ سوکھے درختوں کی پژمردہ شاخیں ہری ہوگئیں اور ساکنانِ بطحا جو اس سے پہلے خشک سالی کی وجہ سے بدحال تھے، اس سال کی برکت سے خوشحال ہوگئے۔ سرکارؐ کی آمد سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ رنگ ونسل کے بُت منہ کے بل گر کر پاش پاش ہوگئے۔ شہنشاہِ فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا اور بحیرۂ طبریہ خشک ہوگیا۔ ہر عالم کی ہر مخلوق درود وسلام کے ترانے گانے لگی۔ اُمتّ کے نعرے اور رحمت کے ترانے بلند ہوئے۔ قدسیانِ عرش کی زبان پر نعرۂ تقدیس جاری ہوگیا کہ آج والیٔ کون ومکاں تشریف لائے ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

جس یومِ سعید کو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء اس دنیا میں تشریف لائے، اس مبارک دن کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف دن کا ہی نہیں بلکہ مہینے اور سال کا بھی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی اختلاف کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس بات پر تمام مؤرخین متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی اور اس کا ثبوت احادیثِ مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہ سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت فیہ وانزلت علی فیہ النبوۃ ؎

حضورِ پاکؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ تمہارے نبی دوشنبہ کو پیدا ہوئے، دوشنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی، اسی دن ہجرت کی اور دوشنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ؎

روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ اور وحی کا نزول بھی سوموار کے دن شروع ہوا اور حجرِ اسود کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موجودہ جگہ پر پتھر کے اسی دن رکھا۔ مکہ معظمہ سے ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی۔ مدینہ منورہ میں بھی پیر کے دن داخل ہوئے اور آنحضرتؐ کا وصال بھی پیر کے دن ہوا۔

مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ابولہب کے عذاب میں اُس دن تخفیف کردی جاتی ہے جس نے اُس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس واقعہ کو عظیم محدث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام سہیلیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان العباس قال لما مات ابولہب رأیتہ فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم الاثنین ؎

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ابولہب مرگیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھا اور کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد خواب نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار رہوں لیکن پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابالہب بمولدہ فاعتقہا ؎

یعنی عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا لہٰذا جب پیر کا دن

آتا تو اللہ تعالیٰ اس اظہار خوشی کے صلے میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور اس پر تمام مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

وهذا ما لا اختلاف فيه انه ولد صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين یعنی اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ولادت کا سال

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالِ ولادت میں اختلاف کی صورت یہ ہے محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چند سال (تئیس سے تیس) بعد وقوع میں آئی"[8]۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ تاریخ کی کسی مستند کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابن اسحاق[9]، ابن ہشام[10]، عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی[11]، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی[12]، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی[13]، مولانا شبلی نعمانی[14]، قاضی سلیمان منصور پوری[15]، علامہ حافظ ابن قیم[16]، مسعودی[17]، سید محمد الحسنی[18]، مولانا اشرف علی تھانوی[19] اور قاضی نواب علی صاحب نے عام الفیل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے سورۂ فیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے[20]۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ولدت عام الفيل[21] کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ عبدالرحمٰن جشتی متوفی ۹۴۲ھ نے لکھا ہے "اہل سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ ولادت پاک سال فیل میں ہوئی"[22]۔

چونکہ حدیث پاک کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی، اس لیے یہی صحیح ہے۔ جلیل القدر محدث، مفسر اور مؤرخ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے "وكان مولده عليه الصلوٰة والسلام عام الفيل وهذا هو المشهور عن الجمهور وقال ابراهيم بن منذر الحزامي وهو الذي لا يشك فيه احد من علمائنا انه عليه الصلوٰة والسلام ولد عام الفيل"[23]۔ جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ماہِ ولادت

سال کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک محرم، صفر، رجب یا رمضان میں ولادت ہوئی[24]۔ لیکن ان کی یہ بات بھی قطعاً خلافِ واقعہ ہے۔ قدیم اور جدید مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاول میں ہوئی۔ ابن اسحاق[25]، ابن ہشام[26]، شارح بخاری امام قسطلانی[27]، شیخ قطب الدین الحنفی[28]، عماد الدین محمد بن جار اللہ[29]، الحافظ ابو زرعہ العراقی[30]، شیخ عبدالحق محدث دہلوی[31]، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی[32]، محمد صدیق حسن بھوپالی[33]، شیخ محمد رضا مصری[34]، سید سلیمان ندوی[35]، مولانا شبلی نعمانی[36]، قاضی سلیمان منصور پوری[37] اور سید ابوالاعلیٰ مودودی[38] سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے جس میں آپ کی اس جہانِ رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینہ ربیع الاول قرار دیا گیا ہے[39]۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "ثم الجمهور على ان ذالك كان في شهر ربيع الاول"[40]۔ یعنی جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

تاریخِ ولادت

سرتاجِ انبیاء حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ ربیع الاول کی کس تاریخ کو اس دنیا میں جلوہ نما ہوئے، اس میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے تاریخ ولادت نہیں لکھی بلکہ واقعہ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر[41]، امام سہیلی اور مسعودی[42] کے مطابق واقعہ فیل کے

۵۰ دن بعد، منہاج الدین عثمان[۸۳] کے مطابق دو مہینے بعد، عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی[۸۴] کے مطابق ۵۰ راتیں بعد، دمیاطی[۸۵] کے مطابق واقعہ فیل کے پچپن دن بعد ولادت ہوئی۔ تمام معتبر روایات کی رُو سے ابرہہ کا لشکر محرم میں آیا تھا[۸۶]۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مطابق محرم کی سترہ تاریخ تھی[۸۷]۔ لیکن بعض روایات کے مطابق اصحابِ فیل کا واقعہ نصف محرم میں پیش آیا تھا[۸۸]۔ قبلہ پیر صاحب کی تحقیق سے اگر اتفاق کر لیا جائے تو سترہ محرم سے ۱۲ ربیع الاول تک ۵۵ دن بنتے ہیں۔ اس لیے یہی درست ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے ۲ ربیع الاول سے لے کر ۱۸ ربیع الاول تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ صحیح تاریخ ۸ ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاول کے درمیان بتائی ہے[۸۹]۔ اگر مؤرخین اور محدثین کے تمام اقوال جمع کیے جائیں تو ۸، ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کی بات سامنے آتی ہے۔ علامہ حافظ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کی تاریخ تھی[۹۲]۔ علامہ راشد الخیری نے بھی آٹھویں ربیع الاول کو یومِ میلاد قرار دیا ہے[۹۳]۔ ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت دس ربیع الاول کو ہوئی[۹۴]۔ مگر کسی مؤرخ یا محدث نے اس روایت سے اتفاق نہیں کیا۔ بیشتر مؤرخین نے ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت بتایا ہے۔ قدیم مؤرخین سے ابن حزمؒ اور حمیدیؒ کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے[۹۵]۔ مولانا عبد الرحمٰن شافعی نے بھی ۹ ربیع الاول لکھی ہے[۹۶]۔ محمد طلعت عرب نے "تاریخ دول العرب والاسلام" میں ۹ تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے[۹۷]۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے "تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اُنہوں نے دلائلِ ریاضی سے ثابت کیا ہے۔ کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔"[۹۸]

علامہ شبلی کے بعض ہمعصر اور متاخرین بلا سوچے سمجھے محمود پاشا فلکی پر ایمان لے آئے ہیں اور تحقیق کے بجائے اندھی تقلید کی روش اختیار کر لی۔ مثلاً قاضی محمد سلیمان

منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین"[۹۹] میں، ابو الکلام آزاد نے "رسولِ رحمت"[۱۰۰] میں چوہدری افضل حق نے "محبوبِ خدا"[۱۰۱] میں غلام احمد پرویز نے "معراج انسانیت"[۱۰۲] میں، عبد الکریم ثمر نے "رسول کائنات"[۱۰۳] میں اور مولانا محمد اسلم جیراجپوری[۱۰۴] نے بھی ۹ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ ان سب نے لکھا ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق یہی تاریخ ہے، اگرچہ مؤرخین اور اہلِ سیر کی کثیر تعداد کے علاوہ محدثین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ ذیل کے مؤرخین نے اپنی کتب میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت محمد بن اسحاق نے "سیرۃ ابن اسحٰق" میں لکھا ہے۔

"ولد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل"[۹۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو جلوہ افروز ہوئے۔

امام فنِ مغازی محمد ابن اسحاقؒ کا قدیم ترین سیرت نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ پہلے یہ کتاب ناپید تھی۔ اور اصل کتاب کہیں نہیں ملتی تھی۔ تاہم اس کے اقتباسات سیرت کی کتب میں ملتے تھے۔ مگر نقوش کے "رسول نمبر" نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ رسول نمبر جلد اول میں لکھا ہے "ابن اسحٰق کی تالیف، سیرۃ کے موضوع پر پہلی تحریر ہے جو ہمیں اقتباسات کی شکل میں نہیں بلکہ ایک مکمل اور خاصی ضخیم کتاب کی صورت میں مل رہی ہے۔"[۹۶]

حضرت ابن اسحٰق کا سیرت نگاری میں منفرد مقام ہے، وہ امام زُہری کے شاگرد اور تابعی تھے[۹۷]۔ اُن کا انتقال ۱۵۱ھ (یا شاید ۱۵۰ھ) میں ہوا[۹۸]۔ صحابۂ کرام، تابعین، اور تبع تابعین ہی کا کرم ہے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف گوشے پوری جزئیات و تفصیلات کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ سرکارؐ کی سیرت یا اور سرکارؐ کے ارشادات کا بنیادی اور اہم ماخذ یہی نفوسِ قدسیہ ہیں۔ اس لیے جب ان کا کوئی قول سامنے آ جائے، اس کی اہمیت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے سیرۃ ابنِ اسحاق کی اہمیت مسلّم ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ کوئی کتاب

اُن کی کتاب کے رُتبے کو نہیں پہنچی۔[٦٩] مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود انہوں نے ابنِ اسحاق کے بجائے اُنیسویں صدی کے ایک نجومی اور حساب دان کی بات کو زیادہ صحیح سمجھا اور ابنِ اسحاق کے بیان کردہ حقائق سے بلا جواز چشم پوشی کی۔

۲۔ حضرت ابو محمد عبدالملک بن محمد بن ہشامؒ متوفی ۲۱۳ھ نے "سیرت ابنِ ہشام" میں لکھا ہے "رسولِ خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔"[٧٠]

"سیرت ابنِ ہشام" ایک مستند کتاب ہے جس کی پانچ شرحیں، آٹھ تلخیصات اور چار منظومات لکھی جا چکی ہیں۔ اس کے ترجمے فارسی، اردو، انگریزی، جرمن اور لاطینی زبان میں ہو چکے ہیں۔[٧١]

۳۔ عظیم مؤرخِ اسلام علامہ ابنِ خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے "سیرۃ الانبیا" میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم کی ولادت دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۵۷۱ء کو ہوئی۔[٧٢]

۴۔ شارحِ بخاری علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے بھی تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل لکھی ہے۔[٧٣]

۵۔ طبرانیؒ نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت لکھا ہے۔[٧٤]

۶۔ محقق ابنِ جوزی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل پر اجماع ہے۔[٧٥]

۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں، بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں بھی آئی ہیں۔ اور پہلا قول اشہر اور اکثر ہے اور اہلِ مکہ کا جائے ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ آداب و اوضاع ہیں، ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارھویں رات اور پیر کے دن پر ہی عمل ہے۔"[٧٦]

۸۔ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ حضور پاک رحمۃ للعالمینؐ روزِ شنبہ دوازدہم ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔[٧٧]

۹۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ متوفی ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) لکھتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت ماہِ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوعِ صبح کے قریب ہوئی۔[٧٨]

حضرت علامہ نبہانی جامعہ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے۔[٧٩] ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ حضرت امام احمد رضا کے ہمعصر تھے۔ اُن کی ایک کتاب پر زوردار تقریظ بھی لکھی تھی۔[٨٠]

۱۰۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ لکھتے ہیں:

"بارھویں ربیع الاول کی اُسی سال میں جس میں قصۂ اصحابِ فیل واقع ہوا، روزِ دوشنبہ بوقتِ صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔"[٨١]

علامہ عنایت احمد کاکوروی ایک جید عالم تھے۔ انہوں نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا تھا اور کالا پانی قید میں رہے تھے۔[٨٢] علمِ ہیئت و ہندسہ کے ماہر تھے۔ علمِ نجوم کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ "مواقع النجوم" لکھی اور "ملخصاتِ الحساب" بھی تصنیف کی۔[٨٣] علمِ ہندسہ اور نجوم کے زیرک عالم ہونے کے باوجود انہوں نے تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ اگر تقویمی حساب سے پیر کے دن اور ۱۲ ربیع الاوّل میں مطابقت نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا یا انہیں قدماء کے موقف پر شک ہوتا تو علامہ کاکورویؒ ضرور بیان کرتے اور ۱۲ تاریخ سے اختلاف کرتے مگر ایسا نہیں ہے۔ علامہ صاحب ۷ شوال المکرم ۱۲۷۹ھ کو حالتِ احرام میں جدہ کے قریب ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں شہید ہو گئے۔[٨٤]

۱۱۔ مولوی سید محمد الحسنی ایڈیٹر "البعث الاسلامی" اپنی کتاب "نبیٔ رحمت" میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو یومِ ولادت لکھتے ہیں۔ اِن کی کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کیا ہے۔[٨٥]

۱۲۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابنِ اسحاق وغیرہ کا ہے۔[٨٦]

۱۳۔ سید سلیمان ندوی اپنے اُستاد علامہ شبلی نعمانی کے موقف سے قطع نظر اپنی کتاب "رحمتِ عالم" میں رقمطراز ہیں۔

"پیدائش ۱۲ تاریخ ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱ء) برس بعد ہوئی۔"[۸۷]

سید سلیمان ندوی جو سوائے پہلی جلد کے "سیرت النبیؐ" کی باقی جلدوں کے مصنف ہیں۔ انہیں شبلی نعمانی سے سعادتِ تلمذ کے علاوہ بڑی عقیدت بھی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں محمود پاشا فلکی کی تحقیقات اور حسابات کی حیثیت کا علم تھا اور ان کے نزدیک تابعی مؤرخ ابن اسحاقؒ اور دوسرے قدما کی روایتوں سے انحراف درست نہ تھا، اسی لیے انہوں نے اپنے استاد کا موقف جانتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول والی روایت پر صاد کیا۔

۱۴۔ شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فؤاد قاہرہ اپنی عربی تالیف "محمد رسول اللہؐ" میں لکھتے ہیں،

"بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔"[۸۸]

۱۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

"سب کا اتفاق ہے دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے، آٹھویں یا بارہویں۔ ماہ پر سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔"[۸۹]

۱۶۔ عصرِ حاضر کے نامور سکالر سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"ربیع الاول کی تاریخ کون سی تاریخ تھی، اس میں اختلاف ہے، لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ اس کی تصریح محمد بن اسحٰق نے کی ہے اور جمہور اہلِ علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔"[۹۰]

علامہ مودودی کے علم اور تحقیق کے مطابق بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے کیونکہ جہاں صحابی کا قول آجائے وہاں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

۱۷۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی جیسے مفسرِ قرآن کی نظر میں بھی ۹ ربیع الاول یومِ ولادت نہیں، بلکہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۳ قبل ہجرت ہے۔"[۹۱]

۱۸۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والدِ مکرم مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۹۷ھ نے "سرور القلوب بذکر المحبوب" میں ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت قرار دیا ہے۔[۹۲] اور حضرت رضا بریلوی بھی ۱۲ ربیع الاول کو یومِ میلاد النبیؐ منایا کرتے تھے۔

۱۹۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے لکھا ہے "مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ دوشنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا جب آپؐ نے اپنے وجود عنصری و جسمانی وجودِ اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی۔"[۹۳]

۲۰۔ عمر ابوالنصر نے اپنی کتاب "نبی امّی" میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ کی ولادت عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔[۹۴]

۲۰۔ قاضی نواب علی نے لکھا ہے کہ صبح کا وقت، پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور عام الفیل یعنی وہی سال جب ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا، جو ۵۷۰ء سن عیسوی تھا حضور کی ولادت باسعادت ہوئی، اور خدا کی رحمت زمین پر اُتر آئی۔[۹۵]

۲۱۔ علامہ نور بخش توکلی نے "سیرتِ رسولِ عربی" میں ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن آپؐ کی ولادت کا دن قرار دیا ہے۔[۹۶]

۲۲۔ خواجہ محمد اسلام کی کتاب "محبوبِ خدا کے حُسن و جمال کا منظر" میں ہے کہ پیر کا دن اور ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ تاریخ تھی۔[۹۷]

۲۳۔ ڈھاکہ کے پروفیسر کے۔علی نے اردو، بنگالی اور انگریزی میں "تاریخِ اسلام" لکھی ہے۔ اُن کے نزدیک بھی یومِ ولادت پیر کا دن ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء ہے۔[۹۸]

۲۴۔ انیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی محقق موسیو سیدیو نے "تاریخِ عرب" میں لکھا ہے "آں (سیدہ آمنہ) کے بطنِ مطہر سے ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء کو حضرت نبیؐ پیدا ہوئے۔"[۹۹]

۲۵۔ مولانا ابوالحسن کاکوروی نے "تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء" میں سرکارِ دو عالم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھتے ہیں۔[۱۰۰]

۲۶- ابو عمر منہاج الدین عثمان نے "طبقات ناصری" میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی تھی۔ [101]

۲۷- مولانا قاری احمد "تاریخ مسلمانانِ عالم" کی جلد دوم موسوم بہ "تاریخ مصطفیٰ" میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاوّل کی صبح صادق کتنی حسین وسعید ساعت تھی جبکہ رسول اکرمؐ رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کا خلعتِ فاخرہ زیب تن فرما کر عبد المطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔" [102]

۲۸- مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲ ربیع الاوّل کو حضور پاک صاحب لولاک کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔ [103]

۲۹- پروفیسر سید شجاعت علی قادری ایم اے پرنسپل دار العلوم نعیمیہ کراچی لکھتے ہیں، "آپ اصحاب فیل کے واقعے کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاک دانِ عالم میں جلوہ فرما ہوئے۔" [104]

۳۰- عبد الرحمن شوق نے تاریخ اسلام لکھی ہے۔ وہ پہلی جلد میں رقمطراز ہیں "عام الفیل کے مشہور سال ۵۷۱ء میں ۲۰ مئی کو یعنی سنہ ہجری کے باون سال قبل ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن ہادیٔ اسلام حضور پُر نور حضرت محمد مصطفیٰؐ پسر عبد اللہ حضرت آمنہ کے بطن منور سے پیدا ہوئے۔" [105]

۳۱- شاہ مصباح الدین شکیل نے لکھا ہے کہ جمہور اور عام مؤرخین ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو یوم ولادت تسلیم کرتے ہیں۔ [106]

۳۲- نواب سید محمد صدیق حسن خان رقمطراز ہیں "ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دو شنبہ شب دوازدہم ربیع الاوّل عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علما کا یہی قول ہے۔ ابن الجوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔" [107]

۳۳- ابو الجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم مکہ میں پیر شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل ۵۳ ق۔ ھ کی صبح کو پیدا ہوئے۔ [108]

۳۴- قاضی عبد الدائم دائم لکھتے ہیں "یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے

علاوہ تقویم کی رُو سے بھی ۱۲ ربیع الاوّل ہی صحیح ہے۔" [109]

۳۵- ساجد الرحمن جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے منسلک ہیں اپنی تصنیف "سیرتِ رسولؐ" میں ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔ [110]

۳۶- احمد مصطفیٰ صدیقی نے بھی "ہمارے پیغمبرؐ" میں ۱۲ ربیع الاوّل کو یومِ میلادِ اکرمؐ لکھا ہے۔ [111]

۳۷- آغا اشرف نے حال ہی میں ایک کتاب "محمد سید لولاکؐ" لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں "آپ بارہ ربیع الاوّل پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت جناب آمنہ کے یہاں مکہ میں پیدا ہوئے۔" [112]

۳۸- مفتی محمد شفیع نے "اوجز السیر" میں تقویمی حساب پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الاوّل کو درست قرار دیا ہے۔ [113]

۳۹- مولوی محمد عبد اللہ خان سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ اپنی کتاب "خطباتِ نبوی" میں رقمطراز ہیں:

"حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۶۱۲۳ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ ظہور پذیر ہوئی۔" [114]

۴۰- پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ، جسٹس وفاقی شرعی عدالت اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں رقم فرماتے ہیں "بارہ ربیع الاوّل کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے۔" [115]

۴۱- محمد اسحاق بھٹی ایڈیٹر "المعارف" نے جنوری ۱۹۸۲ء کے شمارے میں طبری اور ابن خلدون کے حوالے سے صحیح تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ [116]

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، محدثین اور مؤرخین کا اس بات پر قریباً قریباً اتفاق ہے کہ ولادت کی صحیح تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔ البتہ برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن ۹ ربیع الاول کو بنتا ہے، لہٰذا ۹ تاریخ

صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو فلکی پاشا کی کتاب کے نام کا بھی علم نہیں اور نہ کسی نے کسی اور کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حضرات اس کے اصل وطن سے بھی ناواقف ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا فلکی کو مصر کا باشندہ لکھا ہے۔[117] جبکہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بنایا ہے۔[118] قسطنطنیہ استنبول کا قدیم نام ہے جو ترکی کا مشہور شہر ہے۔ محمود پاشا کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ وہ ترکی کا رہنے والا تھا کیونکہ پاشا ترکی سرداروں کا لقب ہے اور سب سے بڑا فوجی لقب ہے۔[119]

راقم کو بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا ہے کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے "نتائج الافہام" کے نام سے عربی میں کیا۔ اس کو مولوی سید سید محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اُردو کا جامہ پہنایا اور ۱۹۰۲ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا۔[120] (یہ ترجمہ اب نہیں ملتا) محمود پاشا فلکی نے اگر علم فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ، تابعین اور دیگر قدما کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات بھی قطعی نہیں ہوتی۔ سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے کل کو وہ غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک زمانے کے سائنسدان جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں، مستقبل والے اُس کی نفی کر دیتے ہیں۔ محمود پاشا اور اس کے مقتدین نے تو یہ کہہ دیا کہ ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں تھا۔ پاشا کی تحقیق کی بنیاد جس علم پر ہے اُس کا حال یہ ہے کہ اتنے ترقی یافتہ دور میں جبکہ انسان چاند تک پہنچ کر دوسرے سیاروں پر کمندیں ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ برطانیہ کے ماہرینِ فلکیات اس قابل نہیں ہوئے کہ شام کو نظر آنے والے چاند کی پیشین گوئی کر سکیں۔ یونیورسٹی آف لندن کے شعبہ طبیعیات و علوم فلکیات کی رصدگاہ[121] اور رائل گرین وچ آبزرویٹری کے معلوماتی سنٹر[122] کے مطابق نئے چاند کی پیشین گوئی کرنا ابھی تک ناممکن ہے۔ پاکستان کے مشہور ماہرِ فلکیات ضیاء الدین

لاہوری کی بھی یہی رائے ہے۔[123] جب مستقبل کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تو ماضی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قمری دن کو ہفتے کا فلاں دن تھا۔ اس صورت میں کسی طرح ممکن نہیں، جب ہمارے پاس تقویم کا تاریخی ریکارڈ موجود نہیں۔ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا[124] اور سب سے پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاوّل سنہ ۱۷ ہجری (۱۲ جولائی ۶۳۸ء) کو مملکتِ اسلام میں اس کا نفاذ ہوا۔[125] اس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ بھی ملتا ہے لیکن اس سے پہلے کا نہ تاریخی ریکارڈ ملتا ہے اور نہ ہی اس سے قبل کے کسی دن کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ قبل بعثت نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر نہیں تھا۔ اور وہ اپنی مرضی سے مہینوں میں رد و بدل کر لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے عربوں کے بارے میں لکھا ہے "بعض محرم کا نام صفر رکھ کر اور اس مہینے میں جنگ کرنا جائز قرار دے لیتے۔ اس طرح صفر کا نام محرم رکھ کر اس میں جنگ کرنا حرام قرار دیتے۔"[126] تفسیر الخازن کے مطابق سال کے ۱۳ یا ۱۴ مہینے بنا دیتے تھے۔[127] جب عرب مہینوں کے نام اپنی مرضی سے بدل لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اعلانِ نبوت تک یہی ہوتا رہا ہوگا، تو کسی ماہرِ فلکیات اور ریاضی دان کا یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ فلاں قمری مہینے کی فلاں تاریخ کو پیر دن تھا۔ لہٰذا محمود پاشا فلکی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو پیر کا دن نہیں تھا۔

شبلی نعمانی کی تقلید میں آج کل کئی آدمی یہ لکھنے لگے ہیں کہ جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ۹ ربیع الاول ہے۔ حالانکہ ابن اسحاق، ابن خلدون، ابن ہشام، طبری، ابن جوزی، حلبی، ابن حجر عسقلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ سرکار سرعالم اس دنیا میں ۱۲ ربیع الاول کو تشریف لائے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کے اقوال کا حوالہ بھی موجود ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے تو محمود پاشا فلکی اور علامہ شبلی نعمانی کی رائے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ حضور پاک کے بارے میں حضرت ابن عباس سے

زیادہ کسی کو علم ہو سکتا ہے۔ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباسؓ کے فرزند سعید تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کا قول سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ پھر اُن کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہؓ جیسے عظیم صحابی کا قول بھی یہی ہے، تو بات یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ حضور پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے) قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کو رضائے الٰہی کی سند عطا کر دی۔ اور فرمایا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ[129] یعنی اللہ اُن (صحابہ) سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل[130] پھر حضرت ابن اسحاقؒ جیسے جید عالم، سیرت نگار و تابعی نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہی یوم ولادت لکھا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا "جہنم کی آگ ان مسلمانوں کو چھو بھی نہیں سکے گی، جنہوں نے مجھے دیکھا یا جس نے اُن کو دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا"۔[131] اس حدیث مبارکہ میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو دوزخ سے برات کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا، جس کا مطلب ہے کہ وہ جنتی ہیں اور اہل جنت کو چھوڑ کر نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ قدیم دور سے ۱۲ ربیع الاول ہی کو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا رہا ہے۔ مصر، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں اب بھی اسی تاریخ کو حضور اکرمؐ کا یوم ولادت منایا جاتا ہے۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ابن سعود کے دور حکومت سے قبل ۱۲ ربیع الاول ہی کو عید میلادالنبیؐ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی۔ "اخبار القبلہ" مکہ مکرمہ نے مارچ ۱۹۱۷ء میں یوم ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہونے والی تقریب کے بارے میں لکھا تھا:

"۱۱ ربیع الاول بعد از نماز عشاء حرم محترم محفل میلاد بعد نماز عشاء حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولد اور ختم پڑھتے ہیں اور رات

جائے مولد النبیؐ پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا ہے۔"[132]

اس سال عید میلادالنبیؐ عقیدت و احترام سے منائے جانے کے بعد اخبار مذکورہ نے یہ رپورٹ دی "عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارھویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کر دیے گئے۔"[133]

اس سے ظاہر ہے کہ یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے، کیونکہ اہل مکہ کا اسی پر اتفاق تھا۔ شیخ قطب الدین الحنفی نے بھی لکھا ہے یزار مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکانی فی اللیلۃ الثانیۃ عشر ربیع الاول فی کل عام[134]

جمال الدین محمد بن جاراللہ بن ظہیرہ رقمطراز ہیں "۱۲ ربیع الاول کی رات کو معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں۔"[135]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے کہ اہل مکہ بارھویں ربیع الاول ہی کو جائے ولادت شریفہ کی زیارت کرتے۔[136]

پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کو اختیار کیا گیا جبکہ بعض دوسرے اسلامی ممالک میں ۹ ربیع الاول کو صحیح تاریخ سمجھا جاتا ہے۔[137] حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہل مکہ ہمیشہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی یوم میلاد مناتے رہے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی اسی دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ کون سے ممالک میں ۹ ربیع الاول کو میلادالنبیؐ کا دن منایا جاتا ہے اور بغیر کسی سند کے حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ۔ ۔ ۔ دین کے بارے میں مسلّمہ حقائق کے خلاف کوئی نئی

بات لاکر اور اس کے لیے کوئی جھوٹی سچی باتیں گھڑ کر تشکیک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے لکھا ہے کہ عوام میں تو مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تھی، اور بعض کمزور روایات اس کی پشت پر ہیں[۱۳۸]۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ مولانا کے نزدیک ابنِ عباسؓ، ابنِ اسحاقؒ، ابنِ ہشام، ابنِ خلدون، طبری، ابنِ جوزی اور عبدالحق محدث دہلوی کی روایات کمزور ہیں اور محمود پاشا فلکی کی بات مضبوط ہے جس کی کتاب یا رسالے تک کا کسی کو علم نہیں اور اُس کے وطن میں بھی اختلاف ہے جنہیں یہ تک معلوم نہیں کہ فلکی پاشا کا اصل مقالہ کس زبان میں تھا، وہ بھی اسی پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔ یا للعجب!

چونکہ سیرت النبیؐ کے قدیم مآخذ ۱۲ ربیع الاول کو ہی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عالمِ فانی میں قدم رنجہ فرمانے کا یوم قرار دیتے ہیں، اس لیے راقم کے نزدیک محمود پاشا فلکی کی تحقیقات بالکل غلط اور ناقابلِ یقین ہیں اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔

شمسی تقویم کے مطابق تاریخِ ولادت

اسلامی کیلنڈر کے (قمری تقویم) کی طرح انگریزی کیلنڈر (شمسی تقویم) کے مطابق تاریخِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابنِ خلدون[۱۳۹]، قاضی نواب علی[۱۴۰]، موسیو سیدیو[۱۴۱]، ڈونالڈ ڈکر کو دنٹے باڈلے[۱۴۲] اور سرجان گلب[۱۴۳] نے سنِ پیدائش ۵۷۰ء عیسوی لکھا ہے۔ جسٹس سید امیر علی[۱۴۴] ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھتے ہیں۔ مصر کے ڈاکٹر محمد حسین ہیکل[۱۴۵] اور شیخ محمد رضا[۱۴۶] کے مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء کا دن تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ۱۷ جون ۵۶۹ء کو یوم میلاد النبیؐ قرار دیا ہے[۱۴۷]۔ جون اور اگست کے مہینے موسمِ گرما میں آتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت موسمِ بہار میں ہوئی تھی۔ ابنِ اسحاق کی روایت ہے۔

وکان ذالک فی فصل الربیع[۱۴۸]

وہ ماہِ ولادت، ربیع الاول، موسمِ بہار میں تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جون اور اگست میں بہار نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ تاریخیں بالکل غلط ہیں۔ آپؐ کی ولادت باسعادت موسمِ بہار میں ہوئی تھی۔ کسی عربی شاعر کا شعر ہے:

ربیعٌ فی ربیعٍ فی ربیعٍ
ونورٌ فوق نورٍ فوق نورٍ[۱۴۹]

سیرت نگاروں کی کثیر تعداد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء عیسوی لکھی ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری[۱۵۰] اور مصباح الدین شکیل[۱۵۱] ۲۲ اپریل ۵۷۱ء لکھتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی[۱۵۲]، چوہدری افضل حق[۱۵۳]، مولانا قاری احمد[۱۵۴] ساجد الرحمٰن[۱۵۵] نے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کا دن یومِ ولادت لکھا ہے۔ ریاضی کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو پیر تھا[۱۵۶]، اس لیے یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ انگریزی مہینے کی کسی بھی تاریخ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کون سا دن تھا۔ کیونکہ ان مہینوں کے دنوں کی تعداد مقرر ہے لیکن قمری مہینوں میں ایسا ممکن نہیں۔ ڈاکٹر عبدالحی نے بھی ۲۲ اپریل کو درست تسلیم کیا ہے[۱۵۷]۔ اس لیے انگریزی کیلنڈر کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

حواشی:

① مسلم شریف بروایت حضرت قتادہ ② احمد بن حنبلؒ / بیہقی ③ عبدالرحمٰن چشتی، شیخ: حضرت محمد مصطفیٰ، ص ۵، مترجم واحد بخش سیال ④ مسلم شریف ⑤ فتح الباری ۲: ۱۳۵ ⑥ ایضاً ⑦ تاریخ ابنِ کثیر ۲: ۲۶۱ بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمٰن سیوہاروی، جلد سوم ص ۲۰۷ ⑧ محمد حسین ہیکل ڈاکٹر، حیاتِ محمدؐ، ص ۱۳۹، مترجم محمد وارث کامل ⑨ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۱۵۸ / الروض الانف ص ۱۰۷ ⑩ سیرۃ ابنِ ہشام (اردو) ص ۸۹ ⑪ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبریٰ ص ۸۰ ⑫ یوسف بن اسماعیل نبہانی، امام، انوار المحمدیہ ص ۳۲، مترجم پروفیسر غلام ربانی ایم اے ⑬ عنایت احمد کاکوروی علامہ مفتی، تواریخ حبیبِ الٰہ ص ۱۳، یہ کتاب "سیرتِ رسولِ اکرمؐ" کے نام سے مکتبہ نبویہ رضویہ ڈسکہ نے شائع کی ہے۔ ⑭ شبلی نعمانی، مولانا، سیرۃ النبیؐ ۱: ۱۷۱ ⑮ سلیمان منصور پوری، قاضی، رحمۃ للعالمین ۱: ۴۰ ⑯ ابنِ قیم، علامہ حافظ،

زاد المعاد، حصہ اوّل ص ۶۸ مترجم رئیس احمد جعفری (۱۷) منہاج الدین عثمان۔ طبقات ناصری
ص ۹۴ مترجم غلام رسول مہر (۱۸) محمد الحسنی سید۔ نبی رحمت، حصہ اول ص ۱۰۲ مترجم مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیبِ خدا۔ ص ۲۹
(۲۰) نواب علی قاضی۔ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۲۱ (۲۱) تفسیر ابنِ کثیر جلد پنجم ص ۲۴۰۲۔ اردو ترجمہ
نور محمد کارخانہ کتب کراچی (۲۲) محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء القرآن ۵، ۶۶۵ (۲۳) عبدالرحمٰن
چشتی شیخ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ص ۵ مترجم کیپٹن واحد بخش سیال (۲۴) حفظ الرحمٰن
سیوہاروی۔ قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۰۶، ۲۸۷ (۲۵) محمد حسین ہیکل۔ حیات محمدؐ
ص ۱۲۹، مترجم محمد وارث کامل (۲۶) الروض الانف ص ۱۰۷ (۲۷) سیرۃ ابن ہشام ص ۸۹
(۲۸) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور، مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴ (۲۹) الاعلام، علامہ ہیبت اللہ الحرام
ص ۱۹۶، بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء ص ۹۳ (۳۰) بحوالہ القول الفصل۔ ص ۱۴۵
(۳۱) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء (۳۲) مدارج النبوت ص ۴۲۔ جلد دوم
مترجم محمد اشرف نقشبندی (۳۳) الانوار المحمدیہ ص ۴۲ (۳۴) الشمامۃ العنبریۃ من مولد
خیر البریۃ ص ۷ (۳۵) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۲۰ مترجم مولوی محمد عادل قدسی
(۳۶) سلیمان ندوی، سید۔ رحمتِ عالم ص ۱۳۔ اس کتاب کا ترجمہ عبدالرؤف لوکھرنے
انگریزی زبان میں کیا ہے (۳۷) سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔ ص ۱۷۶ (۳۸) سلیمان منصورپوری
قاضی۔ رحمۃ للعالمینؐ، جلد اوّل ص ۴۰ (۳۹) مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالم۔ جلد ۲۔
ص ۹۳، ۹۴ (۴۰) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۳۳ (۴۱) تاریخ ابنِ کثیر
جلد دوم ص ۲۶۱ بحوالہ قصص القرآن جلد سوم از حفظ الرحمٰن ص ۶۸۷ (۴۲) فتح الباری جلد ۲،
تاریخ ابنِ کثیر جلد دوم ص ۲۶۰ بحوالہ قصص القرآن (۴۳) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیبِ خدا
ص ۲۹ (۴۴) طبقات ناصری ص ۱۱۵۔ حاشیہ (۴۵) ایضاً (۴۶) الخصائص الکبریٰ ص ۸۰
مترجم (۴۷) اشرف علی تھانوی۔ حبیبِ خدا۔ ص ۲۹ (۴۸) تفہیم القرآن جلد ششم ص ۴۶۹
(۴۹) ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۶۶۵ (۵۰) الخصائص الکبریٰ ص ۸۰ / نزہۃ المجالس
از عبدالرحمٰن شافعی جلد دوم ص ۱۹۶ (۵۱) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴

(۵۲) ابنِ قیمؒ، حافظ۔ زاد المعاد۔ ۱: ۸۹ مترجم رئیس احمد جعفری (۵۳) راشد الخیری، علامہ
آمنہ کا لال۔ ص ۱۷ (۵۴) عبدالرحمٰن چشتی۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ص ۵ مترجم واحد بخش سیال
(۵۵) ماہنامہ "جام عرفان" اکتوبر ۱۹۷۴ء ص ۱۱ (۵۶) عبدالرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس
جلد دوم ص ۱۹۶ (۵۷) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ (۵۸) شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ "
جلد اول۔ ص ۱۷۶ (۵۹) رحمۃ للعالمین جلد اوّل ص ۴۰ (۶۰) ماہنامہ "جام عرفان" اکتوبر
۱۹۷۴ء۔ ص ۱۱ (۶۱) فضل حق چودھری۔ محبوبِ خدا۔ ص ۲۰ (۶۲) پرویز۔ معراج انسانیت
ص ۷۰ (۶۳) عبدالکریم ثمر۔ رسولِ کائنات۔ ص ۲۰ (۶۴) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ
مسلمانانِ عالم جلد دوم ص ۴۲ (۶۵) السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۱۵۸ (۶۶) "نقوش"
رسولؐ نمبر، جلد اوّل ص ۵۷ (۶۷) ایضاً۔ ص ۱۲۷ (۶۸) ایضاً ص ۱۱۴ (۶۹) سیرۃ النبیؐ
جلد اوّل۔ ص ۶ (۷۰) سیرۃ ابنِ ہشام ص ۸۹ (۷۱) "نقوش" رسولؐ نمبر ص ۱۳/۷، ۸۶/۴
(۷۲) ابنِ خلدون، علامہ۔ سیرۃ الانبیاء مترجم مفتی انتظام اللہ شہابی (۷۳) قاری احمد،
مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم، جلد دوم۔ ص ۴۲ (۷۴) "نقوش" رسولؐ نمبر جلد اوّل ص ۶
(۷۵) ابنِ جوزی، علامہ۔ میلادِ رسولؐ ص ۴۲ مترجم پروفیسر شریعت احمد ڈاکٹر (۷۶)
مدارج النبوت، ص ۴۲ مترجم محمد اشرف نقشبندی (۷۷) محمد صدیق حسن، سید نواب
الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۷۸) الانوار المحمدیہ، ص ۴۲ مترجم پروفیسر
غلام ربانی (۷۹) "نقوش" رسولؐ نمبر جلد اوّل ص ۶۹۱ (۸۰) ایضاً ص ۶۹۷ (۸۱) تواریخ
حبیبِ الٰہ، ص ۱۳ (۸۲) محمود احمد قادری۔ تذکرہ علمائے اہلسنت۔ ص ۱۲۲ مطبوعہ
خانقاہ قادریہ اشرفیہ پھوانی پور بہار انڈیا (۸۳) تواریخ حبیبِ الٰہ کے آغاز میں تعارفی
مقالہ جس میں علامہ کاکوروی کے حالاتِ زندگی اور تصانیف کا وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔
(۸۴) تذکرہ علمائے اہلسنت۔ ص ۱۲۲ (۸۵) محمد الحسنی سید۔ نبی رحمت، حصہ اول ص ۱۰۲
مترجم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۸۶) محمد حسین ہیکل۔ حیات محمدؐ۔ ۱۲۹ مترجم محمد وارث
کامل (۸۷) سلیمان ندوی، سید۔ رحمتِ عالم۔ ص ۱۳ (۸۸) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ۔
ص ۲۰ (۸۹) اشرف علی تھانوی۔ حبیبِ خدا۔ ص ۲۹ (۹۰) ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ

سیرتِ سرورِ عالم جلد دوم ص ۹۳، ۹۴ (۹۱) خاتونِ پاکستان رسول نمبر ۱۳۸۳ھ ص ۲۶
(۹۲) مفتی علی خان بریلوی، مولانا "سرور القلوب بذکر المحبوب" ص ۱۱، ۱۲ (۹۳) ماہنامہ محفل
لاہور۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۶۵ (۹۴) عمر ابو النصر "نبی اُمّی"۔ ص ۵۶، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی
(۹۵) نواب علی قاضی۔ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۲۱، ۲۲ (۹۶) نور بخش توکلی، علامہ، سیرتِ
رسولِ عربیؐ۔ ص ۴۳ (۹۷) محمد اسلام، خواجہ۔ محبوبؐ کے حسن و جمال کا منظر ص ۵۱ (۹۸)
کے علی "تاریخِ اسلام" ص ۲۸ (۹۹) موسیو سیدیو۔ تاریخِ عرب۔ ص ۹۸، مترجم مولوی
عبد الغفور (۱۰۰) تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا۔ جلد دوم ص ۱۰ (۱۰۱) منہاج الدین عثمان "
طبقاتِ ناصر ص ۱۱۵، مترجم غلام رسول مہر (۱۰۲) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم
جلد دوم، ص ۶۲ (۱۰۳) عبد الشکور فاروقی لکھنوی۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۲۷ (۱۰۴) ماہنامہ
انیسِ اہلِ سنت۔ فیصل آباد۔ عید میلاد النبی نمبر۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ، ص ۶۸ ـ
(۱۰۵) عبد الرحمن شوق۔ تاریخِ اسلام۔ جلد اول، ص ۴۴ (۱۰۶) مصباح الدین شکیل شاہ
سیرتِ احمد مجتبیٰؐ۔ ص ۶۲ (۱۰۷) الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۱۰۸) "ماہِ نو" سیرتِ پاک
کے مضامین کا انتخاب۔ ص ۱۵، مطبوعہ ۱۹۶۶ء (۱۰۹) ماہنامہ جامِ عرفان۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء
ص ۱۰، ۱۱ (۱۱۰) ساجد الرحمن۔ سیرتِ رسولؐ، ص ۶ (۱۱۱) احمد مصطفیٰ صدیقی۔ ہمارے پیغمبرؐ
ص ۲۱۹ (۱۱۲) اشرف آغا۔ محمد سعید لولاک۔ ص ۱۱۸ (۱۱۳) ماہنامہ جامِ عرفان، اکتوبر
۱۹۸۴ء ص ۱۱ (۱۱۴) محمد عبد اللہ خان مولوی۔ خطباتِ نبویؐ، مطبوعہ ۱۹۲۴ء ص ۱ (۱۱۵)
ضیاء القرآن جلد پنجم۔ ص ۶۶۵ (۱۱۶) المعارف۔ جنوری ۱۹۸۰ء ص ۲ (۱۱۷) رحمۃ للعالمین
جلد اول ص ۴۰ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔ ص ۱۷۶ (۱۱۸) حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن
جلد چہارم ص ۲۸۰ (۱۱۹) قاسم محمود، سید۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۳۲۴ (۱۲۰) نقوش رسول نمبر
جلد دوم، ص ۱۲۱ (۱۲۱) ضیاء الدین لاہوری۔ رویتِ ہلال۔ ص ۱۹۔ لندن یونیورسٹی کی رصدگاہ
کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا خط موجود ہے (۱۲۲) ایضاً۔ ص ۲۲، رائل گرین وچ آبزرویٹری کے
خط کا عکس موجود ہے۔ (۱۲۳) ماہنامہ "المعارف" اگست ۱۹۸۴ء ص ۴۱ (۱۲۴) ماہنامہ
شمس الاسلام بھیرہ دسمبر ۱۹۸۰ء۔ ص ۲۳ (۱۲۵) ماہنامہ اظہار کراچی، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۸

(۱۲۶) الفتح الباری شرح بخاری ابنِ حجر بحوالہ ماہنامہ "اظہار" کراچی۔ جولائی ۱۹۸۳ء ص ۸
(۱۲۷) تفسیر الخازن جلد اول / تفسیر بغوی۔ بحوالہ "اظہار" ص ۸ (۱۲۸) قومی ڈائجسٹ صحابہ کرامؓ نمبر
ص ۵۰۵ (۱۲۹) سورۂ بیّنہ۔ آیت ۸ (۱۳۰) منظور احمد شاہ۔ علم القرآن۔ ص ۲۶۴ (۱۳۱) ترمذی شریف
(۱۳۲) ماخوذ از اخبار القبلہ مکہ مکرمہ بحوالہ ماہنامہ "طریقت" لاہور، جنوری ۱۹۱۷ء ص ۲۳
(۱۳۳) ماہنامہ طریقت لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲۳ (۱۳۴) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام
ص ۱۹۶ بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۶ء (۱۳۵) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۶ء ص ۹
(۱۳۶) مدارج النبوت۔ ص ۲۴ (۱۳۷) ماہنامہ "پیامِ عمل" لاہور۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴۔
(۱۳۸) حفظ الرحمن سیوہاروی۔ قصص القرآن، جلد سوم ص ۲۸۹ (۱۳۹) ابنِ خلدون
علامہ۔ سیرۃ الانبیاء (۱۴۰) نواب علی قاضی۔ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۲۱ (۱۴۱) موسیو سیدیو،
تاریخِ عرب۔ ص ۹۸ (۱۴۲) کورسنٹے باڈلے۔ "محمد رسول اللہ"۔ ص ۴۷، مترجم سید
کمالین زیدی (۱۴۳) سرجان گلب۔ عربوں کی عظیم فتوحات، بحوالہ "محمد رسول اللہ" ص ۲۴
(۱۴۴) امیر علی، سید جسٹس۔ ہسٹری آف سیرسین ص ۷ (۱۴۵) محمد حسین ہیکل، ڈاکٹر
حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۹ (۱۴۶) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ ص ۲۰ (۱۴۷) مصباح الدین
شکیل۔ سیرتِ احمد مجتبیٰؐ۔ ص ۶۲ (۱۴۸) ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، نومبر ۱۹۸۶ء ص ۲۳
(۱۴۹) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۶ء ص ۲۳ (۱۵۰) سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین
جلد اول ص ۴۰ (۱۵۱) مصباح الدین شکیل۔ سیرتِ احمد مجتبیٰؐ ص ۶۲ (۱۵۲) شبلی نعمانی۔
سیرۃ النبیؐ، جلد اول ص ۱۷۶ (۱۵۳) افضل حق چودھری۔ محبوبِ خدا۔ ص ۲۰ (۱۵۴)
قاری احمد۔ تاریخ مسلمانانِ عالم، جلد دوم، ص ۶۲ (۱۵۵) ساجد الرحمن۔ سیرتِ رسولؐ
ص ۶ (۱۵۶) نقوش۔ رسول نمبر، جلد اول ص ۱۰۷ (۱۵۷) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ
مسلمانانِ عالم جلد دوم۔ ص ۶۲۔

ادارتی نوٹ

۱۲/ ۹۔ ربیع الاول کے حوالے سے مولانا سید محمد سلطان شاہ صاحب کا مقالہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیع کی "سیرتِ خاتم الانبیاء" بھی خاصی اہم

ہے۔ یہ کتاب آج سے کوئی پچاس برس پہلے لکھی گئی تھی۔ اس کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا "میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کے دس جلدوں کا ویو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں"۔ مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی دار العلوم دیوبند کی رائے یہ ہے: "مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت اور ایجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے"۔ مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا: "میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے بھی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پا کر نصاب میں داخل کر چکا ہوں"۔ مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا اصغر حسین محدث دار العلوم دیوبند کی تقاریظ بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

"سیرت خاتم الانبیاء" میں ہے: "الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل و نہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدمؑ و اولادِ آدم کا فخر، کشتی نوحؑ کی حفاظت کا راز، ابراہیمؑ کی دعا اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں"۔

حاشیے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں: "اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا، اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور محمود پاشا فلکی (؟) مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے"۔ (سیرت خاتم الانبیاء۔ ناشر بیگم عائشہ باوانی وقف کراچی ۱۳۰۲ء، ۱۴۰۲ھ، ص ۱۸۔) ———— ایڈیٹر

ظہورِ پاک

ترشح آج ہے رنا بر سا ب عنایت، ابرِ رحمت کا
عجب کیا ہے کہ بن جائے یہ دنیا گھر جنت کا

عجب کیا ہے زمیں اپنے خزانے سب اُگل ڈالے
کہ موقع آ رہا ہے پیشی نذرِ عقیدت کا

ہوئے ہیں ہمت طبقات فلک آراستہ ایسے
کہ دنیا میں جہاں ممکن نہیں کچھ ان کی نسبت کا

ملائک صف بصف استادہ ہیں تعظیم سے ہر سو
ہر اک کو آ رہا ہے لطف اپنی اپنی خدمت کا

غرض اک عیب ہے طبقات ارضی و سماوی میں
جدھر دیکھو ادھر سامان ہے عیش و مسرت کا

حرم میں ہو رہی ہے ہر طرف انوار کی بارش
در و دیوار حرم کے ہیں نمونہ قصرِ جنت کا

قبیلے میں بنی ہاشم کے اک جشنِ مسرت ہے
بنا ہے قصرِ عبد اللہؓ مرکز آج رحمت کا

جبینِ آمنہؓ عفت وہ خورشیدِ تاباں ہے
ترقی پا رہا ہے ساعت بساعت حسن صورت کا

یہ جبرائیلؑ و میکائیلؑ کس خدمت کو آئے ہیں
طشت آفتابہ لائے ہیں کیوں ماء خوشبو کا

فروزاں اس قدر یہ رات ہے کس واسطے یارب
نئے انداز سے جلوہ نمایاں ہے حسن قدرت کا

تقاضا تھا یہ دل کا منکشف یہ راز ہو جائے
نظر سے پردہ اُٹھ جائے یہ استعجاب حیرت کا

یکا یک اک صدائے روح پرور آئی کانوں میں
سنایا ہاتف غیبی نے یہ مژدہ مسرت کا

جہاں میں آج محبوبِ خدا تشریف لاتے ہیں
یہ دن ہے حضرتِ ختم رسالت کی ولادت کا

سحر ہے یہ ربیع الاوّلیں کی بارھویں شب کی   یہی تو وقت ہے تکمیلِ مہتابِ رسالت کا

کھلا ہے باغِ عالم میں وہ گُل بستانِ فطرت کا   کہ خود صنّاعِ قدرت مدح خواں ہے جس کی نکہت کا
جہاں میں شہنشاہِ جہاں تشریف لاتے ہیں   ہوئے روزِ ازل جو واسطہ ایجادِ خلقت کا
وجودِ پاک جن کا باعثِ تخلیقِ عالم ہے   ظہورِ ذات سے جن کے کُھلا ہے رازِ فطرت کا
جو وہ پیدا نہ ہوتے تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا   اُنھی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اوّل ہے خلقت کا
نہ ہوتا نورِ آنحضرت جو پیشانی میں آدم کی   فرشتے حشر تک سجدہ نہ کرتے ان کو عظمت کا
وہ فخرِ الانبیا آئے وہ ختم المرسلیں آئے   ہے مجمع جن کی ذاتِ پاک ہر وصفِ کرامت کا
وہ آئے جن کے آنے کی خبر دی ہر پیمبر نے   وہ آئے تکملہ جن سے ہوا احکامِ قدرت کا
ہوئے سرسبز کشتِ باغ و راغ اقصائے عالم میں   کیا شاداب دنیا کو، وہ برسا ابرِ رحمت کا
نشاناتِ ظہورِ پاک دنیا میں ہوئے روشن   زمانے بھر میں شہرہ ہو گیا اُن کی ولادت کا
اٹھا اک شور کعبہ میں گرے بُت سرنگوں ہو کر   پڑا طوق از سرِ نو گردنِ شیطاں میں لعنت کا
مٹی باطل پرستی، حق پرستی ہو گئی رائج   طلوعِ نورِ حق سے تھا نشاں معدوم ظلمت کا
اگر آتی نہ ذاتِ مصطفیٰ اس بزمِ ہستی میں   تو رہتا ہم سے مخفی حُسنِ صنعت دستِ قدرت کا
ہوئی دنیا منوّر جلوۂ حُسنِ محمدؐ سے   مٹا اس شمعِ نورانی سے یکسر نام ظلمت کا

اُفقؔ وہ کاش رؤیا میں دکھا دیتے جمال اپنا
مٹا دیتے دلِ پُر شوق سے یہ داغ حسرت کا   (تلخیص)

میر اُفق کاظمی امروہوی

شاہِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وُرُود

دریچے کھل گئے قصرِ جناں ایوانِ جنّت کے   ہوئے مصروف گُل پاشی پہ سب حورانِ جنّت کے
ہوئی آئینہ بندی بیتِ معمورِ الٰہی کی   حرم میں مشعلیں روشن ہوئیں نورِ الٰہی کی
ہوئی آرائشوں کی جلوہ ریزی مطلعِ کُن سے   فرشتوں نے قدم باہر رکھے حدِّ تعیّن سے
حریمِ لامکاں سے بجلیاں سی نور کی چمکیں   شعاعیں تا حدِ فاراں چراغِ طور کی چمکیں
زمیں پر چاندنی چھن چھن کے آئی چاند تاروں سے   ہوئی پھولوں کی بارش دشتِ بطحا میں رواں سے
بھرن رحمت کی برسی خشک چشمے ہو گئے جاری   ہُوا دریائے ساوہ خشک کانپے خوف سے ناری
بجھے ایران کے آتشکدوں کے خشک انگارے   گرے نوشیرواں کے قصرِ عالی شاں کے مینارے
ہوئیں پیدا صنم خانوں سے ہیبت ناک آوازیں   اٹھیں افلاک سے فتحِ مبیں کی پاک آوازیں
گرے بُت سر کے بل سیلابِ دجلہ سے ابل آئے   تباہی کے کھنڈر میں لات و عزّیٰ و ہبل آئے
چمن آرائیاں تھیں دیکھنے کے قابل زمانے کی   خوشی تھی ہادیِ اسلامؐ کے دنیا میں آنے کی
جہاں کی نعمتیں آئی تھیں خود پامال حاضر تھیں   صفیں قدسیوں کی بہرِ استقبال حاضر تھیں
کھڑے تھے منتظر اشجارِ صحرا پیشوائی کو   بہاریں آ چکی تھیں گل بداماں رونمائی کو
زمیں بوسی کو ذرّے دشتِ بطحا کے تھے آمادہ   بنے تعظیم سے کوہ و جبل ہر سمت استادہ
نویدیں انبیا کا سبق دیتے تھے دنیا کو   ملک صدق و دیانت کا سبق دیتے تھے دنیا کو

علم بردوش تھے روح الامینؑ موجود کعبہ میں — سمٹ کر ہو چکی تھیں رحمتیں محدود کعبہ میں

پئے تعظیم خم وقت سحر محراب کعبہ تھی
نثار شان کعبہ شوکت آداب کعبہ تھی

فضائے بزم امکاں تھی فروزاں نور قدرت سے — ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی تھیں باغ جنت سے
سحر کی چاندنی میں جذب تاروں کا تبسم تھا — چراغ ماہ فانوس حرم کے نور میں گم تھا
کواکب جھلملا کر رہ گئے تھے سطح گردوں پر — نظر آتے تھے ذرے خاک پر ہم رشتۂ گوہر
بکھیرے تھے ستاروں نے زر خوش آب ہر جانب — بچھی تھی شامیانہ چادر مہتاب ہر جانب
خوشی کی دھن میں چڑیاں نغمۂ توحید گاتی تھیں — نسیم صبح سے شاخیں لچک کر لہلہاتی تھیں
پرندوں کی صفیں تھیں زمزمہ خواں آشیانوں میں — ہجوم اٹھا کیف روحانی عنادل کے ترانوں میں
خوشی میں قمریاں حق سرہ کا شور کرتی تھیں — چکوریں گرد کعبہ چاندنی شب میں گزرتی تھیں
حرم کے بام و در طاؤس آ کر چوم جاتے تھے — کبوتر بے خودی میں کر کے رب رب جھوم جاتے تھے
بہشت وش سے انوار کی صورت اترتے تھے — فرشتے صحن میں کعبہ کی تکبیر کرتے تھے
ہوائے صبح کی ٹھنڈک سکون بخش دل و جاں تھی — چمن اندر چمن خوشبوئے گل جنت بداماں تھی
کٹورے پھول کے لبریز تھے صہبائے شبنم سے — درختے تازہ سبزہ لے کے تھے آب زمزم سے
بنا کر لائے تھے ڈالی پرے جنت سے حوروں کے — لیے تھے نخل طوبی ہاتھ میں خوشے کھجوروں کے
مے کوثر چھلکتی تھی بہشتی آبگینوں سے — طہور و خلد کے چشمے ابلتے تھے زمینوں سے
طلوع صبح سے تارے ہر جانب نمایاں تھے — طواف کعبہ کے قمریوں میں ساز و ساماں تھے
تجلی رو نما تھی سنگ اسود کی سیاہی سے — تھے عرفات و منیٰ معمور انوار الٰہی سے
حرم میں خاک بر سر تھی صنم خانوں کی ناکامی — حطیم قدس میں تھی سر بسجدہ شان اسلامی
صفا کی وادیوں میں صفحے قلب دھوتی تھیں — چٹانیں کوہ مروہ کی بہار باغ کی تھیں
نشان عظمت و اعزاز کعبہ شان کعبہ تھی — کہ تقدیس خلیل کعبہ خود مہمان کعبہ تھی

مقام خاص ابراہیمؑ پر انوار چھائے تھے — رسل ختم الرسلؐ کی دید کو تشریف لائے تھے
تھی پیہم بارش آب بقا میزاب رحمت سے — کٹورے بھر لیے تھے خضرؑ نے تسنیم جنت سے
صفیں مزدلفہ و میقات تک تھیں حور و غلماں کی — حرم میں کوندتی تھیں بجلیاں انوار یزداں کی
حجاب نور سے چمکی تجلی رحمت رب کی — غلاف کعبہ نے کھلی اتاری ظلمت شب کی
سپیدی صبح کی ضو پاشیاں کرتی نکل آئی — شعاع نور قصر آمنہؓ تک برمحل آئی!
ہوئیں تاریکیاں رخصت کی پنہاں بزم عالم سے — اذان صبح کی آواز آئی عرش اعظم سے
مچا غل ہر طرف تسبیح و تہلیل الٰہی کا — بجا ہر ساز سے نغمہ سلام صبح گاہی کا
درودوں کی زمزمہ ریزیاں تا عرش پہنچیں — شہ کون و مکاںؐ تک صدائیں سب کی پہنچیں
ادب سے قصر عبد المطلبؓ پر جبریلؑ آئے — بآواز جلی کچھ مختصر الفاظ فرمائے
گزارش کی بصد اخلاص اظہر یا رسول اللہ — حجاب قدس سے آؤ نکل کر یا رسول اللہ

زمانہ منتظر ہے یا شفیع المذنبیں آؤ:
حجاب نور اٹھاؤ رحمۃ للعالمیں آؤ

ربیع الاولیں کا پاک خوش منظر سہانا تھا — یہ روشن چاند شرح آیت "نور مبینا" تھا
مبارک بارھویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا — شرف کی رات عزت کی سحر توقیر کا دن تھا
یکایک بجلیاں چمکیں فضائے عرش اعلیٰ میں — دعائیں خلق کی پہنچیں حضور حق تعالیٰ میں
کھلا باب حریم راز یزدانی حجاب اٹھے — وہ جلوے تھے جو گم نور ازل میں بے نقاب اٹھے
ہوئی پر تو فگن بجلی درب وادی ایمن — نئے جلووں سے عبد المطلب کا گھر ہوا روشن
فراز عرش سے اترا عرب کا چاند کعبہ میں — یکایک پڑ گئے چہرے بتوں کے ماند کعبہ میں

نظر صورت جہاں کو خلق کے نوشاہ کی آئی
امانت آمنہؓ کی گود میں اللہ کی آئی

اثر صورت ملائک میں ہوا صل علیٰ پیدا — ہوئے محبوب حق یعنی محمد مصطفی پیدا

ہوئے الحمدللہ وہ حبیبِ کبریا پیدا — کیے اللہ نے جن کے لیے ارض و سما پیدا
خدا کا شکر، وہ تشریف لائے بزمِ ہستی میں — ہوئی جن کے لیے لاریب مخلوقِ خدا پیدا
عیاں جن کا شرف اگلے نبی سب کرتے آئے تھے — ہوئے وہ دورِ آخر میں نبی الانبیا پیدا
عیاں ہو گا دو عالم پر شرف جن کا قیامت میں — ہوئے وہ شافعِ کل، شافعِ روزِ جزا پیدا
مٹا الحاد و کفر و شرکِ باطل جن کے قدموں سے — ہوئے وہ مجتبیٰ، وہ مقتدا، وہ حق نما پیدا
وہ آئے جو فقیروں بے نواؤں کا سہارا ہیں — وہ آئے جن سے ہوتی ہے امیدِ بقا پیدا

وہ آئے جلوہ گاہِ دہر میں نورِ خدا بن کر
جہانِ معرفت میں جن سے ہے نور و ضیا پیدا

ہوئے نورِ خدا، آئینۂ نورِ خدا پیدا — ہوئے صلِ علیٰ خیر البشر، خیر الوریٰ پیدا
وہ آئے جب تو ہر جانب سے آوازِ سلام آئی — جدھر سے جو صدا آئی، باندازِ سلام آئی
وہ جب آئے تو بزمِ کن فکاں بھر سلام آئی — سلامی بن کے دنیا جانبِ خیر الانام آئی
ہوئے پہلے مشرف وہ سلامِ حضرتِ رب سے — سلام ان کو کیا جبریل نے پھر پیشتر سب سے
سلام ان کو کیا پھر ہر نبیؐ کی روحِ اطہر نے — سلام ان کو کیا سبوحیانِ عرشِ انور نے
سلام ان کو کیا باغِ جناں کے ہر فرشتے نے — سلام ان کی طرف بھیجا جہاں کے ہر سرشتے نے
سلام ان کو کیا حوروں نے غلمانِ جنت نے — سلام ان کو کیا انفاسِ قلبِ مطمئنہ نے
سلامی کے غرض نغمے تھے ہر آواز سے پیدا — سلامِ شوق کی تھی یہ صدا ہر ساز سے پیدا

سلام ان پر جو خلاقِ ازل کے نورِ اول ہیں
سلام ان پر خدا کے بعد جو دنیا میں افضل ہیں (تلخیص)

ـــــــــــ علامہ ضیاء القادری

عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ

مَحَبَّةَ رَسُولِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طبع بموافقة وزارة الإعلام
المملكة العربية السعودية
رقم ١١١٢/م/ج تاريخ ١٤٠٥/٣/٣٠هـ

الطبعة الثالثة
١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م

[ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب "عَلِّمُوا اَوْلَادَکُمْ مَحَبَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" (اپنی اولاد کو سرکار کی محبت کا درس دو) کا تیسرا ایڈیشن وزارتِ اعلام سعودی عرب کے زیرِ اہتمام ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ کتاب ۲۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور دو رنگوں میں چھپی ہے۔ پوری کتاب حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شدید جذبے کے تحت لکھی گئی ہے۔ کتاب جناب بشیر احمد غازی ڈائرکٹر جنرل آڈٹ پوسٹ ٹیلیگراف اینڈ ٹیلی فون کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ کتاب کے ایک باب "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ قارئینِ نعت کی محبتِ سرکار کی نذر ہے ـــــ ایڈیٹر]

الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف

تحریر: ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی
ترجمہ: محمد طفیل صاحب نیر

جب تک چاند گردش کرتا رہے گا اور ربیع الاول کے مہینے کی بارھویں رات کا چاند آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوتا رہے گا، کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی یاد سے معطر ہوتی رہے گی۔ اور روئے زمین کے مرشتے میں کروڑوں مسلمان آپ کے میلاد کا روح پرور اور ایمان افروز تذکرہ کرتے رہیں گے اس دن مسلمان بشیر و ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور آپؐ کے مناقب و صفات کا بیان کرتے ہیں۔ حضورؐ وہ نبیٔ اُمّی ہیں جن کی ذاتِ اقدس میں تمام صفاتِ کریمہ و کاملہ، اخلاقِ حمیدہ اور شمائلِ عالیہ نے تکمیل پائی۔ ان صفات اور عادات و اطوار نے اس قدر عروج حاصل کیا کہ وہ ذاتیت سے بلند و بالا ہو گئیں اور ایک اعلیٰ و ارفع نمونہ بن گئیں، جیسا کہ خدائے علیم و خبیر نے آپ کی شانِ اقدس میں فرمایا "لاریب، آپ خلقِ عظیم (کے مقام) پر فائز ہیں" (القلم ۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ولادتِ باسعادت کا بہترین استقبال یہ ہے کہ آپ کی سیرۃِ مطہرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس سے نوجوانوں کا رشتہ اُستوار ہو اور بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا خوگر بنایا جائے۔ سیرۃِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے طیّب و طاہر اہلِ بیت، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور اُن کی پیروی کی جائے۔

حق تو یہ ہے کہ سال کے مختلف اوقات میں اپنے بچوں کو سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خوگر بنانا چاہیے لہٰذا میں اپیل کرتا ہوں کہ اس عظیم تاریخ کو ان کے

قلوب و اذہان میں جاگزیں کیا جائے اور اس کے ساتھ ان کا گہرا تعلق پیدا کیا جائے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ سنّتِ مطہرہ کے ساتھ ان کا رابطہ پیدا کیا جائے اور جہاں تک ان کے ذہن یاد رکھ سکیں، اُن کو سنّتِ نبویؐ کے مطالعہ کا اسی طرح عادی بنایا جائے جس طرح ہم ان کو قرآن کریم کی قراءت کا عادی بناتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کا ربط جوڑتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ہمارا بہترین عمل سنّت کی اتباع اور آپ کی پیروی ہے اور صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے عمل کی پیروی ہے۔

میری والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتبِ سیرت کے مطالعے اور مجالسِ سیرت منعقد کرنے کا عادی بنا دیا۔ میری والدہ پڑھی لکھی تو نہ تھیں لیکن سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ازبر یاد تھی۔ وہ اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو تلقین کیا کرتی تھیں کہ وہ سیرتِ نبویؐ کا علم حاصل کرنے اور اسے پھیلانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اسی لیے اگر ہم مختلف وقتوں کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نوجوانوں کا اس کے ساتھ ربط قائم کریں اور انہیں اس کے مطالعے کی ترغیب دلائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو سننے کے لیے اجتماع منعقد کرنا ایک محبوب و پسندیدہ امر ہے اور اسلامی فضا میں اختلافات و انحرافات کے بغیر ان مجالسِ سیرت کے انعقاد میں بہت سی فضیلتیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذکر ہر وقت ہو رہا ہے اور سیرتِ طیبہ سننے کے ساتھ لوگوں کا تعلق برابر بڑھ رہا ہے۔ صرف ربیع الاوّل کا مہینہ ہی اس کے لیے خاص نہیں اگرچہ یہ وہ ماہِ مبارک ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنم لیا (آپ کی ولادت کے تذکرے میں) نیز اس میں ایک دعوت دینے والا، لوگوں کو قریب لانے، ان کو جمع کرنے، ان کی توجہ مبذول کرانے اور ان کے ذہنوں کا زمانے کے ساتھ تعلق جوڑنے کے زیادہ قابل ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگ زمانۂ حال کے ذریعے ماضی کو یاد کرتے ہیں اور حاضرینِ مجالسِ علم کو ان لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو موجود نہیں ہوتے۔

حقیقت تو یہی ہے۔ اگرچہ میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے ساتھ ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کا یہ تعلق قائم ہے، تاہم اہلِ علم کسی مخصوص رات کو میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن منانے کو سنت نہیں سمجھتے اور اس فعل کو ایک ایسی بدعت شمار کرتے ہیں جس کا ارتکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے نہیں کیا۔ مگر میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال ہر وقت اور ہر جگہ واجب ہے۔ اہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں کیونکہ خدائے عزّ و جل کا فرمان ہے "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! اس پر درود اور کثرت سے سلام بھیجا کرو۔" (الاحزاب: ۵۶) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی سیرت سے فرحت و مسرت حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے بہت سی بھلائیوں کا موجب ہے اس لیے کہ کافر بھی آپ کی ولادتِ باسعادت سے فیض یاب ہوا تھا۔ وہ کافر ابولہب تھا۔ اس نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنی تو بہت خوش ہوا اور اس خوش خبری پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں مرسلاً روایت ہوئی۔ اس کے متعلق حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی فرماتے ہیں "یہ ایک کافر تھا اس کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی (تَبَّتْ يَدَا) اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔ روایت میں ہے کہ پیر کو ہمیشہ اس کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے کیونکہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اسے خوشی ہوئی تھی لہٰذا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ساری عمر حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوش رہا اور ایک موحد کی حیثیت سے اپنے اللہ سے جا ملا۔"

امام بخاری نے صحیح بخاری میں اسے کتاب النکاح میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری میں نقل کیا ہے، امام عبدالرزاق الصنعانی نے المصنف میں (جلد ۷، ص ۴۷۸) حافظ نے الدلائل میں، ابن کثیر نے السیرۃ النبویۃ من البدایۃ میں (جلد ۱، ص ۲۲۴) ابن الدیبع الشیبانی نے حدائق الانوار میں (ج ۱، ص ۱۳۴) حافظ البغوی نے شرح السنۃ میں (ج ۹، ص ۷۶)، ابن ہشام اور سہیلی نے الروض الانف میں (ج ۵، ص ۱۹۲) العامری نے بہجۃ المحافل میں (ج ۱، ص ۴۱) روایت کی ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت جو اگرچہ ایک مرسل روایت ہے، قابلِ قبول ہے کیونکہ امام بخاری نے اسے نقل کیا ہے اور حافظ جیسے علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ یہ روایت مناقب و فضائل کے بارے میں ہے اور حلال و حرام پر بحث نہیں کرتی۔ مناقب اور احکام میں حدیث سے استدلال کرنے میں جو فرق ہے اس سے سب اچھی طرح واقف ہیں۔ جہاں تک کفار کا اپنے اعمالِ صالحہ سے فائدہ اٹھانے کا تعلق ہے، علماء نے اس پر کلام کیا ہے جس پر تفصیلی گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے۔ اصل حقیقت وہی ہے جو صحیح بخاری میں وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر ابوطالب کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔

دوم۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یومِ ولادت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اس دن آپ اس نعمتِ کبریٰ اور وجودِ مسعود کا شکر بجا لاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا اور جس سے ہر شے فیض یاب ہوئی تھی۔ اس تعظیم کا اظہار آپ روزہ رکھ کر فرماتے جیسا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "اس دن میری ولادت ہوئی تھی اور مجھ پر وحی کا نزول ہوا تھا۔" امام مسلم نے صحیح مسلم کی کتاب الصیام میں اس کو روایت کیا ہے۔

آپ کے یومِ ولادت منانے کے یہی معنی ہیں لیکن اس کی صورتیں مختلف ہیں مگر اس کا معنی موجود ہے خواہ اس کا مطلب روزہ رکھنا ہو یا کھانا کھلانا، یا آپ کے ذکرِ خیر کی مجالس منعقد کرنا ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہو اور آپ کی عادات و اطوار کے بارے میں سننا ہو۔

سوم۔ آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار پسندیدہ اور مطلوب ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فرما دیجیے کہ قرآن اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ نازل ہوتا ہے، اس پر انہیں خوش ہونا چاہیے" (یونس: ۵۸) لہٰذا اللہ تعالیٰ

نے ہمیں رحمت الٰہی پر خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" اور ہم نے تمہیں سب عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیا: ۱۰۷)

چہارم۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ دینی واقعات کے ساتھ زمانے کے تعلق کا لحاظ کیا کرتے تھے چنانچہ جب وہ زمانہ آتا جس میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا تو آپ اس کی یاد اور اس دن، وقت اور مقام کی تعظیم کے لیے موقع حاصل کرتے تھے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ اس روز اس لیے روزہ رکھتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نجات دلائی تھی اور ان کے دشمنوں کو غرق کیا تھا چنانچہ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کے شکریے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا" ہم تمہاری نسبت موسیٰ (علیہ السلام) کے زیادہ قریب ہیں۔" چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

پنجم۔ میرے یوم ولادت پر اللہ کے مقربین و مطلوبین کا درود و سلام مجھ پر بھیجا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے" بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اسے ایمان والو! تم بھی اس پر درود اور کثرت سے سلام بھیجو۔" (الاحزاب: ۵۶)

اس طرح جب بھی چاند نے گردش کی اور ربیع الاول کا مہینا طلوع ہوا میں نے اپنے آپ کو سیرت نبوی کی مشہور اور اہم کتابوں کے مطالعہ پر وقف کر دیا حتیٰ کہ سائے مغرب سے مشرق کی طرف ڈھل گئے اور تمام جانور شام کو لوٹ آئے اور تمام واقعات کو دہرایا ہے اور ان کی یاد تازہ کی ہے مثلاً نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور، واقعہ تحکیم، نیکیوں کی تبلیغ و دعوت، ہجرت، بت پرستی، شرک اور گمراہی کے خلاف تمام کامیاب تاریخی معرکے، اسلامی ریاست کا قیام، حجۃ الوداع اور اور اس کا خطبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال کی

وجہ سے سلسلۂ وحی کا انقطاع اور آپ کی وفات کے بعد کے واقعات۔

ہاں! میں اس ماہ مبارک میں جسے میلاد شریف کی وجہ سے دوسرے مہینوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہے، تاریخ کو اہمات کتب کے مطالعے میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ اگر دوران سال سیرت کے یہ واقعات آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں تو وہ ہمیشہ میرے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں۔ میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں، ان سے استفادہ کرتا ہوں اور ان کا سہارا لیتا ہوں۔ میں ان تمام عبرتوں اور نصیحتوں اور زندگی کے رویوں سے فیض یاب ہوتا ہوں جو سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو تعلیم و ارشاد کے طور پر بتائے ہیں۔

کل میری ایک ہمسائی میرے پاس آئی اور میں اپنے مطالعے میں مستغرق تھا میں جو کچھ پڑھ رہا تھا اس نے اس پر نظر ڈالی۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کے متعلق ایک باب تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ابن اسحاق جو سیرت نگاروں کے امام ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفیل کے مہینے ربیع الاول کی بارھویں شب کو تولد فرمایا۔"

پھر اس نے سوال کیا کہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں کیوں ہوئی اور رمضان المبارک کے کسی دن کیوں نہیں ہوئی جس میں قرآن کو نازل کیا گیا اور اس کو لیلۃ القدر کے ساتھ زینت عطا کی گئی یا کسی دوسرے حرمت والے مہینے میں آپ پیدا کیوں نہیں ہوئے جسے اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے روز ہی سے حرمت و عزت بخشی، یا پھر آپ کی ولادت ماہ شعبان میں کیوں نہیں ہوئی جس کی پندرھویں شب لیلۂ مبارکہ کہلاتی ہے۔"

میری ہمسائی نے اپنا سوال ختم کیا اور جواب کے انتظار میں میری طرف دیکھا میں نے دوسرے صفحے پر نگاہ ڈالی لیکن مجھے اس سوال کا کوئی جواب نہ ملا میں نے اس سے غور و فکر کرنے کے لیے کچھ مہلت مانگی۔ میں نے مسلسل اپنے آپ سے پوچھا کہ خالق عظیم نے اس عظیم القدر نونہال کو ربیع الاول ہی کی بارھویں تاریخ کو اس

دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس میں ضرور اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت بالغہ پائی جاتی ہے۔ لہذا اس پر غور و خوض کرنا ہمارا فرض ہے تاکہ ہم اس کی معرفت کا شرف حاصل کر سکیں اور اس سے استفادہ کر سکیں۔

میں سیرت کی امہات کتب کی ورق گردانی کرتا رہا اور اس حکمت بالغہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے علماء، مورخین اور محققین کے اقوال کا مطالعہ کرتا رہا۔ کئی کئی گھنٹوں کی مسلسل بحث کے بعد کتب سیرت نے مجھے اس کا جواب یوں دیا۔

پہلی وجہ:

حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پیر کے روز درخت کو پیدا کیا۔[2] اس روایت میں ایک بہت بڑی نصیحت مضمر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام وسائل رزق میں میوہ جات اور عمدہ چیزوں کو پیدا کیا ہے جن پر انسانی زندگی کی بنیاد ہے جو ہر درد کی دوا ہیں اور جن کی دید سے انسانی دل مسرت محسوس کرتے ہیں تاکہ انہیں خدائے دانا و حکیم کی حکمت کے مطابق ہر اُس چیز کو حاصل کرنے میں اطمینان ہو جس پر اُن کی بقا کا انحصار ہے۔

چنانچہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تمام کائنات کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[3] اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پیر کا دن ایک مبارک دن ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا شرف حاصل ہے۔ پیر کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "یہ وہ دن ہے جس میں میں تولد ہوا" یا آپ نے فرمایا "اس روز مجھ پر قرآن نازل ہوا"۔[5]

یعقوب بن سفیان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز پیدا ہوئے، اسی روز منصب نبوت پر فائز ہوئے اور پیر ہی کو حجر اسود رکھا گیا۔"

دوسری وجہ

ربیع الاول میں آپ کی ولادت شریف میں اس شخص کے لیے ایک واضح اشارہ ہے جو اسے اس ماہ کی کلمۂ ربیع کے مصدر سے نسبت کے حوالے سے سمجھتا ہے کیونکہ اس میں اُمت مسلمہ کے لیے نیک شگونی، بھلائی اور خوشخبری پائی جاتی ہے۔

شیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر آدمی اپنے نام سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اشخاص پر بھی ہوتا ہے اور دوسری چیزوں پر بھی۔ چنانچہ موسم ربیع میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتیں زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہیں اور رزق کے ذخائر جن پر انسانوں کی زندگی اور معیشت اور ان کے احوال کی بہتری کی بنیاد ہوتی ہے میسر آجاتے ہیں۔ اس میں بیج اور گٹھلیاں اور انواع و اقسام کے پودے پھوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ منظر ہر دیکھنے والے کو خوشی بخشتا ہے اور زبان حال سے ان کھیتوں کے پکنے کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتوں کے آغاز پر مسرت و شادمانی کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ مضمر ہے۔

چنانچہ اس مہینے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کئی اشارے لیے ہوئے ہے جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قدر و منزلت کی تعریف و توصیف کی طرف ایک اشارہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کائنات کے لیے ایک خوشخبری ہے اور لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کے خطرات کے مقابلے میں ایک رحمت ہے۔ اس میں بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپ نے انسانیت کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی ہے "اور بے شک تم سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہو"۔[1] (الشوریٰ: ۵۲)

تیسری وجہ

یہ آپ کی شریعت مطہرہ میں بھی عمدہ مہینا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصل ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے۔ اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے، نہ جھلس دینے والی گرمی۔ اس کی راتیں لمبی ہوتی ہیں، نہ دن اور یہ موسم خزاں جا رہے

اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی میں قیام اور ان کے دن روزے کے لیے سازگار ہوتے ہیں۔ یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔[۳]

چوتھی وجہ

خدائے حکیم و دانا نے چاہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے زمان و مکان کو مشرف فرمائے، نہ کہ آپ زمان و مکان کے ذریعے شرف حاصل کریں۔ ایسے زمانے اور مقامات بھی ہیں جن کو براہِ راست فضیلت اور عظمت و زینت بخشی گئی ہے۔ وہ زمانے اور مکان اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو اس وجہ سے عزت و احترام حاصل ہے کہ اس میں کثرت سے عبادات و اعمالِ صالحہ کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ چنانچہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان مبارک میں پیدا ہوتے تو بعض نا سمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے۔ لیکن خالق حکیم جل جلالہ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاول میں ہو تاکہ وہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جشنِ میلادِ نبوی[۴] کی بدولت خدائے علیٰ و قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو آپ کی خوشخبری سنائی تو اس کی زیبائش و آرائش کی گئی اور آپ کی بدولت گرد و غبار کستوری کی خوشبو بکھیرنے لگا۔

وہ ایسا دن ہے جس کی صبح زمانے پر فخر کرتی ہے اور جس کی شان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت روشن اور منور ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کو زندہ کرنا ہے۔ جب میلاد علم و عظمت کی مجالس میں منایا جاتا ہے اور اسلامی آداب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو اہلِ علم اس کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ کے معجزات، عادات و اخلاق اور سیرت و کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت کی پیروی کرنے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ آپ ہمارے آقا و سردار ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و خصائل اور آپ کی صفات کی معرفت آپ پر ایمان کو مستحکم بناتی ہے۔

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ دولتِ ایمان سے بہرہ ور دلوں میں آپ کی محبت کو اور راسخ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے "ہم تمہیں انبیاء کے قصے سناتے ہیں جن کے ذریعے سے تمہارے دل کو مضبوط بناتے ہیں"۔[۷]

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اسلام پر قائم رکھ، ان میں ایمان کی جڑوں کو گہرا فرما اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دولت عطا فرما۔

حواشی

۱۔ سید ڈاکٹر محمد علی علوی مالکی۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی[۲]
۲۔ ایضاً
۳۔ مسند احمد۔ ۲/۲۲۷
۴۔ سبل الھدیٰ والرشاد۔ از امام محمد یوسف الصالحی۔ ج ۱، ص ۴۰۶
۵۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام۔ حدیث نمبر ۱۹۱، مسند احمد ۲/۲۰۱، سنن ابی داؤد ۱/۱۴۱
۶۔ سبل الھدیٰ والرشاد۔ امام محمد یوسف الصالحی ج ۱، ص ۴۰۶۔
۷۔ ایضاً۔ ج ۱، ص ۴۰۷

ترجمہ: جناب محمد خلیل ضیغم
اسسٹنٹ ڈائریکٹر
پوسٹ ٹیلیگراف و ٹیلیفون آڈٹ، لاہور

سویرا ہو گیا

اے مسلماں تو مبارک ہو نوید فتح یاب   لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے اُمّ الکتاب
وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب   وہ عرب کے مطلعِ روشن سے اُبھرا آفتاب

گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی، کرن پھوٹی، سویرا ہو گیا

زلف کا پیغام پھر بادِ صبا دینے لگی   پھر زبانِ گل صدائے مرحبا دینے لگی
شہپرِ جبریل کی جنبش ہوا دینے لگی   صبح لہرا کے چلی شب راستا دینے لگی

مہر کا زریں سفینہ آسماں کھینے لگا
چرخ پہ دریا کے نور انگڑائیاں لینے لگا

خسروِ خاور نے پہنچا دیں شعاعیں دور دور   دل کھلے شاخیں ہلیں شبنم اُڑی چھایا سرور
آسماں روشن ہوا، کانپی زمیں پر موجِ نور   پو پھٹی، دریا بہے سنکی ہوا، چہکے طیور

نورِ حق فاراں کی چوٹی کو جھلکانے لگا
دلبری سے پرچمِ اسلام لہرانے لگا

گرد بیٹھی کفر کی، اٹھی رسالت کی نگاہ   گر گئے طاقوں سے بت، خم ہو گئی پشتِ گناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لا الٰہ   ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ

آتے ہی ساقی کے، ساغر آ گیا، خم آ گیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پہ تبسم آ گیا

—— جوش ملیح آبادی

احمدِ مصلحِ عالم ﷺ

اٹھ رہے ہیں چشمِ بیتاب نظارہ سے حجاب   چھٹ رہے ہیں مطلعِ فکر و تجسس سے سحاب
جو چلیں ذوقِ تصور کی نگاہیں کامیاب   رخ سے بیتابیٔ تمنا نے الٹ دی ہے نقاب

روشنی ہے آرزو و شوق کی قندیل میں
جلوہ گر ہے ایک صبحِ پُر ضیا تخییل میں

جس کی آمد باعثِ بیداریٔ انساں، وہ صبح   جس نے عالم کو دکھایا جلوۂ ایماں، وہ صبح
قصۂ روز و شبِ کونین کا عنواں، وہ صبح   ساتھ تھا جس کے درودِ رحمتِ یزداں، وہ صبح

ہاں وہ صبحِ پُر ضیا سرکار جب تشریف لائے
اس جہاں میں احمدِ مختار جب تشریف لائے

احمدِ مختار، مختارِ نظامِ کائنات   احمدِ مختار، ہادی و امامِ کائنات
احمدِ مختار، روحِ صبح و شامِ کائنات   احمدِ مختار پر لاکھوں سلامِ کائنات

ہائے کہ پتھر کو زباں دیتی ہے تیری اک نظر
ہائے کہ تیرے اک اشارے سے ہوا شق القمر

شافعِ روزِ قیامت، رحمۃ للعالمین   صاحبِ لولاک، مہمانِ سرِ عرشِ بریں
فخرِ عیسیٰؑ، نازشِ آدمؑ، امام المرسلیں   واقفِ رازِ نہانِ اولین و آخریں

رہبرِ لطفِ سراپا سیدِ خیر الانامؐ
برگزیدہ ہادیٔ عالی نسب عالی مقام

رنگ بدلا تھا بہت کچھ گلشنِ ایجاد نے — گُل کھلائے تھے جہاں میں ظلم نے بیداد نے
گھیر رکھا تھا دلوں کو کفر نے الحاد نے — انتہا کو چھو لیا تھا فتنۂ شدّاد نے

آدمی کے ذہن پر حیوانیت کا راج تھا
عالمِ انسانیت پر شیطنت کا راج تھا

پِس رہی تھی جہل کی چکّی میں یوں نوعِ بشر — مطلقاً باقی نہ تھی کوئی تمیزِ خیر و شر
اپنے ہی اوہام کے رکھے تھے بُت ہر گام پر — نظمِ تہذیب و تمدّن منتشر ، زیر و زبر

اپنی اولادوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لوگ
دشمنی میں آدمی کا خون پی لیتے تھے لوگ

یہ زمانہ تھا کہ شمعِ آگہی روشن ہوئی — آ گئی یعنی رُخِ انسانیت پہ تازگی
روحِ انساں کو ملا آخر قرار و دائمی — آفتاب ابھرا ، شبِ کفر و جہالت ڈھل گئی

موج زن ہر دل میں اک دریائے ایماں کر دیا
سیّدالابرارؐ نے انساں کو انساں کر دیا

آپؐ کے صدقے میں کتنے اغنیا پیدا ہوئے — اہلِ دل پیدا ہوئے ، اہلِ وفا پیدا ہوئے
بوذرؓ و بوبکرؓ اور شیرِ خداؓ پیدا ہوئے — محسنِ اعظم سے شبیرِ کربلاؓ پیدا ہوئے

پھول ہر سُو گلستانِ دہر میں کھلنے لگے
گوشے گوشے میں جہاں کے اہلِ حق ملنے لگے

آج پھر انساں ہے آمادۂ غارت گری — پھر بساطِ دہر میں پھیلی ہوئی ہے ابتری
خود پرستی ، خود ستائی ، خود نمائی ، خود سری — عام ہے دنیا میں رسمِ کمتری و برتری

پھر عطا ہم عاصیوں کو جذبۂ ایمان کر
اے خدائے ذوالمنن کے آخری پیغامبرؐ

—— منظر عارفی آبادی

* ظہورِ قدسی

نعتیہ نثر پارے

تحریر : پروفیسر محمد اقبال جاوید گوجرانوالہ

جس طرح "قامتِ زیبا" کسی سروِ رواں کی قیامت آفرینیوں کا غمّاز ہوا کرتا ہے ، اسی طرح کسی صاحبِ اسلوب نثر نگار کی تحریر خود بولتی ہے کہ وہ کس قلم کے خرامِ ناز کا حاصل ہے ، صاحبِ طرز کہتے ہی اس کو ہیں جو لاکھوں میں ایک ہو اور ہزاروں میں پہچانا جائے اور جسے لُٹ جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ جس کے پاس جو ہو وہ اُس کا اپنا ہو اور جس کا فکری گداز اُس کی شخصی بصیرت سے ہم آہنگ ہو گیا ہو۔ شبلی نے محمد حسین آزاد کو اسی لیے "خدائے اردو" کہا تھا کہ آزاد کی نثر شعر کو شرماتی ، تخیّل کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی چلی جاتی تھی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سرسیّد معقولات کے بغیر ، نذیر مذہب کے بغیر ، شبلی تاریخ کے بغیر ، حالی سوانح نگاری کے بغیر نامکمل سے ہیں لیکن آزاد کا اسلوب اُن کا اپنا ہے ، انہیں اپنی عظمت کے لیے کسی چیز کے چھن جانے کا ڈر نہیں —— ادب کو کسی نے "آسمانی دوشیزہ" کہا تھا جس کا کام منتر پھونکنا اور ارضی برائیوں کو مٹانا ہے۔ منتر پھونکنے سے مراد تاثر کی وہ کیفیت ہے جو دل میں تیر بن کر ترازو ہو جاتی ہے مشاہدات و واردات کے حسین اظہار کا نام ادب ہے۔ گویا ادب ایک حقیقت ہے اور حقیقت ہر نوع حُسن ہوا کرتی ہے اور حُسن نگاہوں سے خود بخود لپٹتا اور بے ساختہ دل میں اُتر جاتا ہے۔ ایک خوبصورت تحریر قاری کو قدم قدم پر دعوتِ لغزش دیا کرتی ہے —— بے اختیاری اور خود سپردگی کا ایک والہانہ پن سا ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ

کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ورنہ کتنے ہی "باتخلص" حضرات ہیں کہ اُن کے "نثر نما اشعار" پڑھ کر، نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے اور دورِ حاضر کی علمی کم مائیگی کا المیہ یہ ہے کہ تمام تر بے کیفیوں کے باوجود بھی ان اشعار میں "غزل" ڈھونڈی جاتی ہے، اور دوسری طرف کتنے ہی صاحب قلم ہیں کہ اُن کے نثری جملوں پر بھی تغزل کی ایمائیت جھومتی ہے، جبکہ رونا اس بات کا ہے کہ اس اندازِ تحریر کو تخیال باہر ٹھہرایا جاتا ہے۔

یہ تمہید قلم سے بے ساختہ اس لیے نکل گئی کہ مقصود اردو کے بعض صاحب اسلوب نثر نگاروں کے اُن ادبی شہ پاروں کا تذکرہ ہے جو ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتے ہی اُن کے قلم سے موتیوں کی طرح بکھرے، کلیوں کی طرح مسکرائے، پھولوں کی طرح مہکے اور ستاروں کی طرح چمکے —— گلوں کی یہ انجمن اور ستاروں کی یہ کہکشاں دائمی اور ابدی ہے، کہ یہ اُس وجودِ نازک تشریف آوری کا تذکرہ ہے جس کا جلوہ صبحِ ازل کی ضو اور شامِ ابد کی لو ہے۔ جو تکوینِ کائنات کا ایک دلآویز سبب ہے۔ جس کے پاؤں کی ٹھوکر سے ہزاروں خضر ابھرتے تھے، جس کی رفتار سے تاریخ کے رُخ موڑتی اور تمدّن کے رُخ نکھارتی چلی جاتی ہے، جس کے نطقِ عنبر فشاں کا فیض ہے کہ آج بھی کون و مکاں کو نکہتیں عرب کے صحرا سے ملتی ہیں، جس کے کوچے کو چھو کر گزرنے والی ہوائے مشکبو سے دل کے غنچے نمو پاتے اور روح کے آنگن مسکراتے ہیں۔ جس کے محاسن کی دھنک آج بھی پُر فشاں اور جس کے نقوشِ پا کی چمک آج بھی منزل نشاں ہے —— یہ اُس وجودِ ذی جود کی آمد کا ذکر ہے، جس نے مسکن کی قسم ربّ دوجہاں کھاتا اور جس کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُڑنے والی دھول اور بکھرنے والے شراروں کو تفہیمِ مطالب کے لیے شاہد بناتا ہے —— ازل نے اِسی ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نغمہ ترانوں کی آغوش میں انگڑائی لی، زمانہ انہی ترانوں کے طفیل رواں دواں ہے اور ابد انہی کے لیے گوش بر آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ حیّ و قیّوم ہے اور خدائے لم یزل کے آخری نبی کے ذکرِ جمیل کو زوال نہیں ہے —— آسمان رفیع و بلند ہے کہ اس نے اِسی آستانِ نبوت کو بوسہ دیا ہے اور زمین ارجمند ہے کہ وہاں بارگاہِ رسالت نور بداماں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس موجوداتِ عالم کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹/۱۲ ربیع الاول، سنہ عام الفیل کو موسمِ بہار میں، دوشنبہ کے دن، صبحِ صادق کے عین بعد، حضرت آمنہ کی گود میں امین بن کر تشریف لے آنا بھی ایک عظیم ترین واقعہ ہے۔ جو غیر معمولی حالات کے جلو میں جلوہ گر ہوا۔ اُس وقت پوری دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا ایک عبرتناک مرقع بن چکی تھی، آپ کی آمد کے ساتھ ہی ایوانِ کسریٰ کے فلک بوس کنگرے زمیں بوس ہو گئے، فلسطین کا بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا، فارس کا آتشکدہ بجھ گیا جس کی آگ ایک ہزار سال سے مسلسل فروزاں تھی، قیصر اور کسریٰ دونوں کو خواب میں تنبیہ ہوئی کہ سنبھل جاؤ ورنہ تمہارے گرنے اور جھکنے کا وقت آگیا ہے —— رضاعت سے لے کر لڑکپن تک اور لڑکپن سے لے کر عالمِ شباب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ناظرین و سامعین کے لیے اعجاز آفریں اور موجبِ تحیّر رہے۔ اعلانِ نبوت سے وفات تک آپ کا ہر قدم تاریخ ساز، ہر قول ہدایت نما، ہر فعل نقشِ جادہ داں، اور ہر نقش خزاں بخت دنیا کے لیے موجِ بہار ثابت ہوا۔ چنانچہ گمراہ انسانیت کے خود ساختہ خدا ٹوٹے اور زندگی کی کمزور شاخوں سے اُمید و یقین کے غنچے پھوٹے۔ آپ ہی کے فیضِ نگاہ سے عقل صاحبِ اسرار بنی اور عشق تیغِ جوہر دار۔ یوں، ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تاریخی واقعہ ایک وسیع پس منظر بھی رکھتا ہے اور ایک رفیع پیش منظر بھی۔

ولادت با سعادت کے اِس اہم تاریخی واقعے کا تذکرہ ہو اور اُسے رقم کرنے والی کوئی صاحبِ دل اور صاحبِ اسلوب شخصیت ہو تو پھر اس کے خامۂ عنبر شمامہ کی اداؤں کا جلوہ فی الواقع دیدنی ہونا چاہیے۔ گو خیال کی یہ برنائی اور تحریر کی یہ رعنائی بھی قلم کا اپنا فخر نہیں بلکہ ذکرِ محبوب ہی کی عطا ہے —— کہ نگاہوں میں بصارت ہے تو اُسی ذات سے؛ دلوں میں بصیرت ہے تو اسی نام سے، خیال میں زیبائی ہے تو اُسی تصوّر سے، فکر میں حسن ہے تو اُسی جمال سے اور قلم میں نور ہے تو اسی بیان سے

نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شہ کونین ؐ
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح

شبلی نعمانی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، علم و دانش کی ایک دنیا اُن کے پیکرِ خاکی میں سمٹ گئی تھی۔ اُن کے قلم کا خطیبانہ شکوہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اور وہ حُسنِ ادا کے پیرہن میں شکوہِ دلائل کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ سیرت النبی ؐ (جلد اوّل) ان کی ایک تاریخی کاوش ہے۔ سید سلیمان ندوی راوی ہیں کہ اُن کے والد ماجد کو خواب میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرۃ النبی ؐ پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ یہ سیرت مورخانہ بصیرتوں کے اعتبار سے کتبِ عالم میں شمار ہوتی ہے۔ گو شبلی نے اپنی تحریر میں اعتدال اور سلامت پیدا کرنے کی سعی کی ہے کہ یہ تاریخ نویسی کا تقاضا تھا، مگر جب وہ ولادت باسعادت کے مقام پر پہنچے تو اُن کا قلم اہلِ ذوق کو ایک ایسی خوبصورت تحریر دے گیا جو عقیدت اور انشاء کی دنیا کا ایک شہ پارہ ہے۔ تحریر کے تیور دیکھیے:

"چمنستانِ دہر میں بار ہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں، چرخِ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سالِ دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے، سیارگانِ فلک اسی دن کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ چرخِ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبحِ جاں نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم ؑ، جمالِ یوسف ؑ، معجز طرازیِ موسیٰ ؑ، جاں نوازیِ مسیح ؑ ——— اسی لیے تھے کہ یہ متاعِ گراں ارز، شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہ صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چودہ

کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں، بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں، بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے ——— توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا ——— یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین ؐ

شستہ نہ مسند ہفت اختراں / ختمِ رسل ؐ، خاتمِ پیغمبراں ؐ
احمدِ مرسل کہ خرد خاکِ اوست / ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
اُمّی و گویا بہ زبانِ فصیح / از الفِ آدم ؑ و میمِ مسیح ؑ
رسمِ ترنج است کہ در روزگار / پیش دہد میوہ، پس آرد بہار

عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم"

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ایک صاحبِ کردار مبلغِ اسلام تھے۔ رحمۃ للعالمین ؐ اُن کی ایک ایسی تصنیف ہے، جس میں عقیدت، تاریخی صداقتوں کی انگلی تھام کر چلتی اور محبت، واقعیت کے سانچے میں ڈھل کر دلوں میں اترتی ہے۔ وہ قابلِ قدر محققانہ اور مورخانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں دس دورکے مسجدِ نبوی کے امام نے، عالمِ رؤیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہدایت کے مطابق اس مہمانِ بارگاہِ رسالت ؐ کی جوتیوں کو اپنے ہاتھوں سے سیدھا کیا تھا۔ آپ کی دعا تھی کہ "اے مولا! مجھے ایسے وقت اپنے حضور میں بلانا جب میں دنیا کی ہر آلائش سے پاک ہوں"۔ آپ حجِ بیت اللہ (۱۹۳۰ء) سے لوٹ رہے تھے کہ بحری جہاز ہی میں بلاوا آ گیا، مولانا اسماعیل غزنوی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو سمندر کی صافت

لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر مولانا غلام رسول مہر نے اپنے سفرنامۂ حج کے آخر میں کیا ہے —— ایسے پاکیزہ انسان کا شفاف قلم حبیب ولادت باسعادت کا ذکر کرے گا تو اس کے جمال کے کمال کا اندازہ کیسے ہوگا؟ —— ایک جھلک دیکھیے:

"جب سورج کی روشنی ذرہ پر پڑتی ہے تو وہ چمکنے لگتا ہے لیکن اس کی چمک کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سورج بھی اتنا ہی روشن ہے جتنا یہ ذرہ۔ یہ تحریر حضورؐ کی خوبیاں اتنی ہی دکھلاتی ہے جتنی ذرہ سورج کی روشنی کو دکھلایا کرتا ہے —— بہار کا موسم تھا، صبح صادق کی روشنی پھیل چکی تھی۔ سورج ابھی نہیں نکلا تھا کہ ماہ ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو سرورِ کائنات پیدا ہوئے۔ دن دوشنبہ کا تھا۔ حضورؐ کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ عبودیت حضورؐ کے خون میں شامل تھی۔ حضورؐ کی والدہ محترمہ کا نام آمنہ خاتون ہے۔ ان کے شکم میں حضورؐ نے پرورش پائی۔ حضورؐ کی دایہ کا نام حلیمہ ہے۔ حلم اور بردباری کا دودھ حضورؐ نے پیا —— آفتاب کی سپید و صاف روشنی کائنات میں نور و حرارت پیدا کرنے والی ہے۔ علماء نے اس روشنی میں سات مستقل رنگ معلوم کیے ہیں۔ اور جب ان ساتوں نے بحکم وحدت یکجا ہو کر عالم افروزی کی، تب اس کا نام ضیائے آفتاب ہوا۔ قرآن مجید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراج منیر کہا ہے اور یہ بتلا دیا کہ حضورؐ کی ذات گرامی میں ہفت اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک نزدیک و دور کا باصرہ افروز و بصیرت افزا ہے۔"

جب تک قصص القرآن اور بلاغ المبین کے اوراق تابندہ ہیں، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی زندہ ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام دائمی ہے اس لیے اس پیغام کے مبلغ بھی ابدی ہیں۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ اسلام کلکتہ سے منسلک ہوگئے۔ ابوالکلام آزاد اس انجمن کے سرپرست تھے۔ اس رفاقت نے ان کے ادبی ذوق کو تابندہ تر کر دیا۔ ان کا اسلوبِ تحریر گو سادہ، رواں اور واقعاتی ہے مگر ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر آتے ہی، ان کا قلم نثر میں مترنم ترانہ شروع کر دیتا ہے۔

"خدایا، وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی جس نے کائنات ارضی کو رشد و ہدایت کے طلوع کا مژدۂ جاں فزا سنایا۔ وہ ساعت کیسی مبارک و محمود تھی جو معمورۂ عالم کے لیے پیغامِ بشارت بنی۔ عالم کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آ پہنچا کہ اب دنیائے ہست و بود کی شقاوت دور اور سعادت مجسم سے عالم معمور ہو، ظلمتِ شرک و کفر کا پردہ چاک اور آفتاب ہدایت روشن اور تابناک ہو، مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور خدائے واحد کی توحید حیات قرار پائے —— خدا کے قانونِ ہدایت و ضلالت نے پھر ماضی کی تاریخ کو دہرایا اور غیرتِ حق نے فطرت کے قانونِ ردِ عمل کو حرکت دی یعنی آفتاب ہدایت، برجِ سعادت سے نمودار ہوا اور چہار جانب چھائی ہوئی شرک و جہالت اور رسم و رواج کی تاریکیوں کو فنا کر کے عالم ہست و بود کو علم و یقین کی روشنی سے منور کر دیا۔"

النبی الخاتم، مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس کتاب کا حرف حرف بصیرت افروز اور صداقت نشان ہے۔ شاعرانہ لب و لہجے کے ساتھ ساتھ صداقتوں کو ابھارتے چلے جانا، اسی مردِ حق آگاہ کا کارنامہ ہے۔ یہاں لفظ لفظ نگینہ ہے اور ہر نگینے کی اپنی اپنی چمک ہے۔ نثر میں اگر "سہلِ ممتنع" کی اصطلاح چل سکتی تو مثال کے لیے النبی الخاتم کے فقرے کام آتے۔ مولانا کے قلم کی گوہر فشانیاں کہیں سنگینی اُبلتی ہیں، کہیں بھڑکتا شعلہ، کہیں برستا بادل، کہیں چمکتی بجلی —— ان کا تصور قرنِ اول میں گھومتا، خیالِ قرآن سے موتی چنتا اور قلم تاریخ سے بصیرت لیتا چلا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے۔ سلام ہو ان پر کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجیے کہ ان میں جو بھی آیا جانے ہی کے لیے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا، وہی جو اُٹھنے کے بعد پھر کبھی نہ ڈوبا۔ چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور انہیں کو جاننا ہی چاہیے کہ جنہیں کتاب دی گئی

اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے۔ برگزیدہ ں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے، اور اس کے سوا کس کو ہو سکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اُسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جاتے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اُسی کے اور اُسی کے دن کے لیے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست سے یقیناً ہمیں اختلاف ہے مگر ان کی علمیت ہمارے ادب کا ایک پُرشکوہ سرمایہ ہے۔ اُن کی سوچ کا انداز بھی سب سے الگ تھا۔ اُن کے مزاج کی اُفتاد بھی جداگانہ تھی۔ اور اُن کے قلم کی پُربہار گلکاریاں بھی اُنھی سے خاص تھیں۔ اُن کی تحریر پر ذوقِ سلیم رشک تو کر سکتا ہے مگر کوشش کے باوجود اُس اندازِ نگارش کو اپنا نہیں سکتا۔ اُن کی تحریر ایک لطیف آرٹ ہے یا سحرِ حلال ، نیاز فتحپوری نے یونہی نہیں کہا تھا کہ ابوالکلام کا لب و لہجہ اور آپ کا اندازِ بیان اور اللہ مجھ سے تو وداعِ جاں چاہتا ہے۔ اگر آپ کی زبان میں مجھے کوئی گالیاں بھی دے تو میں اس کو ہر وقت چھیڑا کروں کہ ع پھر تو لگے کی دیر سوال و جواب میں

ایک مقام پر میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے آزاد ، رنگ و نور کی کہکشاں یوں سجاتے ہیں :

" جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے، ٹھیک اسی طرح روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لیے ترستی ہے تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لیے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے ظہورِ حق و صداقت کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اُس وقت روحِ انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اُسے زندگی بخشتی ہے، وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت پھر اُسے اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

عالمِ انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلابِ عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کا ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعتِ ربانی کے ارتقاء کا مرتبۂ آخری تھا۔ یہ سلسلۂ ترسیل و نزولِ صحف کا اختتام تھا۔ یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ اُمتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ وسلم۔"

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریروں کو ہوا رُک کر، فضا تھم تھم کر اور ستارے جھک جھک کر سنا کرتے تھے۔ بقول چراغ حسن حسرت "اُن کی تقریر بھی غزل ہوتی تھی"۔ وہ منکرینِ ختمِ نبوت کا اُن کی قبروں تک تعاقب کیا کرتے تھے۔ انہی کی سحر آفریں خطابت نے چودھری افضل حق کی کایا پلٹ دی۔ شاہ جی کے الفاظ ذہنوں کی گرد جھاڑتے اور دلوں کو اجالتے چلے جاتے تھے۔ وہ اپنی ایک تقریر میں ولادت باسعادت کے ذکر کے ساتھ ہی مقامِ رسالتؐ کو یوں متعین اور واضح کرتے ہیں۔

"میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا نے جس قوم کو آمنہ کا لعل دیا ہو، جسے امام الانبیاء فخرِ رسل، باعثِ کُل، پیغمبرِ آخر الزماںؐ ملا ہو اُسے اور کیا چاہیے۔

——— پورا قرآن، اسلام، احادیث، ائمہ کی محنت، یہ سجادے، یہ تصوف، یہ بس حضور ہی حضورؐ ہیں۔ وہ بیچ میں اگر ختمِ نبوت پر بال آ گیا تو پوری عمارت

نیچے آگرے گی۔ خدا خدا نہیں رہے گا، لوگ اور ہی بنائیں گے

توحید را کہ نقطۂ پرکارِ دینِ ماست
دانی؟ کہ نکتہ ز زبانِ محمدؐ است

بلا واسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ کعبہ میں جو صحفِ ابراہیم و موسیٰ کی درس گاہ تھا، اس میں تین سو ساٹھ پتھر لا رکھے۔ پھر آمنہ بی بی کے ہاں لال آیا اور عبداللہ کا چاند طلوع ہوا تو ان کا گھر صاف ہوا۔ محور ہی اُنؐ کی ذات ہے مجھے کچھ اور سوجھ نہیں سکتا۔

در پہ بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر
ہائے کس طرح کی پابندی ہے

وہ ماں ہی مرگئی ہے جو نبی جنے۔ مشاطۂ ازل نے تیری زلفوں میں کنگھی ہی توڑ دی۔ اب کنڈل تو باقی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دیوانے بن جاؤ، عقل کو جواب دے دو۔ ختمِ نبوت کی حفاظت عقل کا نہیں، عشق کا مسئلہ ہے۔ صحابۂ کرام صحیح معنوں میں دیوانگانِ محمدؐ تھے۔ بس

خسرا باتیاں مے پرستی کنند
محمدؐ پژوہند دستی کنند

زندگی کی آزمائشوں نے چودھری افضل حق کے شب و روز کو پُرسوز اور اُن کے قلم کو پُربہار بنا دیا تھا۔ اُن کی تحریر کے صوری حُسن میں قاری اولاً کھو سا جاتا ہے اور جب اُسے ہوش آتا ہے تو بصائر و معارف پھلتے، پھولتے اور پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ محبوبِ خدا میں افضل حق نے عشق و ارادت اور تاریخی حقائق کو جو ادیبانہ رنگ اور شاعرانہ آہنگ دیا ہے، اس نے اس مختصر سی کتاب کو اختراعِ فائقہ اور ادبِ عالیہ بنا دیا ہے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہوئے اُن کا قلم ایک عجیب انداز سے قاری کے ذہنی اُفق پر تابانیاں بکھیرتا اور دل کی وادیوں کو کیف و سرور کی شفق عطا کرتا ہے،

"دنیا نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ راہ سے بھٹکی ہوئی آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں سے روشنی کی کرن پھوٹے وہ کفر کے اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے قدم اٹھا رہی تھی۔ وہ چند قدم چل کر رک گئی، سربراہ دو زانو ہو کر عالمِ یاس میں سینے پر ہاتھ باندھے، گردن جھکائے مصروفِ دعا ہو گئی اور نہایت عجز اور الحاح سے بولی "اے نور و ظلمت کے پروردگار! میں غریب اس پُرہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں؟ اے آقا! اپنے کرم سے اس نور کا ظہور کر جو ظلمت کدۂ دہر کو منور کر دے، وہ نور پیدا کر جو بے بصر کو طاقتِ دید دے دے۔" اس نے آمین آمین کہہ کر سر جھکایا۔ یک بیک اس کے دل میں خوشی کی لہر اُٹھی اور اس کے رخسار، نوشگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے۔ کیونکہ اسے قبولیتِ دعا کا القا ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں اٹھائیں۔ کفر کی گھٹائیں چھٹ رہی تھیں۔ افقِ مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دلکش پو پھٹ رہی تھی۔ آفتابِ ہدایت کے طلوع کی تیاریاں ہو رہی تھیں ——— ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاول دو شنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیوں میں معروف تھے کہ آج دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا بن کر دنیا میں ظاہر ہوں۔ حوریں جنت میں تزئینِ حسن کے لیے بیٹھی تھیں کہ آج صبحِ کائنات کا غازہ نمودار ہو گا جس کے عالمِ وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔"

آغا شورش کاشمیری، شاعرانہ اور خطیبانہ لب و لہجے کے ایک قدآور ادیب تھے احسان دانش نے اُن کو سہارا دیا، تاجور نجیب آبادی نے سنوارا، ابوالکلام آزاد نے شعور بخشا، اقبال نے فکر دیا، ظفر علی نے اس فکر کو صحیح رخ عطا کی اور عطاء اللہ شاہ بخاری کی صحبت نے ان کو زبان اور اُن کے قلم کو خارہ شگافی کی صلاحیتیں بخشیں مگر اس تقلید و اکتساب سے اُن کی انفرادیت دبنے کے بجائے نکھری اور نکھرتی ہی چلی گئی۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا سرمایۂ افتخار تھا۔ ختمِ نبوت کے سلسلے میں ان کی جاں گداز سعی اور مخلصانہ استقامت تاریخ کا ایک ولولہ انگیز باب ہے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قلم کو رعنائی اور فکر کو توانائی ملتی تھی۔ وہ ایک

مقام پر ولادتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اس والہانہ سرمستی اور والہانہ وقار کے ساتھ کرتے ہیں کہ اُسے پڑھ کر ذوقِ سلیم مدتوں مسحورِ لذت رہ سکتا ہے۔

"سلام پہنچے، آمنہ کے اس لال کو جس نے ہمیں اپنی رحمۃ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشورکشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالامال کیا۔ جس پر قرآن کریم ایسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستانِ کونین کے پھولوں نے ہنسنا سیکھا۔ جو اُٹھا تو پہاڑوں نے سربلندی پائی۔ جس کے خرامِ ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی کیا ——— جو نور میں سب سے پہلے ——— اور ——— ظہور میں سب سے آخر تھا ——— جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا۔ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا۔ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹاڈالی۔ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا۔ اور تقویٰ، دیانت، فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا ——— !

سلام پہنچے ——— اُس محسنِ کائنات کو جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے جس کا عشق ہمارا قبلۂ مراد اور کعبۂ ذوق ہے ——— جو تمام نبیوں میں آخری نبی ہے جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انہیں نقشِ آب کی طرح محو کر دیا ——— جو بظاہر گنبدِ خضریٰ میں سو رہا ہے لیکن جس کی چشمِ نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے ——— ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضور کی ثنا کر سکیں۔ یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔"

یہ اقتباسات ادبِ عالیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں شاعرانہ لطافتوں کی جمالیاتی تب و تاب بھی ہے اور حقائق و معارف کے لولوئے لالا بھی۔ انہیں محض مرصّع تراکیب اور مقفیٰ اظہار کا آمیزہ قرار دے کر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ محض لفظوں کا حسن ہوتے تو کبھی کے گلدستۂ طاقِ نسیاں بن گئے ہوتے کہ مفہوم کے بغیر لفظ اور خوشبو کے بغیر پھول اپنے آپ کو تادیر قائم نہیں رکھ سکتا۔ مفہوم کی یہی دلکشی اور خوشبو کی یہی دلربائی ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اگر کسی نمائندہ اقتباس کی ضرورت پیش آتی ہے تو نگاہ اسی ایک صفحے پر جا ٹکتی ہے جس کا عنوان "ظہورِ قدسی" ہے ——— آج فارسی اور عربی کے زوال نے اردو سے اس کا حقیقی جمال چھین لیا ہے۔ ادبی نقطۂ نظر سے نئی پود کورِ ذوق ہو کر رہ گئی ہے ——— حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون میں جو "منثور نعتیں" پیش کی گئی ہیں، اُن کے الفاظ لعل و جواہر سے بھی گراں ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے ٹھیک ہی لکھا تھا کہ "جہاں نیا خیال پیدا ہوتا ہے، وہاں نیا لفظ خودبخود پیدا ہو جاتا ہے، ہر جان اپنا جسم خود ہمراہ لاتی ہے"۔ گویا سماوی افکار کے لیے زبان بھی سماوی ہوا کرتی ہے ——— سچا قلم جب سچائیوں کی ترجمانی کرتا ہے تو اس کی نواؤں کو بقائے دوام کی فضیلت مل جایا کرتی ہے ——— ایسی ہی نثری معجز نگاریوں کو پڑھ کر محمد شیر افضل جعفری کی یہ شاعرانہ تعلّی کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگتی ہے:

چُنتا ہوں رُخِ وقت پہ الہام کی افشاں
اپنا بھی قلم حضرتِ جبریل کا پَر ہے
کیوں زندۂ جاوید نہ ہو میرا تغزّل
میں خضرِ ادب ہوں، مری تخلیق امر ہے

ان نعتیہ نثرپاروں کے خالق منوں مٹی کے نیچے جا چکے ہیں، موت کے ہاتھوں اُن کی آنکھیں بند، نطق چپ اور قلم ساکت ہو چکے ہیں۔ مگر اُن کی تحریریں بول رہی ہیں۔ اُن کے ادب پاروں کی تابانیاں، رفعتِ عقیدت اور سنگینیٔ گردشِ ایّام پر خندہ زن ہیں ——— یہ فیض ہے اُس ذاتِ اقدس کا جس کی چوکھٹ پر وہ ثناخواں رہے ہیں۔ اور جہاں سے کبھی کوئی مایوس نہیں لوٹا۔ وہاں تو سکوت بھی بار پاتا اور آہوں کو بھی پذیرائی ملتی ہے۔ اُس دربارِ گوہربار میں تو آنسوؤں کے قطرے بھی حروفِ نیاز بن کر جگمگاتے ہیں۔ وہاں تو اَن کہی بھی سنی جاتی ہے۔ یہ تو پھر عقیدت کے بول ہیں کہ صفحۂ قرطاس پر آج بھی گونج رہے ہیں۔ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم اور صاحبِ قلم دونوں

کو جاوداں کر دیا ہے۔

ہوتا ہے جن میں نامِ رسولِ خدا بلند
اُن محفلوں کا مجھ کو تو گنبد کر دیا
سرکارِ دو جہاں کا بنا کر مجھے غلام
میرا بھی نام تا بہ ابد زندہ کر دیا

(مولانا ظفر علی خاں)

مراجع :

۱۔ حیاتِ محمد — محمد حسین ہیکل
۲۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا — سید قاسم محمود
۳۔ رحمۃ للعالمین — محمد سلیمان سلمان منصورپوری
۴۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۱۹
۵۔ اسوۂ حسنہ — محمد سلیمان سلمان منصورپوری
۶۔ مہک سیرت نمبر — گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ
۷۔ سفرنامۂ حجاز — غلام رسول مہر
۸۔ "پیشوا" دہلی ۔ رسول نمبر (۱۹۲۹ء)
۹۔ الاسماء الحسنیٰ — محمد سلیمان منصورپوری
۱۰۔ شہیدِ اعظم — سید ریاض علی ریاض
۱۱۔ نوادراتِ حضرت امیرِ شریعت
۱۲۔ چٹان سیرت نمبر — آغا شورش کاشمیری
۱۳۔ محبوبِ خدا — چودھری افضل حق
۱۴۔ ولادتِ نبوی — ابوالکلام آزاد
۱۵۔ دبستان — خلیق دہلوی
۱۶۔ النبی الخاتم — مناظر احسن گیلانی
۱۷۔ سیارہ ڈائجسٹ — رسول نمبر
۱۸۔ محاسن کلامِ غالب — ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری
۱۹۔ سیرۃ النبی — شبلی نعمانی

عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک

عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے

مزید نثر پارے

[آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری، خالقِ کائنات کا امتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ مسرت و ابتہاج کے اس موقع پر ہر آدمی انبساط اور خوشی کا اظہار کرتا ہے اپنے اپنے انداز میں اپنے اپنے طریق پر۔ مسلمان ادبا کے قلم اس تقریبِ سعید کی مناسبت سے صفحۂ قرطاس پر سجدۂ شکر کرتے ہیں تو محبت و ارادت کے نشے میں مخمور دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ اہلِ قلم کا ذکر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مضمون میں کیا ہے "ظہورِ قدسی" ہی کے حوالے سے چند اور اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ——— ایڈیٹر]

خواجہ حسن نظامی

"ایک سو ایک ضرب اللہ اللہ کی سلامی دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آنکھیں مژگاں کی سناں اور ابرو کی تیغ سنبھالے، ادب سے پتلیاں جھکائے کھڑی رہیں۔ زبان درود کا بینڈ بجائے۔ بدن کی سب رگوں کو حکم دو کہ صلواتی بینڈ میں یک جان ہو کر سُر ملائیں، یہاں تک کہ ہر بُن مُو سے نعرہ "صلی علیٰ محمد" نکلنے لگے۔ روزہ کی عید، حج کی عید، دونوں دست بستہ آئیں اور عیدِ میلاد کا خیر مقدم کریں۔۔۔

غریبوں مظلوموں کے غمگسار، سرکشوں اور ظالموں کے زیر کرنے والے، وہی جن کا نام لینے سے ہمارے خون میں حرارت اور دل میں جوش پیدا ہوتا ہے، ایسے برگزیدہ اور پاکیزہ وجود کے ظاہر ہونے کا وقت ہے کہ آسمان، زمین، شجر و حجر کیف میں ہیں، پھر تم اے مسلمانو! یومِ ولادت کو قومی تہوار کیوں نہیں بناتے؟"

علامہ راشد الخیری

"رات کا دورہ ختم ہو چکا۔ آسمان نے کروٹ بدلی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائران خوش الحان یتیم عبداللہؓ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی۔ روشنی اندھیرے پر غالب آئی، صبا اٹکھیلیوں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرطِ مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ آمنہؓ کے لال (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساطِ ارضی کو چوما۔ ہوا نے اُس مقدس نام کی تسبیح پڑھی۔ خوش رنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کے ہم آہنگ ہوا۔ آسمانِ عرب نے عبدالمطلبؓ کے گھر وادیِ ابن یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ چمکدار تارے عبداللہؓ کے لختِ جگر پر قربان ہوئے اور مخلوقِ فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔ ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارکباد کے نعروں میں سرگرم ہوئے۔"

سید زاہد حسین رضوی

"چمنستانِ عالم میں ہر طرف بادِ سموم کے جھونکے مصروفِ تباہی تھے۔ ریگزارِ عرب کے ذرّے قتل و غارت گری کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے جھلس رہے تھے۔ پوری کائناتِ انسانی پر جبر و جور کا اندھیرا مسلط تھا۔ انسانی دنیا میں درندگی و بہیمیت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں فتنہ و فساد کی قہرناکیاں تھیں اور کہیں حرمان و نامرادی کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔ انسان بھیڑیوں اور درندوں کی زندگی بسر کرتے اور وحوش و بہائم کی طرح رہتے تھے۔ عصیان و سرگشتگی کی آندھیوں نے ہر سمت بربادیاں پھیلا رکھی تھیں۔ جن گردنوں کو آقائے حقیقی کے سامنے جھکنا چاہیے تھا، وہ خود تراشیدہ بتوں کے سامنے خم ہو رہی تھیں۔ ہر طرف فتنہ بازیاں تھیں اور ہر سو قیامت خیزیاں۔ خیال بھی نہ ہوتا تھا، تصور بھی قائم نہ ہوتا تھا کہ کبھی بزمِ عالم سجائی بھی گئی تھی۔ چرخِ نادرہ کار کی کسی گردش نے کبھی اس کرۂ ارض کو بھی نوازا تھا اور چمنستانِ دہر میں بھی کسی دن روح پرور بہاریں کھیل چکی تھیں ——— کہ یکایک غیرتِ حق نے کروٹ لی، رحمتِ الٰہی کے بحرِ بیکراں میں بندہ نوازیوں کی موجیں بلند ہونی شروع ہوئیں، بندوں کی ضلالت و نامرادی کی طرف معبود کا گوشۂ چشم و کرم مبذول ہوا۔۔۔۔ چمنستانِ سعادت میں بہاریں کھلنے لگیں اور پرتوِ قدس سے اخلاقِ انسانی کا آئینہ چمک اُٹھا یعنی وہ تاریخ آگئی جس کے انتظار میں آفتابِ عالم تاب نے مدت ہائے دراز تک لیل و نہار کی کروٹیں بدلی تھیں، وہ صبح جاں نواز طلوع ہوئی جس کے شوقِ انتظار میں سیارگانِ فلک چشم براہ تھے ——— شہنشاہِ کونین، تاجدارِ عرفاں، فرمانروائے کائنات، شاہِ عرب، سلطانِ عجم صلبِ عبداللہؓ اور پہلوئے آمنہؓ سے پیدا ہوئے۔ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی کہ ولادتِ نبوی کا نور ایک پردۂ ضیا بن کر تمام عالمِ امکاں پر پھیل گیا۔"

مولانا ظفر علی خاں

"جب ابنائے آدم تذلّل و تسفّل کی انتہائی گہرائیوں میں گر چکے تھے، جب خدا کے بندوں کی گردنیں اصنام و اوثان کے سامنے سجدہ ریزی کے لیے وقف ہو گئی تھیں، جب حریتِ نفس اور آزادیِ ضمیر کا خاتمہ ہو چکا تھا، جب خدا کے بندے فسق و فجور میں مبتلا ہو کر خدا کے احکام سے غافل ہو گئے تھے، جب انسانیتِ کبریٰ پر بہیمیت و نفسانیت پورے طور پر غالب آ گئی تھی اور جب اس خطۂ غبرا پر جہالت و ضلالت کی تاریکی پورے طور پر غالب ہو چکی تھی، دنیا کا وہ سب سے بڑا آدمی اور خدا کا سب سے برگزیدہ انسان مبعوث ہوا جس کی جبینِ تابناک سے نورِ حقیقت کی شعاعیں نکل رہی تھیں جس کے سرمنزلِ شہود پر قدم رکھتے ہی استعباد و استعمار کی زنجیریں کٹ گئیں۔۔۔ آج کا دن اسی فضلِ مجسّم کے دنیا میں آنے کا دن ہے جس کی شانِ رحمۃ للعالمینی نے سپید و سیاہ اور اصفر و احمر کو اپنی آغوش میں پناہ دی، جس کی رافت و عطوفت کا ابرِ گہربار تمام دنیا پر برسا اور جس کے نورِ ہدایت سے دنیا کا ہر چھوٹا اور بڑا یعنی دنیا تک فیض یاب ہوتا رہے گا۔"

چودھری غلام احمد پرویز

"جب زمین گرمی کی شدت سے تمتا اٹھتی ہے، تمازت آفتاب اس کی رگ رگ سے نم زندگی چوس لیتی ہے، آسمان کی شعلہ ریزیاں ساری فضا کو دہکتا ہوا انگارہ بنا دیتی ہیں، شگوفوں کی گردن کے منکے ٹوٹ جاتے ہیں، لالہ کا رنگ اڑ جاتا ہے، پتیاں سوکھ جاتی ہیں، شاخیں پژمردہ ہو جاتی ہیں، سرو و صنوبر آتشدان ارضی کے دودکش دکھائی دیتے ہیں، تابندہ چشمے دیدۂ کور کی طرح بے نور ہو جاتے ہیں۔ مرمریں ندیاں خط تقدیر محکوماں کی طرح بے آب رہ جاتی ہیں۔ وفور تپش سے سینۂ کائنات میں سانس رکنے لگتی ہے۔ طائر نگاہ تک بھی کاشانۂ چشم میں سمٹ کر رہ جاتا ہے اور بساط کائنات کے کسی گوشے میں بھی زندگی کی کوئی تازگی دکھائی نہیں دیتی تو یاس و ناامیدی کے اس انتہائی عالم میں مبداء فیض کی کرم گستری سے سحاب رحمت کسان کی آنکھوں کا نور بن کر فضائے آسمانی پر چھا جاتا ہے اور اپنی جواہر پاشیوں اور گہر ریزیوں سے دامن ارض کو بھر دیتا ہے، مرجھائے ہوئے پھولوں میں چٹکتے ہیں، کلیاں مہکتی ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے نفیس و لطیف جھونکے سر سبز و شاداب درختوں کی شاخوں میں لچک اور پھولوں میں یوں جنبش پیدا کر دیتے ہیں، گویا بہار جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں!...

لیکن ان مادی تشبیہات و استعارات سے ہٹ کر ذرا دنیائے انسانیت کی طرف آیئے اور دیکھیے کہ وہاں بھی یہی اصول فطرت کس طرح عمل پیرا ہے۔ تاریخ کی یادداشتیں اس پر شاہد ہیں کہ اس وقت عالم انسانیت کی خشک سالی اس سے کہیں زیادہ شدید و مہیب تھی جس کا تشبیہی منظر اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ اس وقت شجر زندگی کی ہر شاخ سے نمی خشک ہو چکی تھی۔ تہذیب و تمدن کے پھول وحشت و بربریت کی باد سموم سے مرجھا چکے تھے، حسن عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہو چکے تھے... یہ وقت تھا کہ فطرت کے اس اٹل قانون کے مطابق جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، اس افسردگی و پژمردگی کو پھر سے تازگی و شگفتگی میں بدل دیا جاتا۔ چنانچہ اس کے لیے اس رب ذوالمنن کا سحاب کرم زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جنتیں اپنے آغوش میں لیے، ربیع الاول کے مقدس مہینے میں فاران کی چوٹیوں سے جھوم کر آیا اور بلد امین کی مبارک وادیوں میں کھل کھلا کر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں... بلد امین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا... صحن گلستان کائنات پر بہار آ گئی، ہر طرف مسرتوں کے چشمے ابلنے لگے۔ فلک تعظیم کے لیے جھکا، زمین نے اپنی خاک آلود پیشانی سجدے سے اٹھائی کہ آج اس کی قرن ہا قرن کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آ پہنچا تھا۔ وہ آنے والا کہ جس کے انتظار میں زمانے نے لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں، آیا اور اس شان زیبائی و رعنائی سے آیا کہ زمین و آسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے، فرشتوں نے زمزمہ تبریک گایا۔ سدرۃ المنتہیٰ کی حدود فراموش شاخوں نے جھولا جھلایا۔ ملاء اعلیٰ کی مقدس قندیلوں نے چراغاں کیا۔ کائنات کے ذرے ذرے چمک اٹھے، فضائے عالم صلوٰۃ و سلام کی فردوس گوش صداؤں سے گونج اٹھی۔"

سید امیر علی

"آپ کی ولادت پر بہت سے نشانات ظاہر ہوئے جن سے اقوام عالم نے جان لیا کہ دنیا جہان کا نجات دہندہ آج مبعوث ہوا ہے۔ تاریخ دان مذہبی مناظر کو ان عجیب و غریب نشانات پر بلا دلیل ایمان لاتے ہوئے دیکھ کر ہنستا ہے۔ ایک محقق اور متجسس کے بیے جس کا دل تفکر و تدبر کے قدیم انداز سے ہمدردی رکھتا ہے اور جس کا دماغ ان آیات و نشانات سے جو مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر رونما ہوئے، کوئی تعصب نہیں رکھتا، تاریخی تجزیہ کا محتاج ہے۔ ہم جو اس جدید زمانے میں پیدا ہوئے ہیں، افراد اور قوم کی زندگیوں کے معمولی واقعات میں ایک ناقابل مقابلہ قانون کو جاری و ساری دیکھتے ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے، اگر آج سے تیرہ سو سال پہلے لوگوں نے کسی قوم کے آثار کے مٹنے میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو کام کرتے ہوئے دیکھا اور اسے اس قوم کے اس انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پایا جو ان کے ظلم اور نا انصافی کی بدولت یقینی طور پر ہونے والا تھا۔"

(ترجمہ از منصور احمد)

سوامی لکشمن پرشاد

"۔۔۔۔۔ آخر وہ روزِ سعید اور مبارک گھڑی آ پہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی۔ باغ و راغ کے اندر قافلۂ گل آ پہنچا۔ حدِ نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹ پڑا تھا، نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہ کے کاشانہ میں وہ مہتاب طلوع ہو گیا جس کی ضیاء پاشیوں سے شبِ دیجور کی تاریکیاں اس طرح کافور ہو گئیں جس طرح اس کی علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔"

(جسٹس) پیر محمد کرم شاہ

"خیابانِ ہستی اجڑا پڑا تھا۔ خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستۂ طاقِ نسیاں بن چکی تھی، روشیں ویران تھیں اور آبجوئیں خشک ——— جہاں کبھی سبزۂ نو دمیدہ جنتِ نگاہ ہوا کرتا تھا، وہاں خاک اڑ رہی تھی۔ یاس و قنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اٹھی جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی، یہاں تک کہ گلزارِ عالم میں پھر آثارِ حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب و قوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خودداری و عزتِ نفس، شجاعت و ایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سرِ نو خلعتِ برگ دوبارہ عطا ہوئی۔ قمریوں نے پھر عفتِ قلب و نظر کا نغمہ چھیڑا۔ توہمات و عقائدِ باطلہ کے قفس کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس و معطر رفعتوں سے پھر دعوتِ پرواز آنے لگی۔

دنیا والوں نے اس شوخ و شنگ اور خیرات و برکات سے بھرپور گھٹا کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دلنواز نام سے پکارا۔ عالمِ بالا کے مکینوں نے اسے احمد کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اٹھا جب اس کے خالق و پروردگار نے اسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کیا۔ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔"

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

"عالمِ انسانی اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔ کاروانِ زندگی اپنی راہ و منزل کو گم کر کے بھول بھلیوں میں سرگرداں تھا۔ چونکہ جرم و گناہ تاریکی ہی میں نشو و نما پاتے اور گل کھیلتے ہیں، اس لیے حیاتِ انسانی مجرموں، ظالموں اور استحصالی قوتوں کی محکوم و غلام تھی۔ کوئی فریاد رس و غم خوار نہ تھا۔ رہنما خود گم کردہ راہ تھے۔ تشتت و افتراق اور تضاد و تخالف کی وجہ سے ہر گوشۂ حیات میں فساد برپا تھا۔ حیاتِ انسانی کا وجود شرک و بت پرستی سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ خوف و حزن کے مہیب اژدہے منہ کھولے سامنے پھیل کر کل حیاتِ انسانی کو محیط ہو چکے تھے۔

روحِ انسانی بلکہ روحِ کائنات ہی مضطرب و پریشان اور آتشِ خوف و حزن میں جل رہی تھی۔ اسے اس نجات دہندہ ہستی کا انتظار تھا جس نے رحمۃ للعالمین بن کر ظہور کرنا تھا۔ وہ عظیم ہستی جو منتظرِ حیات و زمانہ تھی، انسانیت ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عوالم کے لیے رحمتِ تام، وہ ختم الرسل اور خاتم النبیین تھی اور اسے دنیا میں ایک عالمگیر و ہمہ گیر حسین و منور اور مثالی و لافانی انقلاب لانا اور حسین و منور مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرنا تھی جس سے تمام بنی نوعِ انسان نے بالخصوص ابد تک کے لیے مستفید ہونا تھا۔"

صفدر سلیمی

"کسی ایک رہنما اور زعیم کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا ——— اور نہ کیا جا سکے گا ——— کہ اس نے پوری نوعِ انسانی کی نفع مندی اور سربلندی کے لیے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ عالمِ انسانیت کی فلاح و کشاد کا کوئی اجتماعی ضابطہ اور پروگرام تجویز کیا ہو۔ کوئی ایسا معرکہ بھی سر کر دکھایا ہو جس کی بدولت اس کا اپنا ملک یا قوم نہیں بلکہ اولادِ آدم کے عالمگیر نشو و ارتقا کا سامان پیدا ہوا ہو۔

لیکن ریگ زارِ عرب کے جس دُرِّ یتیم کا جشنِ میلاد آج دنیا میں منایا جا رہا ہے جس داعیِ انقلاب کی بارگاہِ عظمت میں ہم آج خلوص و نیاز کی نذر پیش کر رہے ہیں،

اس کی داستانِ حیات اور کارفرمائیاں کسی خاص خطۂ زمین اور نسل سے وابستہ نہیں۔ بلکہ اس کی دعوتِ انقلاب میں پوری نوعِ انسانی کی سربلندیوں اور نفع مندیوں کا سامان موجود تھا۔ اس کے نغمۂ حیات نے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہو کر فضاؤں میں جو ارتعاش پیدا کیا، وہ پورے کاروانِ انسانیت کے لیے بانگِ رحیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اولادِ آدم کو جس مقصدِ حیات کی طرف بلایا وہ عربوں کے لیے ہی ابدی خوشگواریوں کی نویدِ جانفزا ثابت نہیں ہوا بلکہ عجم کے شبستان بھی اس کی جلوہ باریوں سے برابر جگمگا اٹھے۔ اس کے مقدس ہاتھوں نے عربوں ہی کی زنجیریں نہیں توڑیں بلکہ ایران و عراق اور روم و شام کی ملوکیت کے بندھنوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے عطا فرمودہ تصورِ زندگی نے نوعِ انسانی کی طبیعی زندگی کو ہی حسن و جمال سے آراستہ نہیں کیا بلکہ طبیعی زندگی کی گہرائیوں میں محوِ خواب لازوال صلاحیتوں کو بھی وہ اٹھان عطا کی کہ آدم اپنی فردوسِ گم گشتہ کو پانے اور اس زندگی کے بعد ابدی خوشحالیوں سے مالامال ہونے کے قابل ہو گیا۔"

کوثر نیازی

ربیع الاول کا مہینا پوری تاریخِ انسانی میں ایک غیر فانی اہمیت کا حامل مہینا ہے۔ اس مہینے میں وہ ذاتِ بابرکات پہلوئے آمنہ میں پیدا ہوئی جس نے تاریخِ انسانی کے دھارے کا رُخ پلٹ دیا جس نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت و رفعت کے آسمان پر پہنچایا۔ جس نے دُکھی دنیا کو پیغامِ امن و راحت دیا۔ اُسے دکھوں اور آلام کا مداوا بخشا۔ اس کی ان بیڑیوں کو کاٹا جس میں وہ صدیوں سے جکڑی چلی آ رہی تھی۔ اس کی پُشت پر سے وہ بوجھ اُتارے جس کے نیچے وہ قرن ہا قرن سے دبی جا رہی تھی اور اُسے ایک ایسا اجتماعی نظامِ حیات دیا جس کو اپنا کر وہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے اور جس میں رنگ و نسل، وطن اور قوم اور امارت و افلاس کی بنیاد پر کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) جس وقت پیدا ہوئے، ساری دنیا ضلالت و گمراہی میں سرگرداں تھی۔ خدائے واحد سے منہ موڑ کر

انسان ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہا تھا۔ ہر انسانی معاشرہ مختلف طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ اوپر کا طبقہ زیر دست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا۔ اخلاقی اور اجتماعی امراض پوری طرح گھر کر چکے تھے۔ ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا اور دھرتی انسان کے خون سے انسان کے ہاتھوں لالہ زار ہو رہی تھی۔ ایسے عالم میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

سید المرسلین کا عالمِ انسانیت پر بلاشبہ یہ احسانِ عظیم تھا اور یقیناً وہ دن بڑا ہی اہم تھا جب یہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالمِ آب و گِل میں تشریف لائے۔ بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو عید میلاد النبیؐ ہی تمام عیدوں کا مبدا ہے۔ آنحضورؐ کا ظہورِ پُرنور ہوا تو خلقِ خدا کو خدائے تبارک و تعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہوا۔ توحید کا ادراک، وحدانیت کا اقرار، احکامِ خداوندی کی تعلیم، عبادات کی تفہیم سب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی مرہونِ منت ہیں۔ رمضان شریف اور اس کی فضیلتیں آنحضورؐ کی وجہ سے ہم پر ظاہر ہوئیں اور انہی فضیلتوں سے متمتع ہونے کے بعد ہم عید الفطر کی مسرتوں کے مستحق ہوئے۔ اسی طرح آنحضورؐ نے ہی ہمیں حج اور قربانی کے طریقے سکھائے جن کی بنا پر ہمیں عید الاضحیٰ کی خوشیاں نصیب ہوئیں۔ پس جو یومِ مبارک عیدین سعیدین کی تقریبات کا مبدا ہے، وہ تو کہیں زیادہ مسرت و ابتہاج کا دن ہے جسے ہم سب سے بڑی عید کا دن کہہ سکتے ہیں۔"

عبدالکریم ثمر

"ابتدائے آفرینش سے لیل و نہار کی ہر گردش نظامِ فطرت کے مطابق اپنے فطری افعال سرانجام دے رہی ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ اپنے محور پر گھوم رہا ہے۔ آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں، رات کی زلفیں ظلمات بکھیر رہی ہیں، سورج حرارت پیدا کر رہا ہے، دریاؤں کا پانی نشیب کی جانب بہہ رہا ہے، نسیمِ خوشگوار کے جھونکے فضائے بسیط میں زندگی کی نزہتیں بکھیر رہے ہیں۔ روش روش پر گلستانِ ہستی بہار آفریں ہے اور تمام ارضی و سماوی عناصر اپنے نشوونما و ارتقا کے اصول طے کر رہے ہیں کہ وادئ اُم القریٰ کو تمام دلفریبیوں اور جاذبیتوں کا مرکز بنا دیا جاتا ہے۔ رحمتِ خداوندی جوش

بھی آئی ہے۔ جناب عبداللہ کی موت کے چار ماہ بعد عروسِ کائنات کے دلفریب چہرے پر بہارِ جاوداں کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ شگفتہ پھولوں کی پنکھڑیاں شاداب و فرحاں ہیں۔ ستاروں کی خمار آلود آنکھیں از سرِ نو روشن ہو رہی ہیں۔ آفتاب و مہتاب نور افشاں اور تابناک ہیں۔ افق کا دستِ حنائی زلفِ حیات کی مشاطگی کے لیے آمادہ ہے۔ فضائیں جھوم جھوم کر تزئین میں محو ہیں۔ شبنم دامانِ صبح پر دلآویز موتی بکھیر رہی ہے۔ نسیمِ خوش گوار اپنے دامن میں خوشبو کے معطر قرابے لیے وادیٔ اُم القریٰ کا طواف کر رہی ہے۔ ریگزاروں کی ریت نکھر کر چمک رہی ہے۔ قرمزی شفق اور نیلگوں آسمان پر گہرا سکوت طاری ہے۔ ساری کائنات کسی نیّرِ عالمتاب کے استقبال کے لیے آنکھیں فرشِ راہ کیے منتظر ہے۔ ارض و سما کے ساز ہائے سرمدی نغمہ بلب ہیں اور فطرت ہمہ تن گوش ہے ——— کہ یکایک عالمِ کون و مکاں میں امید کی ایک کرن پھوٹتی ہے۔ قاسمِ ازل کی کرشمہ سازیاں! کہ حجازِ مقدس کی بے آب و گیاہ وادی کو قیامت تک کے لیے مرجعِ خلائق اور سجدہ گاہِ قدسیاں بنا دیا جاتا ہے۔

حجاز کی خاکِ پاک شاید قرنوں سے خالقِ کل کے حضور جھولیاں پھیلائے دعائیں کر رہی تھی۔ آج اس کا دامن ایک انمول رتن سے بھر دیا جاتا ہے۔ شب گئی، جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو دفعتہً آسمان سے ملائکہ کا درود شروع ہوگیا۔"

محمد میاں صدیقی

"جب کائنات کی تر دامنی خشک ہونے لگتی ہے، زمین کا چپہ چپہ پانی کے ایک ایک قطرے کے لیے ترس جاتا ہے، معصوم اور بے زبان پرندے اپنے گھونسلوں میں پیاس کی شدت سے پھڑپھڑانے لگتے ہیں، درختوں اور پودوں کی بے زبانی زبانِ حال سے گرمی و خشک سالی کا ماتم کرنے لگتی ہے۔ کائناتِ ارضی کی تمام تر رعنائیاں مضمحل ہونے لگتی ہیں، اس وقت اس عالم کا ایک ایک ذرہ ذرہ امید و بیم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف نظریں اٹھاتا ہے۔ پروردگارِ عالم رافت و رحمت کے نقاب میں آتا ہے اور اپنی کائنات کو مایوسی و ناامیدی کے بعد امید کا اور موت کے بعد زندگی کا پیغام دیتا ہے۔

جو پروردگار زمین کی پکار سن کر اسے پانی دیتا ہے، جسم کی بھوک دیکھ کر اسے غذا بخشتا ہے ——— وہ یقیناً روحوں کی تشنگی اور دلوں کی بھوک کے لیے بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ جب اس کی شانِ ربوبیت درختوں، پتوں اور پھولوں کی پژمردگی نہیں دیکھ سکتی تو بھلا اپنی پیدا کردہ اشرف المخلوق کی روحانی ہلاکت و بربادی کو کیسے دیکھ سکتی ہے.....
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا، سب سے مبارک اور سب سے اہم دن ہے۔ اس دن کو اس وقت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا جب تک دنیا کو نیکی اور سچائی کی ضرورت ہے اور جب تک دنیا کو سیدھے راستے کی طلب ہے، اس وقت تک اس دن کی یاد ضرور منائی جائے گی۔"

نادر جاجوی

"حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کے سبب تمام عالم تجسیم ہوئے، حضورؐ نے جہاں جہاں قدم رکھا محبت کی بارگاہیں معطر ہو گئیں۔ جن اشیا کو چھو لیا، ان کو عظمتِ بے پناہ نصیب ہوئی۔ آپؐ کے تخیل نے جن چیزوں کو سمو لیا، وہ اوجِ مقدر پر جلوہ افروز ہوئیں، اور جدھر جدھر چشمِ رحمت اٹھی، ادھر ادھر عطائے الٰہی کے دفتر کھل گئے۔ انتخابِ خداوندی کن کن مراحل سے گزر کر ایک نقطے پر مرکوز ہوا ہوگا، کتنے الفاظ نے طہارت کا سہارا لیا ہوگا، کتنے فلسفے دم بخود رہ گئے ہوں گے، کتنی تشبیہات نے دم توڑ دیا ہوگا، کتنے لطیف احساسات مجسم ہوتے ہوتے رہ گئے ہوں گے، اظہار نے کیا کچھ ہاتھ پاؤں نہ مارے ہوں گے، سرور و کیفیت نے کیا کیا کروٹیں نہ بدلی ہوں گی...... دلوں کو وجد نصیب ہو رہا ہوگا، آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہوگی، جسم و جاں لطفِ جہات کے امتحان سے گزر رہے ہوں گے، شوق مچل رہا ہوگا، ذوقِ دید کیفیات کے پلِ صراط پر رقص کناں ہوگا، جنابِ رسولِ خدا محبوبِ ہر دو سرا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب دنیا میں تشریف لا رہے ہوں گے، وہ وقت کتنا سہانا، پیارا، روح افزا، دلکشا، نزہت افروز اور مسرود آگیں ہوگا۔ وہ وقت جس کی ساعتوں کو سعادت کی

لا انتہا ہی خوشبو عطا کی گئی۔"

مراجع :—

سرورِ کائنات ﷺ	از سید امیر علی (مترجم منصور احمد)
عرب کا چاند	از سوامی لکشمن پرشاد
ذکرِ رسول ﷺ	از کوثر نیازی
رسولِ کائنات ﷺ	از عبدالکریم ثمر
آمنہؓ کا لال	از علامہ راشد الخیری
معراجِ انسانیت	از پرویز
ولادتِ نبوی ﷺ	از میاں محمد صدیقی

"نقوش" لاہور۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد چہارم

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور۔ میلاد النبی ﷺ نمبر۔ مئی ۱۹۷۲ء

ماہنامہ "انیس اہل سنت" فیصل آباد۔ میلاد النبی نمبر۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف، جھنگ۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

ماہنامہ "آستانہ" دہلی۔ ستمبر ۱۹۶۱ء

ماہنامہ "ترجمانِ حقیقت" لاہور۔ اگست ۱۹۶۳ء

آئی ہے دنیا میں جھم جھم عیدِ میلادِ رسول ﷺ
کھوٹے گی دنیا کے سب غم عیدِ میلادِ رسول ﷺ

ہاں جلائے عام ہے بُشریٰ لکم بُشریٰ لکم
لوٹنا لوٹیں کے باہم عیدِ میلادِ رسول ﷺ

ایک پلّے میں یہ دونوں ایک پلّے میں یہ ایک
دونوں عیدوں سے نہیں کم عیدِ میلادِ رسول ﷺ

تیسرا اِس کا مہینہ، اُن کا دسواں بارھواں
دونوں عیدوں سے مقدم عیدِ میلادِ رسول ﷺ

—— حافظ پیلی بھیتی

ولادتِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء

زمیں پہ روشنی نہیں فلک پہ روشنی نہیں
سبب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں
محبتیں کہیں نہیں عداوتوں کا زور ہے
اذیتوں کا زور ہے ضلالتوں کا زور ہے

نہ غنچے میں چٹک رہی نہ پھول عطر بیز ہے
خزاں کے ظلم و جور سے چمن ہی نالہ ریز ہے
اُجڑ چکی ہیں دوستی و آشتی کی محفلیں
معمّہ بن کے رہ گئی ہیں زندگی کی منزلیں

نہ غمکدوں کی ہے کمی نہ میکدوں کی ہے کمی
معصیتیں ہزار ہیں مسرتوں کی ہے کمی
سب اپنے اپنے تنگدل قبیلوں میں بٹے ہوئے
ہیں سب کے دل عداوتوں کے زہر سے پٹے ہوئے

کسی نے اُٹھ کے لذتوں سے دامن اپنا بھر لیا
کسی نے تیرِ عیش سے جگر میں چھید کر لیا
تصورِ حیات پل گیا اَلَم کی گود میں
ابد کی نیند سو چلا بشر عدم کی گود میں

ادب کی خامکاریاں نظر کی خامکاریاں
غرض شمار کیا کریں بشر کی خامکاریاں

زمانہ ہو گیا، اسی ڈگر پہ کائنات ہے
اندھیری رات ہے یہاں، اندھیری رات ہے

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں
بساطِ غم الٹ گئی مصیبتیں پلٹ گئیں

مگر یہ آج کیا ہوا سکوں سا دل کو ہو گیا
کہاں گئیں رعونتیں کہاں غرور سو گیا

مگر یہ آج کیا ہوا، ہوا میں گدگدی سی ہے
سموم میں اثر نہیں فضا میں زندگی سی ہے

مگر یہ آج کیا ہوا کہ سہل ہو گئی حیات
خرد کو راز مل گیا نظر نے کہہ دی دل کی بات

مگر یہ آج کیا ہوا طبیعتوں میں ڈر نہیں
کسی بھی کاروبار میں خشونت کا گزر نہیں

مگر یہ آج کیا ہوا سرشت کائنات کو
کہ اوج بخشنے لگی تصورِ حیات کو

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ضو سے زیست بھر گئی
ضیائے مہرِ سرمدی ہر اک طرف بکھر گئی

یہ سب کو ایک جان سا بنا لیا گیا ہے کیوں
یہ سب کو ایک تار میں پرو دیا گیا ہے کیوں

رگِ حیات میں یہ کیا قرار سا اتر گیا
چمن کا رنگ روپ بھی فضا میں کیا بکھر گیا

شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روزِ بے مثال ہے ولادتِ رسول ہے

کالیداس گپتا رضا (بھارت)

ربیع الاول کا پیغام

تحریر: محمد رضا ثاقب

صفر کی تیسویں تاریخ شام کے وقت جبکہ سورج اپنے دراز و ناہموار سفرِ فلک کو طے کر کے دن بھر کی تکان اتارنے کے لیے آغوشِ شب میں آرام کرنے گیا تھا، یکایک نازک اور پتلی کمر والے قمر نے (جو دو تین رات سے نظروں سے غائب تھا) مغرب بالوں کیسے جزیرہ نمائے عرب کی سمت سے سر نکالا، پانورانی چہرہ سامنے کیا اور مسکرا کر ناز کے انداز میں محبوبانہ طرز سے ابروئے خمدار و چمکدار کو ہلایا۔ انگڑائی لی اور اشاروں کنایوں سے کہا:

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ یا ایھا المسلمون!

میں وہی پارۂ نور ہوں جو ہر ماہ کی اخیر راتوں میں چھپ کر نکلا کرتا ہوں۔ مجھ میں وہی پہلی سی روشنی ہے، وہی شکل و صورت ہے مگر آپ کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مجھے خاص عزت سے دیکھنا چاہیے کیونکہ میں ربیع الاول کے مہینے کا چاند ہوں جس میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے جنم لیا، ہجرت کی، وفات پائی۔ اور آپ جانتے بھی ہیں کون محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)؟ وہ جن کی برکت سے دو جہان ایجاد ہوئے، وہ جن کے طفیل سے مجھ میں نور ہے، جن کی مہربانی سے آپ کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہے۔ جو سراپا رحمت ہیں، جنہوں نے باوجود امی ہونے کے جہان کو توحید کا سبق پڑھایا۔ جن کا پاک اور مقدس کلمہ عرش پر، فرش پر، ساتوں آسمان پر، زمین و زمان سے لے کر لامکان تک پڑھا جاتا ہے۔ جن کا اسم مبارک سن کر ملائک صلِ علیٰ کہتے ہیں۔ جن کی پیدائش کے دن کائنات کے ہر ذرے نے مرحبا و لبیک کہا۔ جن کے نام میں برکت ہے، رحمت ہے، شکوہ ہے، چین ہے۔ جن کا کام مبارک، نام مبارک، دین اسلام مبارک، وہ جو اکیلے تھے مگر عرب کی سرکش اور طاقتور قوموں پر غالب آئے۔ وہ حلیمہؓ کی گود میں دودھ پینے والے، مکہ میں منادیٔ توحید

کرنے والے، غارِ حرا کے خلوت نشین، لشکروں کے بہادر اور قوی دل سپہ سالار، ادیانِ باطلہ کو شکست و نابود کرنے والے، جنہوں نے خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑ کر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کا شاندار نعرہ بلند کیا۔ جنہوں نے کفر کی ظلمت دور کر کے اسلام کی روشنی برق رو کی طرح آن کی آن میں پھیلا دی۔

وہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جو خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں بلائے گئے، جنہیں زِبانِ قلم سے آگے، لامکاں کے ایوان میں عزت اور بلندی کی اعلیٰ و ارفع مسند پر بٹھایا گیا۔ وہ جو یتیموں، بیکسوں، بیواؤں اور غلاموں کے حق میں نہایت رحمدل اور مہربان بمنزلہ پدرِ شفیق کے تھے۔ وہ جو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کریمی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ جو اعلیٰ درجہ کے حیادار، پاکیزہ خو اور شریف طبع تھے، جو سب سے بڑھ کر متقی تھے۔ جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا اور کبھی تکبر نہیں کیا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)۔

وہ مدینہ منورہ کے اونچے اور عالی شان گنبد میں آرام کرنے والے جس کی خوشنما ہیری مشتاق آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ وہ حجازِ مقدس کے رہنے والے سخی داتا۔ وہ شاندار اور باوقار نبی جن کے کلمہ توحید نے شرک و کفر کی بنیاد ہمیشہ کے لیے اکھاڑ پھینکی اور ایمان کا محکم جھنڈا نہایت مضبوطی سے گاڑ دیا۔

تو اے مسلم! میری قدر کر، میں وہ ربیع الاول کا چاند ہوں جس میں تیرے اس مقبولِ خدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (جس کی مبارک ذات اور باجود و وجود کے ساتھ تیری نجات وابستہ ہے) میلاد مبارک ہے۔ تو اس پاک و مطہر رسول اور اس کے آل و اصحاب پر درود بھیج اور اس کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کر۔ ایسا کرنے سے خدا کا فضل و کرم تیرے شاملِ حال رہے گا۔ تو دنیا میں عزت و آبرو سے بسر کرے گا اور آخرت میں نجات پائے گا۔

والسلام

ماہنامہ طریقت لاہور، جنوری ۱۹۱۷ء، ص ۳۶ تا ۴۱۔

میلادِ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چھا رہی تھیں جب فضا میں جہل کی تاریکیاں   دہر میں ملتا نہ تھا جب علم کا نام و نشاں
شاہدِ انوارِ حق تھا جب نگاہوں سے نہاں   جب حقیقت چھپ چکی تھی دہر سے بیگانگاں

بحر و بر میں آندھیوں کا ایک طوفاں تھا بپا
کس قدر پُر ہول تھا وہ منظرِ سیلِ بلا

ہو رہی تھی بے محابا دہر میں دختر کشی   پھر رہی تھی نسلِ انساں کے گلے پر جب چھری
سیکڑوں جانیں تلف کرتی تھی اک رسمِ بدی   جب بسر کرتی تھی دنیا وحشیانہ زندگی

اک ذرا سی بات پر تلوار چل جاتی تھی جب
دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل جاتی تھی جب

میکشوں کو کر رہی تھیں خوار جب میخواریاں   فتنہ زا تھیں دہر میں انسان کی بدکاریاں
کس قدر جاں کاہ تھیں یہ روح کی بیماریاں   قابلِ افسوس تھیں اخلاق کی لاچاریاں

نفس کا محکوم تھا دنیا میں ہر چھوٹا بڑا
اتنے بندوں میں کوئی اللہ کا بندہ نہ تھا

چل رہے تھے راہِ باطل پر مجوسی اور ہنود ہو چکے گمراہ تھے سب کیا نصاریٰ کیا یہود
جب وجودِ حق سے غافل ہو چکا تھا ہر وجود شاہدِ رحمت کا کعبے میں ہوا اس دم ورود

چاند فاراں پر چمک کر نور برسانے لگا
حسن کا دریا عرب میں بہہ کے لہرانے لگا

فخرِ آدم رحمۃ للعالمین پیدا ہوئے گھر میں عبداللہؓ کے ختم المرسلین پیدا ہوئے
انبیا کی بزم کے کرسی نشیں پیدا ہوئے شاہدِ حق، مالکِ دنیا و دیں پیدا ہوئے

وہ ہوئے پیدا، جہاں جن کے لیے پیدا ہوا
یہ زمیں، یہ آسماں جن کے لیے پیدا ہوا

آپؐ کا ہر فعل تھا بچپن سے فطرت کے قریں آپؐ کو سارا عرب بچپن سے کہتا تھا امیں
آپؐ کے اخلاق کا انداز اک تھا حسیں آپؐ کا اخلاقِ حسنہ خلق میں خُلقِ آفریں

آپؐ حق گو تھے، امیں تھے، صاحبِ انصاف تھے
آپؐ کی اک ذات میں پیدا سبھی اوصاف تھے

بت پرستی ایک مدت تک رہا جن کا شعار ہو گئے تائب حق پرستی کی انہوں نے اختیار
جو خزاں دیدہ چمن تھے، ان میں پھر آئی بہار چڑھ رہے تھے اب وہ دریا جن کا کل تک تھا اتار

اڑ گئی، چھائی ہوئی تھی جو گھٹا ادبار کی
اللہ اللہ جلوہ ریزی آپؐ کے انوار کی

(تلخیص)

سید محمد علی آذر جالندھری

پیغامِ میلاد

قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کی ان عظیم شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے ملت کی بیداری کیلئے اپنی زندگی کی تمام توانائیوں کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ ایک بلند پایہ مقرر، ژرف نگاہ مفکر، صاحبِ تدقیق مصنف، قابلِ اعتماد سیاسی رہنما اور ان سب سے بڑھ کر سچے عاشقِ رسول تھے۔ زیرِ نظر مضمون محض آپ کی ایک رسمی گفتگو ہے جس میں آپ نے محافلِ میلاد کے بنیادی تقاضوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ولادتِ نبوی کی تقریبِ سعید عام تہواروں اور تقریبوں کی طرح محض ایک رسمی تقریب نہیں بلکہ اگر اس تقریب کو اس کے اصل تقاضوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تقریب عظیم ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ اجتماعی کے مقصدی اور بنیادی اقدار و رجحانات کا اظہار و اعلان کرتی ہے۔ نیز اُمت کو اس کے مخصوص قومی مزاج کی طرف متوجہ کر کے اس کے مقاصدِ حیات یاد دلاتی ہے۔ سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ تقریب کے منانے میں مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف ملکوں میں بسنے والے دنیا بھر کے مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ یہ شرکتِ عام جس میں مشرقی ہونے یا مغربی ہونے، سفید فام ہونے یا سیاہ فام ہونے، مہذب ہونے یا پس ماندہ ہونے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور یہ تقریب ہمہ گیر جس میں عربی بھی شامل ہوتے ہیں اور عجمی بھی، افریقی بھی اور ایشیائی بھی۔ اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان قوموں اور اقلیموں کے اختلاف کے باوجود آج تک ہادیٔ اسلام سے کامل وابستگی رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی نے اپنے لیے کوئی نیا ہادی اختیار نہیں کیا۔ اس طرح یہ تقریب دنیا والوں کے سامنے مسلمانوں کی عدیم النظیر وحدتِ قومی کی ایک مخصوص بنیاد واضح کرتی ہے اور دوسری طرف خود مسلمانوں کو احساس دلاتی ہے کہ یہ ہادیٔ اسلام ہی کا تعلق ہے جو رنگ، نسل، زبان اور وطن کی تفریقات میں جکڑے ہوؤں کو ایک رشتہ میں پروتا ہے۔

لٰہذا سب مسلمانوں کے لیے ہدایت کا منبع و مرکز وہ ہادی ہے جس کی یاد آج تک اس
اُمت کو ایک عالمگیر وحدت کی طاقت و کشش اور وابستگی عطا کیے ہے۔

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زیں سبب با یک دگر پیوستہ ایم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی تسلیم کرنے کے بعد اس کا یہ لازمی تقاضہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اُمت آج بھی اس پیمان کو تسلیم کرتی ہے جو اس نے مدتوں پہلے ہادیٔ اسلام سے باندھا تھا اس ملت نے جو رشتۂ تعلق چودہ سو برس پہلے اپنے عظیم رہنما سے قائم کیا تھا اس کا احترام ان کے دلوں میں آج تک موجود ہے۔ اگر آج اس رابطہ کے وجود کا اعتراف مسلمانوں میں نہ ہو تو پھر وہ کون سی طاقت ہے جو ان سے اس یادگار منانے کا اس قدر اہتمام کرتی ہے اور وہ کون سا جذبہ ہے جو اس تقریبِ سعید کے موقع پر ان کے دلوں میں ایک بے مثال مسرت کی لہریں پیدا کرتا ہے۔ اس تقریب کے دو لازمی تقاضوں کا ذکر اوپر ہو چکا۔ پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانانِ عالم پیغمبرِ اسلام کو آج بھی اپنا ہادی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اس عہد و پیمان کا بھی انہیں احترام ہے جو ہادیٔ اسلام سے کیا گیا تھا لیکن غفلت اور بدقسمتی یہ ہے کہ اس عہد و پیمان کی حقیقت اور اس کے تقاضے مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو یہی تقریبِ سعید ہماری اس غفلت کو بھی دور کرتی ہے۔ اپنے ہادی کی یاد مناتے ہوئے یہ بات قدرتی ہے کہ ان کا عہد و پیمان بھی یاد آ جائے اور اس عہد کے پیشِ نظر جو نصب العین اس قوم کے سپرد ہوا وہ بھی اس پر واضح ہو جائے کیونکہ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار محمد ابن عبداللہ ہونے کی حیثیت سے یا تاریخ کا ایک مشہور انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں مناتے بلکہ آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اور خدا کے بھیجے ہوئے آخری نبی ہونے کی حیثیت سے مناتے ہیں اور رسالت و نبوت کے منصب کی غرض و غایت و نصب العین ہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کو ان کے خدائے بزرگ کی طرف سے سپرد ہوا۔ اس لیے رسولِ اکرم کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کو ان کی یاد سے جدا نہیں کر سکتے اور اس یاد کی عظمتوں کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس یاد کے ساتھ بعثت کے نصب العین کا تصور تازہ ہو جاتا ہے لٰہذا اس موقع پر دو باتوں کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ایک یہ چیز بیان کی جائے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین کیا تھا؟ تاکہ ان کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کے تقاضوں کو سمجھ سکیں۔ اور ان کی یاد کو محض رسمی طور پر منا کر نہ رہ جائیں۔ دوسری یہ چیز سمجھائی جائے کہ یہ نصب العین رسولِ خدا کو کس قدر پیارا تھا تاکہ اس نصب العین کی اہمیت واضح ہو جائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نصب العین اس نظامِ حق کو دنیا میں کامیاب کرنا تھا جس کی ہدایت آپ کو خداوندِ قدوس نے کی اور جس کی روشنی میں پوری زندگی رضائے الٰہی کے سانچوں میں ڈھل جاتی ہے۔ آپ نے بندگانِ خدا کے سامنے اس نظام کی تشریح کی۔ اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے تمام ممکن وسائل اختیار کیے۔ اس کے راستے میں آنے والی تمام صعوبتوں کا استقلال سے مقابلہ کیا۔ اور بالآخر اس نظامِ حق کو زندگی کے عملاً نافذ کر کے چھوڑا۔ پھر اپنی اُمت پر اس کے استحکام و تحفظ کی راہیں خوب واضح کر دیں۔ حضور اس نصب العین کے لیے بعثت کے دن سے لے کر عمر کے آخری لمحے تک کام کرتے رہے۔ چونکہ یہ مشن آپ کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سونپا گیا تھا لٰہذا یہی مشن آپ کی زندگی کی متاعِ عزیز ترین تھا۔ آپ ان کو دوست سمجھتے جو اس نظام کو برحق مانتا اور اس سے آپ کے تعلقات کٹ جاتے جو اس نظامِ حق سے منہ موڑتا۔ اس نصب العین پر آپ پیاری سے پیاری چیزیں قربان کرتے رہے۔ آپ کی زندگی دکھوں سے بھر دی گئی مصائب و مشکلات کے طوفان اٹھائے گئے۔ بدتمیزی اور دھاندلی کی آندھیاں چلائی گئیں لیکن آپ اپنے موقف سے ہرگز نہ ہٹے۔ وہ دردناک منظر سامنے لائیے جب آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے تھے گڑھے کھودے جاتے تھے چھتوں سے کوڑا کرکٹ گرا دیا جاتا تھا عبادت کرتے ہوئے کبھی کوئی بدبخت آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچتا اور کبھی پشت مبارک پر آلودگی ڈالی جاتی نوبت یہاں تک آ گئی کہ آپ کا اپنے وطن میں جینا مشکل ہو گیا اور قوم والوں نے قتل تک کا فیصلہ صادر کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ سب کچھ کیوں رونما ہوتا تھا؟ یہی قوم آپ کو صادق اور امین کہتی تھی۔ اب ان کے رویے میں یہ کیسی تبدیلی کیوں آ گئی؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم اس نظامِ حق کو برداشت نہیں کرتی تھی جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرماتے تھے۔ اہلِ باطل کی کوشش یہ تھی کہ تکلیفیں دے کر مصیبتوں میں مبتلا کر کے اور ظلم و ستم ڈھا کر آپ کو اس راستے سے ہٹا دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پیارے نصب العین کو کسی قیمت پر بھی ترک نہ کیا۔

آپ کے ذاتی دکھوں کے بعد ایک دوسری ناقابلِ برداشت چیز یہ تھی کہ حضور کے

عزیزوں، غلاموں، دوستوں اور اسلام لانے والے ساتھیوں کی زندگیاں اجیرن بنا دی گئیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتلا مشہور ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر میں تلواروں اور بھالوں کے گہرے زخم پڑ گئے۔ بہت سے صحابہ اسی طرح کے دکھ سہتے سہتے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر میں باطل سے صلح کر لوں تو یہ دورِ ابتلا ختم ہو سکتا ہے بلکہ اس صورت میں دولت، رشتے اور اقتدار آپ کے قدم چومتے لیکن آپ قربانیوں ہی سے برابر گزرتے گئے اور اپنا کام کرتے رہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بھی اس قدر پیاری نہ تھی جس قدر اللہ کا عطا کیا ہوا یہ حق نصب العین پیارا تھا۔ ہو گیا آج کے مسلمان اس تصور میں ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں اس نصب العین کی خدمت سے خالی رکھتے ہوئے ہادیٔ اسلام کی محبت کے دعویٰ میں سچے تسلیم کر لیے جائیں گے۔ کیا ہم صحابہ و اہلِ بیتِ اطہار سے اونچا مقام رکھتے ہیں کہ وہ تو اپنے محبوب کی رضا کی راہوں میں وطن، مال، اولاد اور جان کی قربانیاں پیش کر دیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی نافرمانیوں کے باوجود محبِ صادق اور عاشقِ زار قرار پائیں۔ باتیں بنانے اور زبانی جمع خرچ کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہو سکتے۔ ہم اپنی زبان کے دعووں سے خواہ کچھ بھی بنے پھریں لیکن حقیقت اور واقعیت کے لحاظ سے یہ کبھی ممکن نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلنے کے باوجود ان کے غلام شمار کیے جائیں۔ یہ کس قدر رونے کا مقام ہے کہ دنیا کے کروڑوں مسلمان ہر سال اس ہادیٔ اعظم کی یاد جھوم جھوم کر مناتے ہیں لیکن انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے کسی کے دل میں اس مشن کے واسطے درد کی کوئی لہر نہیں اٹھتی جس مشن کی خدمت میں محمد، اللہ کے نبی نے اپنی ساری زندگی گزار دی۔

مسلم از سرِّ نبی بیگانہ شد — باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد
سینہ ہا از دولتِ دل مفلس اند — چشم ہا بے نور مثلِ نرگس اند

رسمی طور پر تو یہ تقریب ہر سال منائی جاتی ہے لیکن اس کائنات کو ایک ایسے جشنِ میلاد کا انتظار ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والے غفلت کے بستروں سے کروٹیں لے کر اٹھیں اور شمعِ محمدی کے نور سے مشرق و مغرب میں اجالا کر دیں۔

مسلمانوں کی غفلت اسی صورت میں دور ہو سکتی ہے جب کہ ان کے دلوں میں اپنے پیارے ہادی کے نصب العین کی خدمت کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے ۔

ہمیں اس نصب العین سے ایسا عشق ہو کہ اس کی خدمت کے بغیر زندگی میں چین نہ آتا ہو۔
ہمیں اس نصب العین کا علم اور اس کی صحیح واقفیت حاصل ہو۔
ہماری زندگی کا نقشہ اس نصب العین کے مطابق ہو۔

مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان تینوں چیزوں میں صفر کے مقام پر کھڑے ہیں۔ ہم اپنے نبی کی تعلیم سے بے خبر ہیں۔ دینِ اسلام کی حقیقت، اس کی روح اور اس کے مزاج سے قطعاً نابلد ہیں۔ جو قوم اپنے نصب العین کو جانتی تک نہ ہو وہ اپنے نصب العین کی خدمت کیا کر سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ خدمتِ اسلام کے نام پر کام کرتے ہیں لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے کیوں کہ وہ اپنی لاعلمی کی بنا پر کام کا صحیح طریقہ اختیار نہیں کیے ہوتے۔ اس بے خبری کے علاوہ اب ہماری عملی زندگی کا رُخ بھی بدل چکا ہے یعنی ہمارے نصب العین کا رُخ کچھ اور ہے اور عملی زندگی کا رُخ کچھ اور۔ اور ظاہر ہے کہ اس کیفیت میں اسلام کی خدمت مؤثر طریقے سے نہیں کی جا سکتی۔ اور اپنے مشن سے والہانہ محبت رکھنے کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دولت تو کبھی کی ہم سے رخصت ہو چکی ہے۔ اب تو ہمارے دلوں میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ہم کون تھے اور اس دنیا میں کیا کرنے آئے تھے۔ لیکن ان باتوں کا مقصد مایوسی پیدا کرنا نہیں بلکہ سوئی ہوئی قوم کو جگانا اور اسے اس کی منزل کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

دین کیا ہے؟ دین کی تبلیغ و تلقین کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ دین کو زندگی میں عملاً کس طرح نافذ کیا جاتا ہے؟ اور نافذ کرنے کے بعد اسے کس طرح محفوظ اور مستحکم رکھا جاتا ہے؟ ان تمام امور کی رہنمائی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طاہرہ میں موجود ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہماری سب پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اور اسی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو ہمارے اسلاف کو عطا ہوئی تھی۔

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

دنیا میں آج سیدِ لولاک ﷺ آ گئے

اُٹھی گھٹا وہ کعبہ کے پردوں سے جھوم کر — وہ چھا گئی فلک پہ فضائیں گئیں نکھر
ہے سرمدی سرور کی بارش جہان پہ — لا ایک جام اور پلا ایک اور پھر
رندوں کی آج عید ہے مستوں کی عید ہے
ساقی حرم کے بادہ پرستوں کی عید ہے
تاریکیوں کا دور دلِ مضمحل گیا — چمکا نصیب گوہرِ مقصود مل گیا
ملت کے دل کا غنچۂ افسردہ کھل گیا — ہستی کا چاک دامنِ امید سل گیا
وہ نورِ چشمِ آمنہ پاک آ گئے
دنیا میں آج سیدِ لولاک آ گئے
ظلمت کدوں کو دہر کے اک روشنی ملی — ہر مضمحل نگاہ کو تابندگی ملی
بیمار زندگی کو نئی زندگی ملی — غم خوردہ و شکستہ دلوں کو خوشی ملی
فیضِ جمالِ ماہِ عرب آج عام ہے
مسرور و شادکام زمانہ تمام ہے
وہ سرور و کیف کی جلوہ گری ہوئی — کشتِ امید سوکھ چکی تھی، ہری ہوئی
زندہ ہے پھر ہر ایک تمنا مری ہوئی — ہے آج ہر فقیر کی جھولی بھری ہوئی
جاگے نصیب، روز ملا عیدِ نور کا
صدقہ ہے یہ ولادتِ پاکِ حضور کا

——— اختر الحامدی

میلاد النبی ﷺ کا پیغام

تحریر: نعیم صدیقی (لاہور)

ربیع الاوّل وہ مبارک مہینہ ہے جس میں دنیا کا سب سے بڑا انسان سیدِ انسانیت اور محسنِ عالم مکّہ میں پیدا ہوا۔ اور جس کے پیغام نے چند برس میں زندگی کی کایا پلٹ دی۔

تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے جلسے منعقد کرو، کون تمہیں روکنے والا ہے کہ اس کی والہانہ محبت میں جلوس نکالو۔ تم نعتیں پڑھو، تقریروں اور لیکچروں کا انتظام کرو، اور جس جس طریق سے جائز حدود میں خوشی منائی جا سکتی ہو مناؤ۔ خوشبوؤں اور روشنیوں اور رنگوں کی چار طرف لہریں اُٹھا دو۔

دنیا بھر میں جشنِ میلاد کسی نہ کسی طرح منایا جاتا ہے۔ صحیح طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، غلط طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، مگر سارے طریقوں میں ایک جذبۂ محبت کارفرما ہوتا ہے، اور یہ جذبۂ محبت جن بہترین الفاظ میں ڈھل جاتا ہے، وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ذرا سی تبدیلی

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے، تقریروں اور نعتوں کے اثر سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور کام کی یاد سے اثر لے کر تھوڑی سی تبدیلی اپنے دل میں پیدا کرو۔

اتنی تبدیلی کہ جس کے اثر سے تم اپنی ہستی کے گرد چڑھے ہوئے گندگی کے اس

خول کو اتار پھینکو جس کو غلطی سے تم نے سرمایۂ عزت سمجھ رکھا ہے۔

تم نے سروں پر غلاظتوں کے ٹوکرے رکھے ہیں، مگر یہ سمجھتے ہو کہ عمر بھر کی محنت سے تم نے گوہر و مرجان سمیٹے ہیں۔

تمہیں ربیع الاوّل کا مہینہ اتنا ایمانی احساس دے کہ ظلم و گناہ سے حاصل کردہ سکوں کی جلن تمہیں محسوس ہونے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سے کم اتنی محبت تم میں جاگ اٹھے کہ حرام کا لقمہ منہ میں رکھتے ہی معلوم ہو کہ کوئی دہکتا انگارہ زبان پر رکھ لیا ہے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشتگی کی سعادت رکھنے والو! کیا تم کو کبھی فتنۂ تہذیبِ مادیت کے اس اژدہا کے پھنکاریں ناگوار گزریں جو تمہاری طرف مسلسل پھنکار رہا ہے؟ کیا تمہیں نظریاتِ فاسدہ کے ان کیڑوں مکوڑوں کی نحوست سے نفرت ہوئی جو تمہارے دماغوں کی نسوں میں اپنے زہریلے ڈنک اور سینگے اتارے ہوئے ہیں؟ کیا تمہیں کبھی اُن ناپاک رنگین فتنوں کی جونکوں کو دیکھ کر کرب محسوس ہوا جو تمہارے ایمانی وجود سے مسلسل خون چوس رہی ہیں؟ کیا تمہیں ان عصبیتوں کے جام ہائے زہر پی کر جیتے ہوئے کبھی متلی ہوئی جو تمہاری صفوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑاتے رہنے کا سبب ہیں؟

یہ سب کچھ اگر برقرار رہنا ہے اور یہ سب کچھ اگر تمہیں عزیز ہے تو پھر میلادِ مبارک اور ربیع الاوّل کے ماہِ سعادت اور عشقِ رسالت مآب کی نورانی گھڑیوں سے کیا ملا لے؟

کیا دین رسموں کا نام ہے؟ کیا انبیاء اور صلحا اسی لیے قربانیاں دیتے اور مشقتیں اٹھاتے رہے کہ لوگ دلچسپ مشاغل کا ایک لباس خاص خاص موقعوں پر پہن لیا کریں، اور پھر زندگیاں چاہے کسی بھی طاغوت کی دُم تھام کر گزار دیں۔

کبھی دو لمحوں کے لیے سارے مشغلے چھوڑ کر، کنارے بیٹھ کر، دل کے سامنے پاکیزہ جذبات اور دماغ کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اس مسئلے کو سوچو کہ دین کیا ہے؟ دین کی خاص خاص تقاریب کس مقصد سے ہیں؟ دین کیسے انسان بنانا چاہتا ہے؟

دین کن کن اصول و اطوار کے خلاف لڑنا چاہتا ہے اور کن شعائر و اقدار کے لیے سپاہی جمع کرنا چاہتا ہے۔

فلاح کا راستہ

جب تک ذہنوں کی یہ گرہ نہ کھلے گی اور دلوں سے یہ کانٹا نہ نکلے گا، اس وقت تک کوئی نظامِ حیات، کوئی انقلاب، کوئی جمہوریت، کوئی انتخاب، کوئی حکومت ہمیں ایک عظیم قوت میں نہیں بدل سکتی۔ روپے کے انبار جمع کر لیجیے، اسلحے سے چھاؤنیاں بھر لیجیے، صنعتوں کا جال بچھا لیجیے، زمین کے ایک ایک ذرے سے رزق کے ایک ایک خروار کا خراج وصول کر لیجیے، گلی گلی عیش و تفریح کے سامان کر لیجیے، ثقافت اور کلچر کے نئے سے نئے معبد کھول لیجیے، قوم کی تمام عورتوں کو میدان میں نکال لائیے اور اُن کو پردے ہی سے نہیں، اور دوسری بہت سی پابندیوں سے بھی آزاد کر دیجیے، ہزار یونیورسٹیاں کھول لیجیے اور فرد فرد کو ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں سے آراستہ کر دیجیے ——— ہماری کمزوریاں کمزوریاں ہی رہیں گی، بلکہ کچھ کمزوریوں کی جگہ کچھ نئی اور بڑی کمزوریاں نمودار ہو جائیں گی۔ ہمارے اندر ایک طرح کی فرو مائیگی کا احساس پروان چڑھے گا۔ ہم اپنی زندگیوں میں ایک خلا پائیں گے جیسے کسی مادی چیز سے بھرا نہ جا سکے گا۔

نجات کی راہ صرف نیکی کا علم اٹھا کر بدی کے خلاف لڑنے میں ہے اور ہمارا منصب یہ ہے کہ صرف اپنے آپ کو یا اپنی قوم ہی کو نہیں، ساری دنیا کو جھوٹ اور ظلم و تشدد سے نجات دلائیں۔ آدم کی ساری اولاد کو اصر و اغلال سے آزاد کرائیں۔ یہاں تک کہ سوائے ایک خدا کی بندگی کے، اور تمام طاقتوں کی خدائی کی زنجیروں سے انسان آزاد ہو جائے۔

یہ ہے اصل پیغامِ محمدی، اور یہ ہے وہ سبق جو ماہِ ربیع الاوّل سے اخذ کرنے کا ہے۔

حضورؐ کا مختصر پیغام

تم اگر تاریخ کی مبارک ترین ہستی کی یاد تازہ کرتے ہو تو اس کے اس مختصر پیغام کا

چراغ ذہنوں میں روشن کرو کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کوئی دوسرا مالک و خالق نہیں، کوئی اور رازق و معطی نہیں، دعائیں سننے اور سہارا دینے والا کوئی نہیں، ہدایت کا راستہ دکھانے والا کوئی دوسرا نہیں، کسی اور کا قانون اس قابل نہیں کہ اپنی خوشی آدمی اسے اپنے اوپر چلنے دے، سوائے اس کے ہمارا کوئی دوسرا حکمران اور قسمت گر اور جزا سزا دینے والا نہیں۔

حضورؐ کے کلمہ لَآ اِلٰہ کی ان بلندیوں سے جب تم نیچے نگاہ ڈالو گے تو تم کو اگلے وقتوں کے فرعون و نمرود چیونٹیوں کی مانند حقیر دکھائی دیں گے اور آج کے فرعونو اور نمرودوں اور شہزادوں پر تم نگاہ ڈالو گے تو وہ تم کو جھینگروں اور مچھروں سے بھی کم تر محسوس ہوں گے۔ اس وقت تم آشنا ہو گے کہ خدا نے انسان کے لیے "کَرّمنا" کا جو لفظ استعمال کیا ہے اور خلافت کا جو تاج اسے پہنایا ہے وہ ایک سچے خدا پرست کو کتنی بڑی عظمت عطا کرتا ہے۔

تم اس دعوت کو اپنے اندر جذب کر کے کیوں نہیں بے تاب ہو جاتے کہ اپنے گھر اور محلے اور شہر اور ملک کے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کو پہنچائیں گے یہاں تک کہ اس راہ میں "طائف" کے پتھروں کے وار بھی اگر سہنے پڑیں گے تو اس لیے سہیں گے کہ ہم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے کلمۂ حق کے علمبردار ہیں۔

باطل کے خلاف جہاد

ساتھیو اور بھائیو! تم ربیع الاوّل کی تو خوب رونق افزائی کرتے ہو، مگر اس تحریک کو کیوں لے کر نہیں چلتے جس کے اثر سے حضورؐ انور نے کنیزوں اور غلاموں تک کو اتنے بلند کردار کا مالک بنا دیا تھا کہ دورِ حاضر کے حکمران اور دانشور تک اس سطح تک نہیں پہنچ سکے۔

تم باطل کے خلاف اس جہاد کو برپا کرنے کے راستے پر کیوں نہیں چلتے جس نے ایک فرسودہ طاغوتی نظام کے سرفروش محافظوں کی شاندار اور خوفناک قوت کو خدا کے بے سروسامان سپاہیوں کی قلیل تعداد جس کو اسلحہ و رسد کی قلت کا بھی سامنا رہا ہے کے ہاتھوں تہس نہس کرا دیا۔

آخر تم ان ہستیوں کے مختلف دور گزارنے اور نسل در نسل ظلم کی چکیوں میں پسنے کے باوجود کیوں اس جہانِ نو کی تعمیر کا انقلابی کارنامہ انجام نہیں دیتے جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا۔

کوئی ہے جو ربیع الاوّل کے ماہِ پُرسعادت کا سندیسہ سنے اور قبول کرے؟
کوئی ہے جو میلادُ النبیؐ کے پیغام کو سمجھے؟

جب زمانے میں پرستارِ خدا کوئی نہ تھا — تابعِ فرمانِ خدا کارِ خدا کوئی نہ تھا
جب زمانے میں کسی کو آخرت کا غم نہ تھا — جب زمانے میں ہر اک گھر بتکدے سے کم نہ تھا
جب زمانے میں صداقت کا نہ تھا روشن چراغ — جب کسی نے منزلِ حق کا نہ پایا تھا سراغ
جب جہاں میں گرم تھا بازارِ خونِ قتلِ عام — کذب گوئی، مے کشی، غارتگری تھی صبح و شام
خانۂ رب کی نگہبانی تھا جن کا خاص کام — خانۂ رب ہی کو بت خانہ بنایا تھا تمام
کوئی شیدائے ہُبل، کوئی پرستارِ منات — کوئی عُزّیٰ کا پجاری، کوئی تھا قربانِ لات
عصمتِ نسواں سرِ بازار لوٹی جاتی تھی — لڑکی پیدا ہو تو زندہ دفن کر دی جاتی تھی
مرد و زن کو اپنی بدکاری پہ تھا فخر و غرور — زندگانی ہو رہی تھی نذرِ ہر فسق و فجور
بدچلن، بدخلق، بدخو، قمار و بدگفتار تھے — بدگہر، بدذوق، بداخلاق و بدکردار تھے
بدشعاری، بدسلوکی، بدزبانی عام تھی — خود نمائی، خود ستائی، لن ترانی عام تھی

غیرتِ حق آئی آخر دفعتاً یوں جوش پر
ہادیٔ اعظمؐ ہوئے اس دم جہاں میں جلوہ گر

جوہر چاند وڑی

ظہورِ قدسی

دم بخود آسمانوں کے چہرے پہ بکھری ہوئی چاند کی کونپلیں
شبِ ظلم کے زخم خوردہ زمانوں کو اجلی سحر کی بشارت بھی دینے لگی ہیں
وقت کھرے تبسم کے لٹتے ہوئے پانیوں میں جواہر کے ریزے
پرونے لگا ہے
معبدِ جاں کے اصنام سجدے میں گر کر خدائی بزرگی کا اعلان
کرنے لگے ہیں
شاخِ گل پر حیاتِ فسردہ کا اُدھڑا ہوا جسم انگڑائیاں لے رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
دیارِ نبوت کی اونچی فصیلوں پہ آیات کی ہر شبیں نور کے بیل بوٹے
بنانے لگی ہیں
حریمِ شفاعت کی چلمن میں ٹھہری ہوئی ساعتوں کو
درودوں کے پرچم عطا ہو رہے ہیں
نمو کے جزیروں میں جذبات کے موسموں کو صبا کے نئے پیرہن مل رہے ہیں
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
آسماں کس کے قدموں کی مٹی کو کشکولِ جاں میں سمیٹے ہوئے ہے
کہکشاں کس کے نقشِ کفِ پا کا جھومر سجا کر سرِ رہگزارِ فلک
رقص کرنے لگی ہے
دھنک کے سبھی رنگ کس کے لیے حرفِ تازہ کی کونپل پہ جھکے ہوئے ہیں
صحائف کے اوراق تشنہ پہ لکھی عبارت کی تکمیل ہونے لگی ہے
جمالِ قلم اور حسنِ تصور کا برجِ یقیں میں ملن ہو رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
یہ کون آ رہا ہے

—— ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

مستانہ بزمِ مولود

خواجہ حسن نظامیؒ

دن آ گئے کہ ہم فراق کی راتوں سے رخصت ہوں۔ ربیع الاول کا چاند عرب کے اُفق سے بلند ہونے کو ہے۔ آؤ سب مل کر اس کو دیکھیں اور چشمِ منتظر کو ٹھنڈا کریں۔

سارا جہاں اس ماہِ مبارک میں اس پاکیزہ وجود کے میلاد کا ذکر کرے گا جو تمام موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ ہم بھی جہان میں ہیں، کیوں نہ ایک بزمِ میلاد منعقد کریں۔

نظامِ استانخ کے اوراق کا فرش بچھا دو۔ حروف کے نقش و نگار سے محفل کو آراستہ کر دو، اور صدا کے شامیانے تانو۔

ہم اپنی محفل میں اغیار کو نہیں بلائیں گے، نہ کوئی اس قابل ہے کہ اس شاندار بزم میں مدعو ہو سکے۔ ذکرِ خدا کو پیا مقا اور اس سے درخواست کی گئی تھی کہ ہماری مجلس کی صدارت قبول فرمائیے، اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے شرکتِ جلسہ کی دعوت دے۔ سو اُس نے لوحِ محفوظ کے چکنے کاغذ پر مطبع وحی میں حسبِ ذیل اعلان چھپوا کر اخبار القرآن میں شائع کر دیا۔

"اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، تم بھی اے ایمان والو! اُس پر درود و سلام بھیجو۔"

چونکہ القرآن کثیر الاشاعت اخبار ہے، اس لیے تمام اہلِ ایمان اس بزمِ درود و سلام و ذکرِ خیر الانامؐ کی شرکت کے لیے جمع ہو گئے۔ اس وقت صدرِ انجمن صاحب جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کرسی لامکان پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی افتتاحی تقریر آواز ھُو میں شروع کی، جو یہ تھی:

فرشتو اور جنٹلمین (ایمان دار آدمیو!) میں خوش ہوں کہ تم سے آج کے دن شانِ تعین میں خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ تمہاری کوئی بزم ایسی نہیں ہے جو میرے دائرۂ وجود سے باہر ہو۔ مگر یہ محفل ایک خاص محفل ہے جس میں علانیہ میری تجلّی تم سے ہم کلام ہوتی ہے۔

آج کے جلسے کی غرض یہ ہے کہ ہم سب اس اہم کرنٹ کی شان میں اس نور کا ذکر کریں جو ہماری ذات وحدت مآب کا ظہور بشکل حمد وثنا میں تھا، جس کو ہم نے احمدؐ بھی کہا اور محمدؐ بھی۔

میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا ذکر کیونکر کیا جائے گا؟ سنو! سنو ہر وجود اپنی شکل وصورت کے اعتبار سے اس کا ذکر کرے مگر ہم کبریائی کے مالک ہیں، سب کچھ ہمارا ہے، سب کچھ ہم میں ہے، سب کچھ ہم سے ہے اور سب کچھ ہم ہیں۔ اس لیے ہمارا ذکر صرف ان الفاظ میں ہوگا۔

اے کملی اوڑھنے والے اُٹھ، رات کو ہماری یاد کر۔ لوگوں کو ہدایت کا راستہ بتا۔ ہماری شان سے ان کو آگاہ کر۔ مانگ تجھ کو دیا جائے گا۔ بول، اس کو سنا جائے گا۔ سفارش کر، قبولیت ہوگی۔ اے اندھیری رات کی مثل سیاہ گیسو والے! اے صبح کی روشنی کی مانند منوّر چہرے والے! میں تجھ کو پسند کرتا ہوں۔ تو ازل سے ابد تک میرا ہے۔ تجھ پر میرا سلام!

فرشتو! تمہارا ذکر یہ ہے کہ اس آدم زاد کو سجدہ کرو، مومنو! تم اس کے احکام کی اطاعت کرو، یہی تمہارا ذکر ہے۔

جب حضرتِ قدوس اپنا ایڈریس ختم کر چکے تو ایک گدڑی پوش مست کھڑا ہوا، اور اس طرح بولنے لگا:

جنابِ باری اور دیگر یارانِ خراباتی! میں دیوانہ ہوں اور عقل وخرد سے بے گانہ۔ اجازت دیجیے کہ میں اپنے ممدوحؐ کا ذکر اس قاعدہ اور ضابطہ سے نہ کروں جس کا مجمل خاکہ پریسیڈنٹ صاحب نے قائم کر کے دکھایا ہے، بلکہ ذوق وشوق اندر ولولے میں جو چاہوں سو کہہ جاؤں ۔ ۔ ۔ چیئرز (نعرۂ حق) اُمید ہے کہ آنرایبل چیئرمین مجھ ذرّۂ بے مقدار

کی گستاخی و بے ادبی سے ناراض ہو کر ظلوماً جہولاً سے زیادہ کوئی اور دوسرا خطاب تجویز نہ فرمائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خندہ اور زور شور سے چیئرز (نعرۂ حق)

میں حضرت سبحانی سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآنی دعوت نامہ میں جس نبی پر درود وسلام بھیجنے کا ذکر ہے، وہ کون سا نبی ہے۔ کیا وہ جس کا خاکی وجود سب سے پہلے بنا اور جس کے متحرک ہونے کے واسطے خود ذاتِ ربانی نے اپنے دم کو بلایا۔ اور آدم کے حکم کو سن کر سب موجودات نے اس پیکرِ خاک کو آدمؑ کا لقب دیا۔ یا وہ جس کو نوح ؑ کہتے ہیں جس نے حضرت کی شانِ قہر کو طوفان آب پر علانیہ جنبش کرتے دیکھا۔ یا نبی سے مراد آپ پر فطرتاً ایمان لانے والے ابراہیمؑ سے ہے۔ یا ان سے جنہوں نے طور پر راز و نیاز کے کلام کے بعد ذرا بے باکانہ جرأت پردہ اٹھانے کی کی تھی۔ یا نبی کا لفظ ابنِ مریمؑ کی شان میں فرمایا گیا ہے جو آپ کی حیران کرنے والی نشانیوں میں ایک نشانی تھے۔

اگر یہ سب نہیں، تو کیا وہ یتیم جو ماں کی آغوش میں پلا۔ لکڑی ہاتھ میں لیے بکریاں چراتا تھا۔ وہ جو کمبل اوڑھ کر آیا اور دوشالہ اوڑھا کر گیا۔ جس نے جو کا آٹا کھایا اور گیہوں کا کھلایا۔ پروردگار! یہی بتا، کیا وہی جو امن میں بشیر کی طرح شیریں اور صاف اور جنگ میں شیر کی مانند دلیر وصف شکن تھا۔ کیا وہی جو نیزہ وشمشیر کا مالک اور میدانِ کارزار کی رونق تھا۔ جس کی پشت دشمن نے کبھی نہیں دیکھی جس کا قدم ہمیشہ آگے بڑھتا رہا۔ وہ جس کو آپ کی گورنمنٹ نے ”خلقِ عظیم“ کی ڈگری عنایت فرمائی۔ وہ جو غریبوں بے کسوں، لاوارثوں کا والی و سرپرست تھا۔ وہ جو مدینہ کی گلیوں میں معمولی آدمیوں کی طرح چلتا پھرتا تھا۔ آہ آہ آہ۔ وہ تو نہیں، جس کی آنکھوں کی یاد نے ہم کو آنسوؤں کے دریا میں ڈبو رکھا ہے۔

اگر وہ ہے تو ہم کو اجازت دی جائے کہ اس کی محبت کا جام سرِ جلسہ نوش کریں، ۔ ۔ ۔ (چیئرز) اور اس دربار میں جتنے مجھ جیسے مستانے ہیں، ان کو رخصت ملے تا کہ

خراباتیاں مے پرستی کنند محمدؐ محمدؐ ہمہ وستی کنند

رندِ خراباتی اس قدر گفتگو کرنے پایا تھا کہ محفل میں گردش پیدا ہوئی۔ عاشقانِ سوختہ تڑپنے لگے، تجلّی کی بجلیاں چمکنے اور کڑکنے لگیں۔ اور ہُوا جو ہُوا۔ بے چارے حسن کی مجال نہیں کہ اس سے زیادہ اس محفل کی نسبت زبان کھولے۔

(ماخوذ از نظام المشائخ۔ ص ۹۲ تا ۹۵)

جاہلیت کی جہاں سے دور آلائش ہوئی
آپؐ آئے عالمِ امکاں کی زیبائش ہوئی
اُس مکاں کے بام و در کے ذرّے ذرّے پر درود
جس مکاں میں سیّدِ والا کی پیدائش ہوئی
میری سانسیں آپ کی صبحِ ولادت پر نثار
جس کے صدقے میں مری بخشش کی گنجائش ہوئی
جھک کے چلنے والے پورے قد سے پھر چلنے لگے
خود شناسی کی رگِ انساں میں افزائش ہوئی
کھل اُٹھے صدیوں کے مرجھائے ہوئے دل کھل اُٹھے
زندگی کے باغ کی اس طرح آرائش ہوئی
پڑھنے والا آ گیا چہروں کی چپ تحریر کو
بول اٹھی خامشی، جذبوں کی پیمائش ہوئی
دیکھتا ہی رہ گیا میں روئے انور کا جمال
حشر کے میدان میں جب نعتوں کی فرمائش ہوئی

—— پروفیسر انور جمال (ملتان)

وہ آئے تو برسے فلک سے ترانے
خدا وہر نغمہ سرا بن کے آئے
وہ آئے تو اُگلے زمیں نے خزانے
خزف ریزے لعلِ صفا بن کے آئے
وہ آئے تو اُن کے قدم چومنے کو
نجوم و قمر بھی گدا بن کے آئے
وہ آئے تو چھونے کو اُن کے لبوں کو
گُل و لالہ رنگیں ادا بن کے آئے
وہ آئے تو انسانیت مسکرائی
وہ انساں کے رہنما بن کے آئے
وہ آئے تو کون و مکاں جگمگائے
وہ خورشیدِ حق کی ضیا بن کے آئے
وہ آئے تو بارش ہوئی رحمتوں کی
وہ مہر و کرم کی گھٹا بن کے آئے
وہ آئے تو آئیں بہاریں ارم کی
وہ حق کے گُلِ جانفزا بن کے آئے
وہ آئے تو بُت سر بسجدہ ہوئے سب
وہ دائی حکمِ خدا بن کے آئے
وہ آئے ازل کے شہِ کون و مکاں
ابد تک وہ عزت فزا بن کے آئے
فقیروں کے لب کی صدا اُن کو کہیے
غریبوں کی دل کی دوا بن کے آئے

سراپا کرم ہیں مجسّم ہیں رحمت
انہی سے ہے دنیا انہی سے ہے جنّت

انہیں کہیے تفسیرِ احکامِ یزداں — یہ تصویرِ قرآں ہیں۔ صلّوا علیہ
یہ تخلیق کون و مکاں کا سبب ہیں — دو عالم کا عنواں ہیں۔ صلّوا علیہ
تمنّائے یزداں ہیں ہر دل کے ایماں — یہ ہر دل کے ارماں ہیں۔ صلّوا علیہ
انہیں کہیے اخلاقِ حق کا نمونہ — یہ تکمیلِ ایماں ہیں۔ صلّوا علیہ
محبت انہی سے ہے شفقت انہی سے — یہ رحمت کے ساماں ہیں۔ صلّوا علیہ
امیروں کی عظمت فقیروں کی دولت — فقیری میں سلطاں ہیں۔ صلّوا علیہ
یہ آبِ بقا ہیں یہ رحمت کے بادل — یہ ابرِ بہاراں ہیں۔ صلّوا علیہ
کرم کا خزینہ وفا کا نگینہ — یہ انعامِ یزداں ہیں۔ صلّوا علیہ
محبت کے دریا سخاوت کے کوثر — یہ زمزم بداماں ہیں۔ صلّوا علیہ
مٹیں گے اندھیرے بڑھیں گے اُجالے — یہ خورشیدِ تاباں ہیں۔ صلّوا علیہ

حیاتِ گلستاں نشاطِ بہاراں
صبا کے دل و جاں صبا کے ہیں ایماں
سلام ان پہ لاکھوں
سلام ان پہ لاکھوں

صبا متھراوی (کراچی)

یاد ایامِ مکّہ ......

مکّہ میں ربیع الاوّل "روزِ پیدائشِ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مکّہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو عیدِ یومِ ولادتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلّے کے پیچھے مکلّف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریفِ مکّہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف کے، لباسِ فاخرہ زرق برق کا پہنے ہوئے اگر موجود ہوتے ہیں اور حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جائے ولادت پر جا تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی ہیں اور راستے میں جو مکانات اور دکانیں واقع ہیں ان پر روشنی کی جاتی ہے۔ جائے ولادت اس روز بُقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خواں نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاوّل بعد نمازِ عشا حرمِ محترم میں محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں اور اس رات مولد النبیؐ پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں .... ۱۱ ربیع الاوّل کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاوّل کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپخانہ سر کرتا ہے۔ ان دنوں میں اہلِ مکّہ بہت جشن کرتے، نعت پڑھتے اور کثرت سے مجالسِ میلاد منعقد کرتے ہیں۔"

(ماہنامہ "طریقت" لاہور، جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳۱۲)

مکّہ معظمہ کی تقریبِ میلاد "گیارھویں ربیع الاوّل کو مکّہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدا کے بازگشت سے گونج اُٹھے جبکہ حرم شریف کے مؤذن

نے نمازِ عصر کے لیے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارک باد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلے پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسبِ دستور شریف صاحب کو عیدِ میلاد کی مبارک باد دی۔۔ ۔۔۔ پھر تمام وزرا اور ارکانِ سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیانِ شہر بھی شامل تھے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقامِ ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔۔ یہ شاندار مجمع نہایت استقلال و احتشام کے ساتھ مولد النبی کی طرف روانہ ہوا۔ قصرِ سلطنت سے مولد النبی تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا۔ اور خاص کر مولد النبی تو رنگ برنگ روشنی سے رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرِ احمد بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے، اور ایک عام سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ ایسے متبرک مقام کی بزرگی کسی کو حرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی اور اس یومِ سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کیے ہوئے تھی۔۔۔۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیرِ خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالمِ انسانی کے اس انقلابِ عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجود ذات تھی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔۔۔۔ آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سب سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر سبھوں نے مقامِ ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی۔ پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نمازِ عشا ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیان میلاد سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصافِ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بیان کیے۔۔۔۔

عیدِ میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارھویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کر دیے گئے، اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

الیاس قریشی۔ ماخوذ از اخبار "القبلۃ"، مکۂ مکرمہ

(ماہنامہ طریقت، لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۲۱، ۲۲، ۲۳)

اہلِ دل جانتے ہیں شانِ ربیع الاوّل
آنکھ والوں کو ہے عرفانِ ربیع الاوّل

ہر مہینے پہ فضیلت ہے مدارج میں اسے
ہر مہینا ہے ثنا خوانِ ربیع الاوّل

اس کی جو بارھویں تاریخ ہے تاریخی ہے
یہی دن ہے بخدا جانِ ربیع الاوّل

بعثتِ پاکِ محمدؐ سے ملا اس کو شرف
مرحبا صلِّ علیٰ شانِ ربیع الاوّل

جلوہ افروز ہوئے روحِ دو عالم اس میں
جاؤں سو جان سے قربانِ ربیع الاوّل

ماہِ طیبہ ہی نے اِس ماہ کو چمکایا ہے
نورِ حق نورِ شبستانِ ربیع الاوّل

پھر آ گیا ہے مہینا ربیع الاوّل کا
لبوں پہ پھر ہے قصیدہ ربیع الاوّل کا
تجلیات کے نوری جلو میں نکلا ہے
ہر اک حسین مجلّہ ربیع الاوّل کا
کیا ہے نورِ مجسّم نے کسبِ نور اس سے
ہر ایک لمحہ ہے لمعہ ربیع الاول کا
بہار اس نے گُلِ ہاشمی کی دیکھی ہے
نہ چہرہ کیوں ہو شگفتہ ربیع الاوّل کا
ہر ایک ماہ کا قبلہ ربیع الاوّل ہے
تو ماہِ طیبہ ہے کعبہ ربیع الاوّل کا

عزیز حاصلپوری

عیدِ میلاد النبی ﷺ

آشوبِ تیرگی کا تسلط جہاں رہا — صد شکر، واں پہ نورِ خدا مہرباں ہوا
باغِ حیات، گلشنِ ناآفریدہ تھا — آمد سے ان کی ہر گلِ تر مسکرا اُٹھا
میلادِ پاک ان کا نہ کیوں کر منائیں ہم — مداح بھی ہے جن کا تو ممدوح بھی خدا
کھلتا ہے نادمیت کے اسلوبِ خاص سے — محبوب سے خدا کے جہاں کا معاملہ
منزل ملی مسافرِ شب ہائے تار کو — یعنی جمالِ صبحِ ازل کا نزول تھا
آیا کوئی بنامِ خداوندِ ذوالجلال — رسم و رواجِ دہر کی زنجیر توڑتا
زندانِ حرص و آز میں محبوس تھی حیات — آقا حضورؐ آئے تو اس کو کیا رہا
یلغارِ معصیت کی کڑی دھوپ کی جو تھی — زور اس کا ابرِ رحمتِ سرکارؐ سے تھما
دوری کی شاخ پر بھی اخوت کے پھول ہیں — ان کے طفیل اجنبی بھی آشنا لگا
خوں کے سمندروں میں جو اُترے ہوئے تھے لوگ — سرکار کے طفیل ہوئے مہر آشنا
مظلوم سر اٹھا کے چلا آپؐ کے طفیل — عفریتِ ظلم و جور جو تھا، سرنگوں ہوا
کالے ورق دلوں کے جو تھے صاف ہو گئے — اور ان پہ حسنِ خلقِ مجسم رقم ہوا
دم بھر میں ظلمتیں سبھی کافور ہو گئیں — فاران کے افق سے جو سورج نکل پڑا
میلادِ پاکِ سرورِ کون و مکاں سے — شیرازۂ حیات مجلد کیا گیا
ہر زشت، خوب ہو گیا رحمت سے آپؐ کی — القصہ زندگی کا ہر عنواں بدل گیا

دنیا سے کفر و شرک کی سب کلفتیں مٹیں
محمود حبّ و درودِ رسولِ خدا ہوا

——— راجا رشید محمود

میلادِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء

زندگی کے ہر طرف آثار روشن ہو گئے — آپؐ آئے تو در و دیوار روشن ہو گئے
عرش و کرسی، آفتاب و ماہتاب و کہکشاں — سب برائے احمدِ مختار روشن ہو گئے
اُن کی رحمت اُن کی بعثت اُن کی اُلفت کے طفیل — آدمیت کے سبھی کردار روشن ہو گئے
ہو گیا انسان کی سوچوں میں برپا انقلاب — ذہن روشن ہو گئے افکار روشن ہو گئے
پتھروں نے آپؐ کے ہاتھوں میں کلمہ پڑھ لیا — چشمِ رحمت سے دلِ کفار روشن ہو گئے
نیک و بد اچھے بُرے میں فرق ظاہر ہو گیا — جاگ اُٹھے دل، دلِ بیدار روشن ہو گئے
دل کی دنیا، بزمِ ہستی، کائناتِ رنگ و بو — سب بہ فیضِ سیدِ ابرار روشن ہو گئے
چھٹ گئے بادل پرانی ظلمتوں کے چھٹ گئے — آنے والے سب کے سب ادوار روشن ہو گئے
بعدِ محشر بھی رہیں گے روشن و رخشاں وہ دل — جو بہ حسنِ جلوۂ سرکار روشن ہو گئے
رہ گئیں تاریکیوں میں ہو کے گم تاریکیاں — روشنی کے سب کے سب مینار روشن ہو گئے

یہ سب اُن کی نسبتِ عالی کا صدقہ ہے نثار
نام میرا اور مرے اشعار روشن ہو گئے

——— اصغر نثار رستم لیشی (دلاپور)

نورِ رسالت

اس طرح آج ہوا نورِ رسالت پیدا

جیسے اک بحرِ سکوں یاس میں برہم لہریں
وقفِ آلام پہ ہوں جیسے کرم کی نظریں
جیسے ظلمات پہ چھا جائیں شہابی کرنیں
جیسے ہو کفر کی دنیا میں قیامت پیدا

جیسے صحراؤں میں پُرکیف بہار آجائے
جیسے بے تاب کو یک لخت قرار آجائے
جیسے اُجڑی ہوئی وادی میں بہار آجائے
جیسے ہو مجرم کی آنکھوں میں ندامت پیدا

جیسے بجھتے ہوئے دل عزم کی قوت پالیں
بے خبر یک بیک احساس کی دولت پالیں
جیسے اربابِ جہنم کوئی جنت پالیں
برف پاروں میں ہو جس طرح حرارت پیدا

ظلمتِ یاس میں اُمیدِ درخشاں جیسے
دشت میں عطر فشاں بوئے گلستاں جیسے
شب کی تاریکیوں میں ماہِ فروزاں جیسے
اس طرح آج ہوا نورِ رسالت پیدا

ظہیر فتحپوری

صبحِ سعادت

لے کے پیغامِ طرب بادِ بہاری آگئی — سلسبیلِ رحمت و الطافِ باری آگئی
قلبِ ابراہیمؑ کی پوری ہوئی آخر دعا — گونج اُٹھا ارض و سما میں نعرۂ راحت فزا
منتظر فطرت تھی جس صبحِ سعادت کے لیے — آگئی وہ صبح جس میں جلوے رسالت کے لیے
ظلمتِ عالم سے دور جانے کی باری آگئی — صاحبِ ختمِ نبوت کی سواری آگئی
قصرِ کسریٰ پر کا یک ابرِ نحوست چھا گیا — ٹوٹ کر ہر کنگرہ اس کا زمیں پر آگیا
لرزے ایوانِ شہی، اونچے منارے گر پڑے — بت گرے سجدے میں ٹھنڈے ہو گئے آتشکدے
یوں نویدِ موسیٰ عمرانؑ ہوئی تکمیل یاب — کھل گئے عرشِ عُلیٰ سے نعمتِ جنت کے باب
عیسیٰ مریمؑ کا حرفِ راز یوں افشا ہوا — وادیٔ بطحا میں اُس کا ہم نفس پیدا ہوا
ابنِ عبدالمطلب عبداللہؓ کا دُرِّ یتیم — ذاتِ حق کے بعد جس کی ذات ہے سب سے عظیم
آمنہؓ کا لختِ دل، نورِ نظر پیدا ہوا — خاندانِ ہاشمی میں اک گہر پیدا ہوا
کارگاہِ دہر کے شام و سحر روشن ہوئے — ہو گئے بیدار دل، فکر و نظر روشن ہوئے
جس کے آتے ہی جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے — شرک و بدعت کے ضلالت کے اندھیرے چھٹ گئے
بادۂ وحدت کے بخشے جس نے دنیا کو ایاغ — معرفت کے جس نے سینوں میں کیے روشن چراغ
وہ کہ ہے عالی نسب، عالی گہر، عالی مقام — وہ کہ ہے کون و مکاں پر رحمتِ ربِ انام
وہ کہ جس کی ذات ہے خیر الوریٰ خیر الانام — وہ کہ جس کی جنبشِ لب معنیٔ حسنِ کلام

کس کو یہ رتبہ ملا ہے کس نے پایا یہ مقام
ہے لبِ کونین پر بھی الصلوٰۃ والسلام

یزدانی جالندھری

صبحِ شبِ ولادت

پُرنور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پردہ اُٹھا ہے کس کا صبحِ شبِ ولادت

فصلِ بہار آئی، شکلِ نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت

پھولوں سے باغ مہکے، شاخوں پہ مرغ چہکے
عہدِ بہار آیا صبحِ شبِ ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا، گُل میں ہزار گلشن
نشو و نما ہے کیا کیا صبحِ شبِ ولادت

جنّت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبحِ شبِ ولادت

چھلکے ہوئے دلوں کے مدت کے مَیل چھوٹے
ابرِ کرم وہ برسا صبحِ شبِ ولادت

شوکت کا دبدبہ ہے، ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکانِ کسریٰ صبحِ شبِ ولادت

روح الامینؑ نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اُڑا پھریرا صبحِ شبِ ولادت

چاندی ہے مفلسوں کی، ہاندی کی خوش نصیبی
آیا کرم کا داتا صبحِ شبِ ولادت

ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں
کاٹا گیا سیاہا صبحِ شبِ ولادت

دن پھر گئے ہمارے، سوتے نصیب جاگے
خورشید ہی وہ چمکا صبحِ شبِ ولادت

قربان اے دو شنبے، تجھ پر ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبحِ شبِ ولادت

پیارے ربیع اوّل، تیری جھلک کے صدقے
چمکا دیا نصیبہ صبحِ شبِ ولادت

ہاں دین والو! اُٹھو، تعظیم والو اُٹھو
آیا تمہارا مولا صبحِ شبِ ولادت

آؤ فقیرو آؤ، منہ مانگی آس پاؤ
بابِ کریم ہے وا صبحِ شبِ ولادت

مرجھائی کلیو آؤ، کھلائے پھولو آؤ
برسا کرم کا جھالا صبحِ شبِ ولادت

حسن رضا خان بریلوی

صبحِ درخشاں

ڈھلنے لگی ہے شامِ فسوں گر
اے قلبِ مضطر، اے قلبِ مضطر

ڈوبے، وہ ڈوبے گردوں پہ تارے
چھپنے لگے ہیں وہ ماہ و اختر

بجھنے لگی ہیں تاروں کی شمعیں
سرور گریباں بیٹھا ہے آذر

ہونے لگا ہے اب تو سویرا
اُبھرا، وہ اُبھرا مہرِ منوّر

فاراں کا ماتھا چمکا، وہ چمکا
بدلا، وہ بدلا صحرا کا منظر

خورشیدِ تازہ، صبحِ درخشاں
دیکھو تو یاراں، نیرو نئے نیّر

اس کی ضیائیں صحرا بہ صحرا
اس کی تجلّی کشور بہ کشور

اس مہر کی ہیں پُرنور کرنیں
صدّیقؓ و فاروقؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

اس کی شعاعیں مقدادؓ و سلمانؓ
اس کی ضیائیں عمّارؓ و بوذرؓ

حسانؓ و محسنؒ، جامیؒ و قدسیؒ
کتنے سخنور، کتنے ثنا گر

تیرے جلو میں جب ہوں روانہ
محفل جمائیں بر حوضِ کوثر

یہ حکم دیں آپؐ روح الامینؑ کو
لاؤ کہاں ہے طاہر، وہ جعفر

آکر پڑھے تو اپنا قصیدہ
ہم بھی سنیں تو شعرِ قلندر

جعفر طاہر

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حصہ دوم

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دکھا رہی ہے دعائے خلیلؑ اثر اپنا
ہیں جلوہ ریزِ نویدِ مسیحؑ کے انوار
جنابِ آمنہؓ کے پہلوئے مبارک سے
ہوا ہے رحمتِ پروردگار کا اظہار
حضور سرورِ کون و مکاںؐ ہوئے پیدا
پیمبری کے گلستاں میں آئی فصلِ بہار
جہان و اہلِ جہاں کی پلٹ گئی کایا
مٹائی مہرِ درخشاں نے ظلمتِ شبِ تار
بڑھی سیادتِ ایماں، گھٹی ضلالتِ کفر
چھٹی سیاہیٔ باطل، پھٹا بدی کا غبار
کرشمہ سنج ہوا ساقیٔ عرب ایسا
کہ شرق و غرب مئے حق سے ہوگئے سرشار
جنابِ ختمِ رُسلؐ پر ہزار بار درود
ہے جن سے عالمِ امکاں کی گرمیٔ بازار

مولانا ظفر علی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب دنیاؤں اور ان میں بسنے والی ہر مخلوق کو اپنے سایۂ رحمت سے مستفید کرتے ہیں۔ سب دنیائیں اور ان دنیاؤں کی ہر ایک چیز اُن کی ممنونِ احسان ہے۔

مصطفیٰ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیائے انسانیت سے برائیوں کو مٹایا، اور اچھائیوں کو فروغ دیا،

صاحبِ خلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تمدن کے چہرے کو حسنِ معاشرت کے غازے سے سنوارا، نکھارا،

معلمِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے لوگوں کو محبت سے رہنے اور اصولوں پر لڑنے کی تعلیم دی،

طاہر و مطہر رسولِ انام علیہ التحیۃ والسلام نے جلوت و خلوت کو نگاہ و دل کی پاکیزگی کا وطیرہ سکھایا،

سرکار نے ہمیں جینے کے ڈھنگ سکھائے، اعلیٰ مقاصد کے لیے مرنے کی اہمیت بتائی،

یہ سب احسانات ہیں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ——— اُن کے احسانات کا بوجھ ہمارے سروں کو بھی جھکائے ہوئے ہے اور نظروں کو بھی ———

لیکن ایک احسان خدا تعالیٰ بھی تو جتاتا ہے،
اللہ کا وہ احسان سرکار کی بعثت ہے، سرکار کا اس دنیا میں ظہور فرمانا ہے۔

آقا حضور کے احسانات کا ذکر تو ہماری زندگی کے ساتھ ہے، مرتے دم تک ہوگا ——— ربیع الاول میں ہم اللہ کریم کے احسان کا ذکر کیوں نہ کریں،

ہم نے اللہ کے اس احسان پر اکتوبر میں سجدۂ شکر شروع کیا تھا، جو دسمبر تک جاری رہے گا۔

اور ——— یہ سجدہ،

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۱۲- ربیع الاوّل

آج وہ دن ہے کہ نعتِ تاجِ پیغمبر میں ہے
آج وہ دن ہے کہ شانِ طور اس منبر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ ظاہر ہوتے ہیں ختم الرسل
مرحبا صلِّ علیٰ کا شور بحر و بر میں ہے

آج وہ دن ہے لرزتے ہیں سلاطینِ زمن
زلزلہ ایوانِ کسریٰ، قلعۂ قیصر میں ہے

آج وہ دن ہے جھکی پڑتی ہے رحمت کی گھٹا
بعد مدت آج پھر آسودگی ہر گھر میں ہے

آج وہ دن ہے چھپا پھرتا ہے شیطانِ لعین
اک ہزیمت کا سا نقشہ اس کے کل لشکر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ اوندھے گر پڑے لات و ہبل
آج سے نقصاں ہی نقصاں صنعتِ آزر میں ہے

آج وہ دن ہے چلی کعبے سے جنت کی نسیم
بس گیا سارا زمین و آسماں عنبر میں ہے

آج وہ دن ہے فرشتوں کا زمیں پر ہے ہجوم
خدمتِ روح الامیں آج آمنہ کے گھر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ سب درہائے دوزخ بند ہیں
آج راحت کافروں کو شعلہ و اخگر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ سب درہائے جنت کھل گئے
غلغلہ عیش و طرب کا گنبدِ بے در میں ہے

آج وہ دن ہے کہ ساوہ خشک بالکل ہو گیا
انقلاب اک آنے والا یعنی بحر و بر میں ہے

آج وہ دن ہے جھکے پڑتے ہیں گردوں سے نجوم
جذبِ شوقِ دید شمس و مہ و اختر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ تھا جس کا جہاں کو انتظار
جشنِ میلادِ مبارک آج ہر اک گھر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ فرحت محوِ شوقِ دید ہے
جسم اس محفل میں ہے، جاں گنبدِ خضریٰ میں ہے

——— مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی

نعتِ میلاد

کر دیا چاند نے اعلانِ ربیع الاوّل — اب دل و جاں سے ہو قربانِ ربیع الاوّل
ہاتھ سے چھوڑ نہ دامانِ ربیع الاوّل — چُن لے حامدؔ گُلِ فیضانِ ربیع الاوّل
جلوہ فرما ہوئے اِس ماہ میں محبوبِ خدا — حبّذا صلِّ علیٰ شانِ ربیع الاوّل
رُخ ہے ہنگامِ سحر، وقتِ تہجّد گیسو — اور قد شمعِ شبستانِ ربیع الاوّل
روزِ عید اس کا ہر اک روز ہے ہر شب شبِ قدر — لمعۂ نور ہے ہر آنِ ربیع الاوّل
نور اسی ماہ کا پھیلا ہے زمانے بھر میں — ہے زمانے پہ یہ احسانِ ربیع الاوّل
دل میں ہو یادِ نبیؐ، لب پہ ہے ذکرِ نبیؐ — مشغلہ ہے یہی شایانِ ربیع الاوّل
رشحۂ ابر ہو نازاں نہ ہوں ساون بھادوں — بارشِ نور ہے بارانِ ربیع الاوّل
عطر آگیں ہے درودوں سے فضائے عالم — ہیں یہ اے دل گُل و ریحانِ ربیع الاوّل
مست بیٹھے ہیں مئے ذکرِ نبیؐ سے ہر دم — کتنے ہشیار ہیں مستانِ ربیع الاوّل
جان ہے سارے برس کی یہ مہینا حامدؔ — اور میلادِ نبیؐ، جانِ ربیع الاوّل

ہو گا حامدؔ جو کبھی شاہِ مدینہ کا کرم
جا کے دیکھوں گا وہاں شانِ ربیع الاوّل۔

—— پروفیسر حامد حسن قادری

ماہنامہ "مولوی" دہلی، رسول نمبر، ۱۳۴۹ھ، ص ۱۲۲

قربانِ ربیع الاوّل کے

محبوبِ خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاوّل کے
قربان ربیع الاوّل کے، قربان ربیع الاوّل کے
ہے میری محبت وجد کناں آغوشِ ربیع الاوّل میں
ہیں میری محبت پر بھاری احسان ربیع الاوّل کے
اُن سے آنکھوں میں مستی ہے اُن سے دل میں سرشاری ہے
محسوس کیے ہیں میں نے جو فیضان ربیع الاوّل کے
ہے ذکرِ خدا و ذکرِ نبیؐ، محفل محفل، عالم عالم
دل کی تسکین کا ساماں ہیں عنوان ربیع الاوّل کے
یہ ماہِ مبارک لایا ہے سرکارؐ کی آمد کا مژدہ
میرے سینے میں رقصاں ہیں طوفان ربیع الاوّل کے
شاہانِ جہاں ہی خواجہ کی محفل کے حلقہ بگوش نہیں
میں نے دیکھے ہیں قدسی بھی دربان ربیع الاوّل کے
ہر سمت سے آتی ہیں کانوں میں نعتِ نبیؐ کی آوازیں
معمور ہیں نعت کے نغموں سے دیوان ربیع الاوّل کے
آ میرے دل کی دنیا کو بھی غیرتِ جلوۂ طور بنا
آ میرے اُجڑے گھر میں بھی، مہمان ربیع الاوّل کے

حافظ مظہر الدین

نغمۂ میلادؐ

اک نظر مجھ پہ بھی اے جانِ ربیع الاوّل
میں بھی ہوں ایک ثناخوانِ ربیع الاوّل

صدقۂ مستیٔ خاصانِ ربیع الاوّل
عام کر نشّۂ فیضانِ ربیع الاوّل

جان و دل تشنۂ صہبائے ازل ہیں ساقی!
بخش کیفیتِ مستانِ ربیع الاوّل

بن گیا آپ خریدار خدائے عالم
سج گئی آپ سے دُکانِ ربیع الاوّل

بزمِ کونین ہے یہ، مصر کا بازار نہیں
آپ ہیں یوسفِ کنعانِ ربیع الاوّل

اب تو چھو سکتی نہیں آتشِ دوزخ مجھ کو
آ گیا ہوں تہِ دامانِ ربیع الاوّل

کاش یہ نظم ہو دربارِ رسالت میں قبول
کاش بن جائے یہ شایانِ ربیع الاوّل

تیرے نغموں میں نیا کیف و اثر ہے مظہر
شاد زی! بلبلِ بستانِ ربیع الاوّل

حافظ مظہر الدین

اعزازِ ربیع الاوّل

ہے عیدِ ولادت عالم میں آغازِ ربیع الاوّل ہے
محبوبِ خدا کی نسبت سے اعزازِ ربیع الاوّل ہے

عشاقِ نبیؐ ہیں شیدائی ہے خلق میں جلوہ آرائی
کتنا دلکش محبوب و حسین اندازِ ربیع الاوّل ہے

پھولوں میں مہک کلیوں میں لہک تاروں میں چمک ذروں میں دمک
جاں بخش و ضیا بخش و جہاں اعجازِ ربیع الاوّل ہے

بے خود ہیں جہاں میں حور و ملک تسبیح بلب ہے ارض و فلک
ہر زمزمۂ مرغِ سدرہ آوازِ ربیع الاوّل ہے

وہ چرخِ بریں از وحدت آنے کو ہے باشان و شوکت
ہر سرِّ خفی ہر رمزِ جلی ہمرازِ ربیع الاوّل ہے

خوشبو سے معطر ہیں جاں فردوس بکف آپ کون و مکاں
کونین کے گوشے گوشے میں اعزازِ ربیع الاوّل ہے

ہے وردِ زباں سبحان اللہ ہر لب پہ ہے شورِ صلِّ علیٰ
تکبیر کی دھن میں نغمہ سرا ہر سازِ ربیع الاوّل ہے

جنت سے فرشتے آتے ہیں انوارِ ملک برساتے ہیں
عشاقِ نبیؐ پر آئینہ ہر رازِ ربیع الاوّل ہے

ہر منکرِ تعظیمِ احمدؐ ہے موردِ قہر و غیظِ احد
ایماں کے شرف سے بے بہرہ غمّازِ ربیع الاوّل ہے

لاریب کہ ہے میلادِ نبیؐ محبوب مجھے مثلِ رجبی
سینے میں مرے ہر آن ضیا اعزازِ ربیع الاوّل ہے

علامہ ضیاء القادری بدایونی

مدحت ربیع الاول کی

سجی ہے محفلِ جنت ربیع الاول کی ہر اک زباں پہ ہے مدحت ربیع الاول کی
…ہے ماہِ طیبہ سے نسبت ربیع الاول کی یہ شان اور یہ عظمت ربیع الاول کی
…یہ ماہ اک مہِ خوبی کی ہے ولادت کا نہ کیوں ہو چاند سی صورت ربیع الاول کی
…ہوتے ہیں جلوہ نما اس میں صاحبِ معراج یہ اوج اور یہ رفعت ربیع الاول کی
…خود اس کی ذات ہے ممدوحِ خالقِ اکبر ثنا ہے جس سے عبارت ربیع الاول کی
…ملا اسی کو یہ اعزاز سب مہینوں میں زیادہ سب سے ہے عزت ربیع الاول کی
…نسیم کوثر و جنت کا فیض کیا کہنا کہ جاگ اٹھی ہے قسمت ربیع الاول کی
…ہے نصیب کہ ہم سے گناہگاروں کو نصیب ہو گئی رحمت ربیع الاول کی
…ہے وہ خدا کے حبیب کا محبوب ہے جس کے دل میں محبت ربیع الاول کی

کسی سے مرتبہ اس کا ادیب نہیں پنہاں
کھلی ہوئی ہے حقیقت ربیع الاول کی

ادیب سیمابی

اے چاند ربیع الاول کے!

اے چاند ربیع الاول کے تو آیۂ رحمت لایا ہے کونین منور جس سے ہوئے وہ نورِ ہدایت لایا ہے
نبیوں نے پڑھا کلمہ جس کا وہ ماہِ رسالت لایا ہے اسلام مکمل جس سے ہوا، وہ مہرِ نبوت لایا ہے

سبحان اللہ سبحان اللہ اے چاند ربیع الاول کے

دنیا سے غلامی دور ہوئی دنیا سے جہالت دور ہوئی ذہنوں سے تشکک دور ہوا سینوں سے شقاوت دور ہوئی
دکھوں کی نحوست دور ہوئی شیطاں کی حکومت دور ہوئی تشریک کی بدعت دور ہوئی تحقیر کی لعنت دور ہوئی

تو رحمت کا پیغام بنا، اے چاند ربیع الاول کے

اک بوند لہو کی لیتا جا پر سوزِ جگر کے چھالے سے شاید ہو نیاز تجھے حاصل طیبہ کے رکھوالے سے
موقع ہو تو اتنا کہہ دینا رحمت کی ردا والے سے سرکار کبھی کیا بیزار ہوئے مایوس کے آہ و نالے سے

للہ سفارش کر دینا، اے چاند ربیع الاول کے

ارمان کے مرنے جینے کو گلزارِ مدینہ کافی ہے سرکار کی چوکھٹ کافی ہے سرکار کا روضہ کافی ہے
والشمس کی کرنیں کافی ہیں والنور کا جلوہ کافی ہے واللیل ہے جس کی مدحت میں ان زلفوں کا سایہ کافی ہے

سرکار سے اتنا کہہ دینا، اے چاند ربیع الاول کے

ارمان اکبر آبادی

طلوعِ خورشیدِ رسالت

عجب کچھ ابتدائی دور میں دنیا کی حالت تھی
کہ تھا مستور نامِ حق، تباہی تھی جہالت تھی
مکین اس بزمِ ہستی کے محرومِ رحمت تھے
خدا کو بھول کر یکسر اسیرِ جہل و بدعت تھے
قدم ایسا نہ تھا کوئی جو سوئے حق رواں ہوتا
نہ تھا مخلوق میں کوئی جو اس کا نغمہ خواں ہوتا
ضمیرِ انسانیت کا سر بسر مرجھا رہا تھا جب
گہن میں معصیت کے مہرِ فطرت آ رہا تھا جب

ہر اک سو جوش پر تھیں مجلسیں ظلم و عداوت کی
گھٹائیں چھا رہی تھیں چرخِ عالم پر ضلالت کی

ہوا ناگاہ مہرِ جلوۂ پیغمبرِ اطہر
عرب کے خطۂ تاریک میں ہر سُو ضیا گستر
یکایک بجھ گئے آتشکدے جلتے تھے دنیا میں
گرے بُت سرنگوں لرزہ پڑا ایوانِ کسریٰ میں
قیامت آ گئی ناگاہ دنیائے ضلالت پر
ہوا فضلِ خدا سے علم کا غلبہ جہالت پر
عرب کا ذرہ ذرہ بن گیا رشکِ مہ و اختر
نظر اس وادیٔ ظلمت میں آیا نور کا منظر
مبدل ہو گیا اک دم میں دورِ چرخِ مینائی
خزاں دیدہ ریاضِ دہر میں تازہ بہار آئی
فضائے دہر میں چھیڑا ارباب معرفت اس نے
کیا اہلِ جہاں کو کامیاب معرفت اس نے
مٹایا پردۂ ہستی سے ہر آئینِ باطل کو
منوّر نورِ ایماں سے کیا ہر ایک کے دل کو
بتائے اہلِ عالم کو رموزِ زندگی اس نے
مٹائی بے نواؤں بیکسوں کی بیکسی اس نے
خلوصِ بندگی کی پھر زمانے میں بنا ڈالی
جو رسم بے وفائی تھی جہاں سے سب مٹا ڈالی

چلایا جادۂ توحید پر خضرِ ہدایت نے
اجالا کر دیا عالم میں خورشیدِ رسالت نے

شہاب امروہوی

ماہنامہ "آستانہ" دہلی، ستمبر ۱۹۵۹ء - ص ۵۶

فرش پہ اُترا عرش کا دولہا

دنیا تھی اک گورکھ دھندا
زیست تھی یا حرفِ معمّا
کُملایا تھا پھولِ خرد کا
مرجھایا تھا ہوش کا چہرہ
موجِ وتلاطم، دور کنارا
ڈوب چکی تھی فکر کی نیّا
حُسنِ تخیّل، ذوقِ تمنّا
دونوں تھے دنیا سے عنقا
جہل کا رُعب تھا ہر سُو چھایا
علم بچارا سہما سہما
بستی بستی، قریہ قریہ
پھیلا تھا ہر سمت اندھیرا
جَور کا غلبہ، ظلم کا چرچا
عدل نہیں تھا، رحم نہیں تھا
انساں خود ذلّت پہ شیدا
ذہن مقفّل، وہم سراپا
جب یہ تھا سب جگ کا نقشہ
بن کے خدا کا مظہرِ یکتا

فرش پہ اُترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

یعنی وہ مقصودِ زمانہ
سب سے بڑا محبوب خدا کا
نیّرِ فاراں، والیٔ بطحیٰ
مولا کا بندہ، بندوں کا مولا
رب کا نائب، جگ کا داتا
حُسنِ مجسّم، نورِ سراپا
معنیٔ یٰسیں، مقصدِ طٰہٰ
ہادیٔ عالم، رہبرِ دنیا

مالکِ جنّت ، خازنِ نعما　　مُحسنِ اعظم ، بحرِ عطایا
سیرت رخشاں ، صورت زیبا　　ظاہر اکمل ، باطن یکتا
جس کی صورت سے حق اُبھرا　　جس کی سیرت سے حق چمکا
جس کے جلوے سے حق پھیلا　　فطرت بولی ، ہاتف چیخا
حق آیا اور باطل بھاگا　　اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًاo

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

مرکزِ گیتی ، مظہرِ رحماں　　اصلِ دو عالم ، رحمتِ دوراں
ناشرِ وحدت ، حاصلِ ایماں　　پایۂ ایقاں ، مایۂ عرفاں
ختمِ نبوت ، شاہِ رسولاں　　حاکمِ دنیا ، خواجۂ گیہاں
فرشِ زمیں پہ دہر کا سلطاں　　قصرِ دنیٰ میں رب کا مہماں
منبعِ رحمت ، مطلعِ احساں　　محورِ ہستی ، مہبطِ قرآں
جس کی تجلّی روحِ گلستاں　　جس کا تبسّم جانِ بہاراں
نامِ مقدس ، کیف کا ساماں　　ذکرِ معلّٰی روح کا درماں
جس کی اطاعت طاعتِ قرآں　　جس کی محبّت چشمۂ حیواں
ہاں وہ نقیبِ عظمتِ انساں　　ہاں وہ حبیبِ خالقِ یکتا

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب سے اوّل ، سب سے آخر　　سب میں باطن ، سب پر ظاہر
شاہد یعنی حاضر و ناظر　　پیکرِ قدرت ، نائبِ قادر
جانِ مناظر ، روحِ مظاہر　　نظمِ عوالم ، اصلِ مصادر

سرِّ معانی ، نورِ ظواہر　　نقطۂ مرکز ، وجہِ دوائر
حُسنِ نظر ہیں کیفِ نظارہ　　لمعۂ باطن ، جلوۂ باہر
قائم ، صائم ، دائم ، ذاکر　　عابد ، ساجد ، قانت ، شاکر
سب کا مُنذر ، سب کا مُبشّر　　شافع ، شافی ، حامی ، ناصر
سب کا ہادی ، مُحسن ، مُنذر　　شارع ، شارح ، ناہی ، آمر
دافع ، نافع ، باذل ، باقر　　کعبے کا بھی قبلہ و کعبہ

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب کے بوجھ اُٹھانے والا　　سب کے درد مٹانے والا
سب کو راہ دکھانے والا　　سب کو رہ پہ لانے والا
سب کی بات بنانے والا　　سب کے بخت جگانے والا
اَوْ اَدْنیٰ تک جانے والا　　آوْ اَدْنیٰ سے آنے والا
وہ توحید سکھانے والا　　وہ قرآن سنانے والا
شرک و کفر بھگانے والا　　سچا نقش جمانے والا
رب کے پاس بلانے والا　　منزل پر پہنچانے والا
غیب کے راز بتانے والا　　ہر گتھی سلجھانے والا
ہر نکتہ سمجھانے والا　　جانِ جہاں ، سلطانِ زمانہ

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

چھانے لگے تذکارِ شہادت　　چھانے لگے انوارِ شریعت
دُھلنے لگے الواثِ جہالت　　کھلنے لگے دریائے اطاعت

بٹنے لگی افکار کی دولت — چھٹنے لگی اوہام کی ظلمت
آنے لگی افلاک سے رحمت — جانے لگی آفاق سے نقمت
سلنے لگا ہر چاک کدورت — ملنے لگا یوں درسِ اخوت
ٹوٹ گئی شیطان کی قوت — چھوٹ گئی نبضِ ہر نخوت
کثرت نے اب سیکھی وحدت — دیکھی جب سرکار کی طلعت
جود کا کوثر، امن کی جنت — پیکرِ خوبی، ذروۂ عظمت
مایۂ ہستی، مخزنِ رحمت — شور ہوا دنیا میں برپا

فرش پہ اترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

جو ہے ہر افسر کا افسر — جو ہے ہر سرور کا سرور
جو ہے ہر بہتر سے بہتر — جو ہے ہر برتر سے برتر
اعلیٰ، اولیٰ، احسن، اطہر — اکمل، اجمل، افضل، اکبر
مکرم، اکرم، ارحم، اظہر — اعدل، اجمل، اشرف، انور
کوئی نہیں ہے جس کے برابر — ہاں وہ بے ہمتا، بے ہمسر
جس کی عظمت کے ہیں چاکر — شوکتِ دارا، فرِ سکندر
جس کی رحمت کے ہیں مظہر — شفقتِ والد، الفتِ مادر
جس کی کرنوں سے ضو لے کر — روح مجلّیٰ، قلب منوّر
آسیؔ گاؤ اسی کا گھا کر — جو ہے سب کا ملجا و ماویٰ

فرش پہ اترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

——— پروفیسر محمد حسین آسیؔ (سیالکوٹ)

عربی مولود نامے

تحریر: صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان اور آپ کا ذکرِ پاک عبادت کی جان ہے محبت مجبور کرتی ہے کہ محبوب کا چرچا کیا جائے ——— مَن احب شیئًا اکثرَ ذکرَہٗ ——— سو محبتِ مصطفیٰ کا تقاضا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت، آپ کے اخلاقِ جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ، آپ کے فضائل و مناقب اور معجزات کا تذکرہ ہو، صلوٰۃ و سلام کی کثرت ہو اور اللہ کی اس نعمتِ عظمیٰ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری) پر شکر کے طور پر فرح و سرور کا اظہار کیا جائے ——— اور جب کسی محفل میں یہ تمام چیزیں یکجا ہو جائیں تو وہ مجلس، محفلِ میلاد یا مولود شریف کا امتیازی نام پاتی ہے۔

میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بابرکت محافل کا انعقاد اہلِ محبت کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔ یوں تو سال بھر ذکرِ رسولؐ کی یہ محفلیں دلوں کو عشقِ مصطفیٰ سے گرماتی ہیں تاہم ربیع الاول شریف میں ان کی رونق اور دوبالا ہو جاتی ہے چنانچہ محدث ابن جوزی فرماتے ہیں:

"لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن و الشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم وينالون بذالك اجراً جزيلاً وفوزاً عظيماً"

اہلِ مکہ و مدینہ، مصر، یمن، شام اور مشرق تا مغرب تمام عالمِ اسلام محافلِ میلادِ النبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ربیع الاول کی آمد پر خوشی مناتے اور آپ کی ولادت کے تذکرے کا خصوصی اہتمام کرکے اجر عظیم اور بڑی کامیابی پاتے ہیں۔"

موجودہ سعودی حکومت کی کڑی پابندیوں کے باوجود آج بھی حجاز مقدس میں بچے کی مسرت، تعمیر مکان، نکاح، غرض کہ اہم مواقع پر محفل مولود کرانے کا رواج ہے۔ بعض اہل محبت تو ہر پیر، جمعرات بلکہ روزانہ محفل میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔ احقر کو مدینہ منورہ کی ایسی متعدد محافل میں شمولیت کا شرف ملا۔ ان محافل میں ذوق و شوق کی فراوانی اور عشق و محبت کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا۔ عطر و عنبر سے مہکی ہوئی فضا میں دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ اور نعت خوانی کے بعد مولود شریف پڑھا جاتا تو حاضرین پر رقت کی عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور پھر جب دوران میلاد ولادت مبارکہ کے مبارک لمحات کا ذکر آتا تو حضار مجلس کھڑے ہو کر دست بستہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے۔ درحقیقت یہ حقہ محفل میلاد کا ماحصل ہوتا جس میں برکات الٰہیہ کا نزول ہوتا۔ اختتام پر انواع و اقسام کے پرتکلف کھانے کھلائے جاتے۔ ان محافل کے شرکاء اہل مدینہ کی اس بات نے مجھے بطور خاص متاثر کیا کہ انہیں اکابر محدثین اور صلحاء امت کے مرتبہ مولود شریف زبانی یاد ہیں۔

سید العرب والعجم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کے موضوع پر ہزارہا کتب شائع ہو چکی ہیں اور تاقیامت یہ سلسلہ خیر جاری رہے گا ——— میرے پیش نظر "مجموعہ موالید و ادعیہ" نامی کتاب ہے جس کا تعارف اس مقالہ میں مقصود ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مزید چند اہم مولود ناموں پر اجمالی تبصرہ کر دیا جائے۔

اس مقالہ میں صرف ان مجموعوں کا ذکر کیا جاتے گا جن کا تعلق بحث و دلائل سے نہیں بلکہ محافل میلاد کے عملی ثبوت سے ہے کہ یہ ترتیب ہی ان محافل کے لیے

دیے گئے ہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف جواہر البحار[۲] میں مندرجہ ذیل مولود ناموں کا تعارف کرایا ہے۔

المولد النبوی للنابلسی

یہ کتاب بڑی مختصر بلیغ اور جامع ہے اسے اپنی اہمیت کے پیش نظر علامہ نبہانی نے تمام اپنی کتاب جواہر البحار میں نقل کر دیا ہے۔ جو اس کے صفحہ ۱۰۶۰ تا ۱۰۶۴ ۲۲×۱۸/۸ سائز کے پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ اٹھائیس سطروں کا مسطر استعمال کیا گیا ہے۔ اس مولود نامہ کے مؤلف عالم جلیل عارف باللہ امام شیخ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ العزیز (م ۱۱۴۳ھ) ہیں۔

المولد النبوی للشیخ المغربی

یہ جلیل القدر مولود نامہ عارف باللہ الشیخ محمد مغربی (م ۱۲۴۰ھ) کی تصنیف ہے۔ شیخ مغربی بہت بڑے محقق، عظیم صوفی اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ بلاد مغرب کے مشہور قبیلے بنی نامر سے ان کا تعلق تھا۔ اذقیہ نامی بستی میں ان کا مزار مرجع خواص و عوام ہے ان سے بےشمار کرامات کا ظہور ہوا۔ موصوف کی اس کتاب کے بارے میں علامہ نبہانی فرماتے ہیں کہ یہ مولود ناموں میں سے افضل، اکمل اور بلیغ ترین ہے۔ محدثین کی روایات اور صوفیاء کی عبارات سے مزین و مبرہن ہے۔ یہ مولود نامہ بھی جواہر البحار کے صفحہ نمبر ۱۰۹۰ تا ۱۱۱۲ تمام شامل کر دیا گیا ہے۔

علامہ مغربی فرماتے ہیں کہ "حضور مرکز ہیں، حبیب اعظم ہیں، قطب مدار ہیں، سر مکنون ہیں۔ آپ کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں" یہ مولود نامہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ غالباً اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف نشستوں میں قسط وار پڑھنے میں سہولت رہے۔

النعمة الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم [۳]

یہ کتاب امام کبیر احمد بن حجر الہیتمی (م ۹۷۳ھ) کی تصنیف ہے جو بقول مصنف حفظ و اتقان سے متصف ائمہ سنن و حدیث کی صحیح ترین مستند روایات کا مجموعہ ہے۔[۴] ابن حجر موصوف نے اسی انداز کا ایک مختصر جامع اور صحیح ترین روایات پر مبنی مولود نامہ مرتب کیا جسے علامہ نبہانی نے جواہر البحار کے صفحہ نمبر ۱۱۱۲ تا ۱۱۲۱ بجنسہ نقل کر دیا۔

نثر الدرر علی مولد ابن حجر

علامہ ابن حجر ہیتمی کے مختصر مولود نامہ کی یہ مفصل اور عمدہ شرح علامہ سید احمد بن عبد الغنی دمشقی (م ۱۳۲۰ھ) کی جلیل القدر تصنیف ہے۔ علامہ موصوف خاتمۃ المحققین محشی در المختار علامہ محمد عابد بن شامی قدس سرہٗ (م ۱۲۵۲ھ) کے بھانجے ہیں۔ یہ کتاب قریباً ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے جس کے اہم اقتباسات جواہر البحار کے صفحہ ۱۱۲۱ سے لے کر ۱۱۵۴ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ملک مظفر نامی بادشاہ میلاد شریف کی عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا۔ ان محفلوں میں شریک ہونے والوں کی روایت ہے کہ اہل محفل کی مہمانی کے لیے پانچ ہزار بھونی ہوئی بکریاں، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ زبدیہ، تیس ہزار طباق حلوہ ہوتا اور مولود میں اکابر علماء و صوفیا حاضر ہوتے انہیں خلعتیں دی جاتیں اور ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کیے جاتے۔ ملک مظفر کے لیے حافظ ابن دحیہ نے ۶۰۴ھ میں مولود شریف کے موضوع پر ایک کتاب "التنویر بمولد النبی البشیر" تالیف فرمائی۔ جس پر بادشاہ نے ہزار دینار بطور انعام دیے۔"[۴]

میلاد کے موضوع پر النثر یہ کتنی جامع کتاب ہوگی اس کا اندازہ ان دو حدیثوں سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جنہیں اس کتاب کے حوالے سے محدث کبیر مفتی سید

دیدار علی شاہ محدث الوری قدس سرہٗ نے ذکر کیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن اپنے گھر میں ایک قوم کو واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیج رہے تھے "فاذا جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی" کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

(۲) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میرا گزر حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن) جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ تو حضور نے یہ دیکھ کر فرمایا "ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ والملٰئکۃ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک نجی نجاتک" بیشک اللہ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے اور تمام فرشتے تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں جو شخص تمہارے جیسا کام کرے گا وہ ایسا ہی اجر پائے گا۔[۵]

مولد الدردیر

یہ مولود نامہ الشیخ احمد الدردیر مالکی مصری (م ۱۲۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کے علمی فضل اور جلالت قدر کے پیش نظر جامع ازہر کے علماء و مدرسین آپ کے اس مولود نامہ کی تدریس کرتے تھے۔[۶] یہ مکمل رسالہ جواہر البحار کے صفحہ ۱۲۷۴ تا ۱۲۷۹ پر درج ہے۔ حضورؐ کی طہارت نسب کے علاوہ واقعات ولادت بڑی جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں۔ نیز حدیث جابر بھی مفصل مذکور ہے جس میں حضور نے بیان فرمایا

"یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ"[۸]

النظم البدیع فی مولد الشفیع (منظوم)

یہ منظوم مولود نامہ علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی رئیس محکمۃ الحقوق (دو زیر الصماف) بیروت کی تصنیف ہے۔ جسے موصوف نے جواہر البحار کے صفحہ ۱۲۵۸ تا ۱۲۶۴ شامل کر دیا ہے۔ علامہ نبہانی تقریباً ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ عرب کے ایک بادیہ نشین قبیلہ بنو نبہان کی نسبت سے نبہانی کہلاتے۔[۹]

آپ کتب کثیرہ کے مصنف تھے جن میں جواہر البحار، حجۃ اللہ علی العالمین، الانوار المحمدیہ، جامع کرامات اولیاء مشہرۂ آفاق ہیں۔

یہ مولود آپ نے ۱۳۱۲ ہجری میں منظوم کیا جیسا کہ آخری شعر میں خود فرماتے ہیں:

الفٌ ثلاث مائۃ واثنا عشر   تاریخ نظم عقد ھٰذہ الدرر

نظم کے آغاز میں "لقد جاءکم رسول" تا "رب العرش العظیم" دو آیات لکھی گئی ہیں۔ یہ نظم ۱۲۰ بندوں پر مشتمل ہے ہر بیس بندوں کے بعد اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اور اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلم درج ہے۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

فی لیلۃ الاثنین لاثنی عشرا   قبیل فجر من ربیع ظھرا
فاشرق الکون بہ اذ اسفرا   واخجل الشمس وفاق القمرا

فالبدر وقت کاملہ فی المھد[۱۰]

اب کشف الظنون و ہدیۃ العارفین وغیرہ کتب سے مزید چند مولود ناموں کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

○ بلوغ المرام لبیان الفاظ مولد سید الانام
اسے سید احمد المرزوقی مکی نے ۱۲۱۸ھ میں مرتب کیا[۱۱]

○ ھمر رد المصافی فی مولد المصطفیٰ[۲]

یہ ابن علان محمد علی الصدیقی المکی مصنف الابتہاج کی تصنیف ہے۔[۱۱] ان کا سن وصال ۱۰۵۷ھ ہے۔[۱۲]

○ مولد النبی
یہ ترکی زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے جو روم کے علاقوں کی مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ سلیمان برسوی (متوفی ۸۰۰ھ تقریباً) کی تالیف ہے۔[۱۳]

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضوء اللامع" میں درج ذیل مولود ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔

○ جامع الآثار فی مولد النبی المختار ——— (تین جلدیں)
از حافظ ابن ناصر الدین دمشقی

○ الصادی فی مولد الہادی ○ اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق ○ التعریف بالمولد الشریف ○ مختصر عرف التعریف بالمولد الشریف للجزری ○ الدر المنظم (دو جلدیں) ○ اللفظ الجمیل۔ آخری دونوں کتابیں شیخ محمد بن عثمان کی مؤلفہ ہیں۔ نیز سید عفیف الدین محمد بن محمد (م ۸۵۵ھ)، ابو بکر دقلی، برہان محمد ناجی، ابن سنباطی، ابن یوسف فاقوسی اور مؤلف کتاب (الضوء اللامع) سخاوی نے بھی مولود نامے مرتب کیے۔[۱۴]

علامہ یوسف الیان سرکیس نے درج ذیل مولود ناموں کا تذکرہ کیا ہے:

○ مولد البشیر النذیر السراج المنیر۔ تصنیف ابو الوفا حسینی مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ۔[۱۵]

○ مولد المصطفیٰ العدنانی (منظوم) تصنیف عطیہ بن ابراہیم شیبانی۔ سن اشاعت ۱۳۱۱ھ۔[۱۶]

○ مولد النبی۔ یہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن ابی الحسن ابن الجوزی کی تصنیف ہے موصوف فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام محدث، فقیہ، واعظ، مؤرخ، مفسر اور

صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بغداد شریف میں ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[17]

○ مولد النبی (منظوم) یہ تصنیف ہے عائشہ بنت یوسف باعونیہ دمشقیہ کی جو شافعی المذہب بہت بڑی ادیب عالمہ صوفیہ اور کئی کتابوں کی مصنف تھیں۔ ۹۲۲ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئیں۔ یہ کتاب ۱۳۱۰ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔[18]

○ مولد النبی ——— یہ عبدالرحیم بن احمد برعی یمنی کی تصنیف ہے موصوف پانچویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[19]

○ مولد النبی ——— احمد بن قاسم مالکی بخاری حریری کی تصنیف ہے ۱۲۹۹ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔[20]

○ مولد النبی ——— تصنیف عبداللہ حمصی شاذلی[21]

○ مولد النبی ——— تالیف شیخ خالد بن والدی۔ ۱۳۱۰ھ میں چھپی۔[22]

○ مولد النبی ——— تصنیف شیخ محمد وفاصیادی۔[23]

○ مولد النبی ——— تصنیف شیخ محمود محفوظ دمشقی شافعی۔[24]

○ المولد الجلیل حسن الشکل الجمیل ——— تصنیف شیخ عبداللہ بن محمد مناوی شاذلی ۱۳۰۷ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[25]

موالید وادعیہ

یہ کتاب مختلف مولود ناموں اور دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ مطبع احمد بن سعد بن نبہان ولادہ سورابایا انڈونیشیا میں چھپی سن تصنیف درج نہیں۔ راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے شوال المکرم ۱۳۹۲ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۷۲ء کو مدینہ منورہ میں راقم کے لیے خریدی۔ اس میں پانچ مولود نامے قصیدہ بردہ شریف، عقیدۃ العوام اور متعدد دعائیں شامل ہیں۔ جن کی تفصیل بالترتیب اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ چھوٹے سائز کی یہ کتاب ۲۵۶ صفحات کی ہے۔ ہر صفحہ پر بیل دار حاشیہ ہے۔

مولد شرف الانام

یہ مولود نامہ ص ۲ تا ص ۱۱ کل ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فی صفحہ ۱۳ سطریں ہیں۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ابتدائی سات صفحات پر سلام ہے:

السلام علیک　　　زین الانبیاء
السلام علیک　　　اتقی الاتقیاء

اس کے بعد چند آیات مکتوب ہیں پھر خطبہ اور واقعات ولادت ہیں۔ آگے چل کر جلی قلم سے "محل القیام" لکھا ہے یعنی دوران میلاد اس مقام پر پہنچیں تو کھڑے ہو کر سلام پڑھا جائے۔ چار صفحات پر سلام درج ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

یا نبی سلام علیک　　　یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک　　　صلوات اللہ علیک
اَشرَقَ البَدرُ عَلَینَا　　　فَاختَفَت مِنہُ البُدُور
مِثلَ حُسنِکَ مَا رَأَینَا　　　قَطُّ یَا وَجہَ السُّرُور
انت شمسٌ انت بدرٌ　　　انت نورٌ فوقَ نور
انت اکسیرٌ وغالی　　　انتَ مصباحُ الصدور
یا حبیبی یا محمد　　　یا عروسَ الخافقین
یا مؤید یا ممجد　　　یا امام القبلتین

سلام کے بعد رضاعت کے تفصیلی واقعات ہیں۔ آخر میں لمبی دعا ہے۔ مجموعی طور پر نظم و نثر کے اس حسین مرقع "مولد شرف الانام" میں چوبیس نظمیں ہیں۔

مولد البرزنجی (نثر)

مولود برزنجی کے نام سے معروف بشہرۂ آفاق ادبیے نظیر مجموعہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم بن سید محمد مدنی بن عبدالرسول برزنجی شافعی کی تصنیف ہے۔

آپ بہت بڑے شیخ فاضل، عالم اور مفتی تھے۔ مسجد نبوی شریف میں امام، خطیب اور مدرس رہے۔ ۱۱۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔[۲۵] موصوف بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) البر العاجل (۲) جالیۃ القدر (۳) جالیۃ الکرب باسماء اصحاب سید العجم والعرب (۴) الجنی الدانی فی مناقب الشیخ عبد القادر الجیلانی (۵) الروض المعطار (۶) الشقائق الاترجیہ فی مناقب الاشراف البرزنجیہ (۷) المطول لنح الاسعدیہ (۸) الحرین لاسماء البدریین (۹) فتح الرحمٰن (۱۰) الفیض اللطیف (۱۱) النفخ الفرجی (تاریخ)[۲۶] (۱۲) مولد النبی ﷺ

مولود برزنجی پر شروح اور حواشی بھی لکھے گئے "الکواکب الانوار علی عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر" نامی شرح جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی کی تالیف ہے۔ اور اس کے حاشیہ پر مولد برزنجی کا حاشیہ ہے، محشی شیخ علیش ہیں۔

مولود برزنجی کی اہمیت کے پیش نظر اسے مکمل طور پر علامہ نبہانی نے جواہر البحار کے ص ۱۲۴۶ تا ۱۲۵۷ پر شامل کر دیا ہے۔

مولود برزنجی "مجموعہ موالید" کے ص ۷۲ تا ۹۹ کل اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ سولہ سطری مسطر استعمال کیا گیا ہے۔ پوری کتاب مقفیٰ و مسجع عبارات سے مزین ہے۔ خطبہ کے ابتدائی کلمات ملاحظہ ہوں۔

"ابتدئ الاملاء باسم الذات العلیہ، مستدرا فیض البرکات علی ما انالہ و اولاہ، واثنی بحمد موارد ہٖ سائغۃ ھنیۃ، ممتطیا من الشکر الجمیل مطایاہ، واصلی واسلم علی النبی الموصوف بالتقدم والاولیۃ"

ہر نئے واقعے کی ابتداء میں عنوان باب کے طور پر یہ شعر درج ہے۔

عطر اللّٰھم قبرہ الکریم   بعرف شذی من صلاۃ وتسلیم

مذکورہ مولود میں حضور کا نسب نامہ، طہارت نسب، نور مصطفیٰ کی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقلی پر جانوروں اور جنوں کی بشارتیں، سیدہ آمنہ کا خواب، شب ولادت حضرت آسیہ و مریم کی آمد ایسے متعدد واقعات کے بعد نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ظہور کے موقع پر علامہ برزنجی لکھتے ہیں۔

"یہ موقع قیام کا ہے، ائمہ و محدثین کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر پر قیام کو مستحسن جانتے ہیں۔ بشارت ہے اس شخص کے لیے جو حضور کی تعظیم کو اپنا منتہائے مقصود سمجھے"۔

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد ان خوارق و ارہاصات کا مفصل بیان ہے۔ جن کا وقت ولادت ظہور ہوا۔ پھر رضاعت، بچپن، شق صدر، تجارت، شادی، بعثت، دور مصائب و آلام، معراج، ہجرت، مدینہ منورہ میں تشریف آوری، حسن سیرت و حسن صورت، شرم و حیا، تواضع و انکساری اور فقر اختیاری وغیرہ امور کا مختصر و جامع بیان ہے۔ آخری تین صفحات میں اختتام مولود کی دعا ہے۔

مولد البرزنجی (منظوم)

یہ مولود دراصل مولود برزنجی منثور ہی کی منظوم تلخیص ہے۔ اس کے مصنف زین العابدین بن محمد ہادی ہیں، خود فرماتے ہیں:

عبیدک زین العابدین ہو الذی   محمد الہادی ابوہ و سبطان
الی آل برزنج شہیر انتماؤہ   و نسبتہ للمصطفیٰ ذات برہان

ان کا تذکرہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ مولود برزنجی (منثور) کے شارح "الکوکب الانور" کے مصنف جعفر بن اسماعیل کے نسب نامہ پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ ان کے جد امجد ہیں جبکہ صاحب مولود برزنجی جعفر بن حسن ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ معجم کی عبارت یہ ہے۔ "جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی بن زین بن السید جعفر مؤلف مولد النبی ﷺ"[۳۰]

مولود کے ایک شعر میں بھی اس جانب اشارہ ہے:

فاسئلہ التوفیق فی نظم مولد
لجدی الذی من جعفر المفضل ارتقی [٣١]

زین العابدین برزنجی ١٢٠٩ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے نثر کی طرح اس منظوم
رسالہ میں بھی واقعات ولادت اور خوارق ومعجزات کو بیان کیا ہے۔ ولادت مبارکہ
کے تذکرہ پر "محل القیام" کا عنوان قائم کیا ہے۔ سلام ونعت کے ٧٣ اشعار
ہیں جن کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

صلی اللہ علی محمد — صلی اللہ علیہ وسلم
مرحبا یا مرحبا یا مرحبا — مرحبا جد الحسین مرحبا
یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک

یہ رسالہ مجموعہ موالید کے صفحہ ١٠ سے لے کر ٣٧ تک کل ٢٨ صفحات پر مشتمل ہے
صلوٰۃ وسلام کے مخصوص اشعار کے علاوہ تقریباً ٢٠٦ اشعار ہیں

قصیدہ بردہ

مجموعۂ موالید کے ص ١٣٨ تا ١٦٣ یہ قصیدۂ مبارکہ درج ہے۔ ١٦٠ اشعار کا یہ وہ
مبارک قصیدہ ہے جس کے توسط سے اس کے ناظم امام بوصیری کو عربی نعت گو شعرا
میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور بقائے
دوام نصیب ہوئی۔ ناظم قصیدہ کا اسم گرامی شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید تھا۔
آپ مصر کے ایک قریہ بوصیر میں ٦٠٨ھ میں پیدا ہوئے اور ٦٩٦ھ میں وصال فرمایا۔ [٣٢]

امام بوصیری کے اشعار کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں علم حدیث،
سیر ومعازی، کلام، ادب، بدیع، بیان اور صرف ونحو میں بڑی مہارت حاصل
تھی۔ ابتداءِ عمر کا بیشتر حصہ سلاطین کے درباروں میں گزرا۔ ایک بار فالج کا شدید

حملہ ہوا۔ کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا۔ دل میں خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ سے شفا طلب کی جائے۔ چنانچہ یہ قصیدہ لکھا۔ خواب میں دافع البلاء والوباء
محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور یہ قصیدہ آپ کی بارگاہ
میں پڑھ کر سنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حد پسند فرمایا اور مفلوج
حصہ پر دست مبارک پھیرا۔ آنکھ کھلی تو مکمل صحت یاب تھے۔ [٣٣]

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام بوصیری نے حضور
کو سنایا تو حضور نے اپنی بردِ یمانی ان پر ڈالی، علی الصبح آپ کو صحتِ کاملہ حاصل ہوگئی۔ [٣٤]
امام بوصیری صبح جب اپنے گھر سے نکلے تو راستہ میں قطب وقت شیخ ابو الرجا
ملے اور کہا، بوصیری وہ قصیدہ سناؤ جو حضور کی مدح میں تم نے تالیف کیا ہے۔
چونکہ قصیدہ بردہ کی تالیف کا سوائے امام بوصیری کے کسی کو خبر نہ تھی۔ آپ نے
پوچھا کہ کون سا قصیدہ سناؤں؟ شیخ ابو الرجا نے فرمایا وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع ہے:

أمِنْ تذکُّرِ جیرانٍ بذی سَلَم

یہ سن کر امام بوصیری حیران رہ گئے۔ ان کے استعجاب پر شیخ نے کہا: جب تم
دربارِ رسالت میں قصیدہ سنا رہے تھے، وہیں میں بھی سن رہا تھا۔ [٣٥]

قصیدہ ہذا کو عوام کے علاوہ طبقہ مشائخ میں بے پناہ مقبولیت ملی۔ اس
کی قراءت کو حلال المشکلات اور دافع شدائد قرار دیا ہے۔ کتب اوراد میں بردہ کے
بیشمار فضائل وخواص بیان کیے گئے ہیں۔

بنیادی طور پر یہ قصیدہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب،
معجزات اور عشق ومحبت پر مشتمل ہے۔ اگرچہ یہ مولود نامہ نہیں تاہم محافل میلاد میں اس
کی قراءت اہلِ محبت کا معمول چلا آرہا ہے۔ اس میں خاص میلاد کے اشعار بھی ہیں، مثلاً:

ابان مولدہ عن طیب عنصرہ
یا طیب مبتدا منہ ومختتم

اس قصیدہ کا اصل نام "الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ" ہے۔ [٣٦]

مولد الدیبعی

یہ جلیل القدر مولود نامہ پیشِ نظر مجموعہ کے صفحہ ۱۲۴ سے صفحہ ۱۸۰ تک ۵۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ امام حافظ عبد الرحمٰن بن علی الشیبانی کی تصنیف ہے۔ [٣٧]

یہ مولود علیحدہ کتابی شکل میں بھی "مختصر فی السیرۃ النبویہ" کے نام سے ۱۴۰۲ھ میں طبع ہو کر جدہ سے شائع ہوا ہے۔ غالباً سعودی عرب کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم دیباچے میں "مولد" کا نام ہی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے جس پر تخریج کا کام ممتاز عالم دین محمد علوی بن عباس مالکی مکی نے کیا ہے۔ مقدمہ میں علوی صاحب نے مؤلف مولد کے مختصر حالات کے علاوہ محفلِ میلاد شریف کی شرعی حیثیت پر مختلف جہتوں سے مفصل بحث کی ہے اور ٹھوس دلائل سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

مولد دیبعی کے مصنف "ابن الدیبع" کی کنیت سے معروف ہیں۔ دیبع سوڈانی زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ دراصل یہ لقب ان کے جدِ اعلیٰ کا تھا۔ آپ محرم الحرام ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ رجب المرجب ۹۴۴ھ بروز جمعہ وصال فرمایا۔ آپ یکتائے زمانہ اور متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں تین حصوں پر مشتمل احادیث کا مجموعہ تیسیر الاصول اور زیرِ نظر مولود نامہ قابلِ ذکر ہیں۔ [٣٨]

موتیوں ایسی خوبصورت عبارات پر مشتمل یہ فصاحت و بلاغت کا مرقع جب پڑھا جاتا ہے تو سامع اس کی نغمگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پیشِ نظر مجموعہ میں اس مولود کے لیے ۲۲ سطر کا مسطر استعمال کیا گیا ہے۔

مولد العزب

اس قصیدہ کے مصنف محمد بن محمد الدمیاطی ہیں جو شیخ عزب کے نام سے مشہور تھے ان کا سنِ وصال معلوم نہیں ہو سکا۔ مولد النبی کے علاوہ تحفۃ المحبین بالصلوٰۃ والسلام علی

سید المرسلین اور منظومہ فی التوسل نامی کتب بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ [٣٩]

۱۴۲ اشعار پر مشتمل یہ مولود نامہ زیرِ نظر مجموعہ کے صفحہ ۱۶۹ سے لے کر ۱۸۷ تک ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

وبمکۃ قد کان مولدہ الذی   احیا القلوب فحب ھذا مولدا

وبثان عشر من ربیع اول   فی یوم الاثنین المفخم ذی الجدا

ولذکر مولدہ یسن قیامنا   ادبا لدی اھل العلوم تاکدا

وباکمل الاوصاف جاء نبینا   وبدا بحلل ساجدا متعبدا

اختتامی اشعار میں اپنا ذکر یوں کرتے ہیں:

ولعبدک العزب المقیم محمد   منشیہ فی دار الکرامۃ خلدا

فادم لہ حسن الجوار بطیبۃ   وارزقہ سرا عن سواک مجردا

ختم شریف

مجموعہ موالید کے ص ۱۸۸ سے ۱۹۵ تک ختم شریف درج ہے جو محفلِ میلاد کے اختتام پر پڑھا جاتا ہے۔ اس میں آخری تین قُل، کلمہ طیبہ، فاتحہ شریف، الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ تا مُفْلِحُوْنَ، اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تا الرَّحِیْمُ، آیۃ الکرسی، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ، اسماء حسنٰی اور درود شریف کے مختلف کلمات ہیں۔

صفحہ ۱۹۶ تا صفحہ ۲۰۰ اختتامی دعا ہے۔

عقیدۃ العوام

صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۵ پر مندرج مختصر مگر جامع قصیدہ شیخ احمد بن محمد بن رمضان المکی کی تالیف ہے۔ [٤٠]

عقیدۃ العوام کے علاوہ بلوغ المرام [٤١] (مولود نامہ) اور تحصیل نیل المرام [٤٢] بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ مؤخر الذکر عقیدۃ العوام کی شرح ہے۔ جو خود مصنف نے تحریر کی ہے۔

اس رسالہ پر شیخ محمد نووی الجاوی نے بھی شرح لکھی ہے جسے انہوں نے نور الظلام علی المنظومۃ المسماۃ بعقیدۃ العوام[۴۳] سے موسوم کیا ہے۔

علامہ مرزوقی کا یہ رسالہ عقائد پر مختصر اور جامع تصنیف ہے جس میں صفات باری تعالیٰ، انبیاء، ملائکہ، کتب سماویہ، حضور کی رسالت، اولاد، آپ کی چاروں صاحبزادیوں کے اسماء، امہات المومنین کے اسماء وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

یہ نظم ۵۷ اشعار پر مشتمل ہے اور سن تالیف ۱۲۵۸ھ ہے۔ تعداد ابیات و نام اور سن تالیف آخری دو شعروں میں یوں بیان کیا ہے

ابیاتہا "میز" بعد الجمل　　　تاریخہا "لی حی غر" جمل

سمیتہا عقیدۃ العوام　　　من واجب فی الدین بالتمام

مجموعہ موالید کے ص ۲۰۶، ۲۰۷ پر راتب حداد کے نام سے ایک وظیفہ درج ہے جو عبداللہ بن علوی حداد کا مرتب کردہ ہے۔ غالباً یہ انڈونیشیا کی زبان میں ہے صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹ پر میت کی تلقین کا طریقہ اور ص ۲۰۹، ۲۱۰ پر شب برات کے موقعہ پر پڑھی جانے والی دعا ہے۔ یہ بھی انڈونیشیا کی زبان میں ہے۔ ص ۲۱۱ سے ۲۲۴ تک سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تالیف "الفصول" درج ہے۔

مجموعہ موالید و ادعیہ کے باقی صفحات میں زیادہ تر ادعیہ مسنونہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں "الصلوٰۃ البدریہ" ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صلوٰۃ اللہ سلام اللہ　　　علی طٰہٰ رسول اللہ

صلوٰۃ اللہ سلام اللہ　　　علی یٰسٓ حبیب اللہ

توسلنا بیسم اللہ　　　و بالہادی رسول اللہ

و کل مجاہد للہ　　　باہل البدر یا اللہ

الٰہی انت ذو لطف　　　و ذو فضل و ذو عطف

و کم من کربۃ تنفی　　　باہل البدر یا اللہ

حواشی ——— (۱) المیلاد النبوی از محدث ابن جوزی ص ۵۵ (۲) جواہر البحار فی فضائل المختار طبع بیروت (۳) جواہر البحار ص ۱۱۱۳، ج ۳ (۴) نثر الدرر بحوالہ جواہر البحار ص ۱۱۲۲ (۵) رسول الکلام فی بیان المولد و القیام (سن تصنیف ۱۲۰۱ھ) (۶) جواہر البحار ص ۱۲۷۴ (۷) مولد الدردیر بحوالہ جواہر البحار ص ۱۲۷۵ (۸) المشرب الموید لآل محمد، مطبوعہ مصر از علامہ یوسف نبہانی ص ۱۲۳ (۹) جواہر البحار ص ۱۲۷۲ (۱۰) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون از اسماعیل پاشا، مطبوعہ تہران، ص ۱۹۲، ج ۱ (۱۱) ایضاً ص ۲۰۵، ج ۲ (۱۲) ایضاً ص ۹، ج ۱ (۱۳) کشف الظنون از مصطفیٰ بن عبداللہ، مطبوعہ تہران، ص ۱۹۱۰، ج ۲ (۱۴) ایضاً ص ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ج ۲ (۱۵) معجم المطبوعات العربیہ، مطبوعہ مصر ص ۳۵۷ (۱۶) ایضاً ص ۱۳۳۹ (۱۷) ایضاً ص ۶۸ (۱۸) ایضاً ص ۵۱۹ (۱۹) ایضاً ص ۵۵۰، ۵۵۱ (۲۰) ایضاً ص ۵۵۰، ۵۵۱ (۲۱) ایضاً ص ۷۹۶ (۲۲) ایضاً ص ۸۱۲ (۲۳) ایضاً ص ۱۲۱۹ (۲۴) ایضاً ص ۱۲۱۲ (۲۵) ایضاً ۱۷۹۹ (۲۶) معجم المطبوعات العربیہ تصنیف یوسف الیان ص ۵۴۹ (۲۷) ہدیۃ العارفین، تصنیف اسماعیل پاشا بغدادی، مطبوعہ تہران ص ۲۵۵، ۲۵۶ (۲۸) معجم المطبوعات ص ۵۴۹ (۲۹) مولد البرزنجی منظوم، ص ۱۳۲ (۳۰) معجم المطبوعات ص ۵۴۸ (۳۱) مولد البرزنجی منظوم ص ۱۰۱، ۱۰۲ (۳۲) معجم المطبوعات ۶۰۳ (۳۳) عصیدۃ الشہدہ للمحرلوق، مطبوعہ کراچی ص ۳ (۳۴) طیب الوردہ از علامہ ابوالحسنات قادری، ص ۱۳ (۳۵) عصیدۃ الشہدہ ص ۳ (۳۶) عصیدۃ الشہدہ ص ۱ (۳۷) معجم المطبوعات عربیہ ص ۱۰۴ (۳۸) مقدمہ مختصر فی السیرۃ النبویہ از محمد علوی مالکی ص ۳ (۳۹) معجم المطبوعات ص ۱۶۸۰، ۱۶۸۱ (۴۰) ایضاً ص ۱۷۳۲ (۴۱) ذیل کشف الظنون ص ۱۹۷، ج ۱ (۴۲) ایضاً ص ۲۳۶، ج ۱ (۴۳) معجم المطبوعات ص ۱۷۳۲

یہ آمدِ رسولِ خدا کی بہار ہے

مصرعِ بلند ہیں کہ فلک پر ہے کہکشاں — ہر بیت ہے بلندیٔ مضموں میں لامکاں
بین السطور ہے روشِ گلشنِ جناں — کہتے ہیں دیکھ رفعتِ معنی کو قدسیاں

بالائے لوحِ خامۂ مدحت نگار ہے
یہ آمدِ رسولِ خدا کی بہار ہے

کرسی نشیں بساطِ جہاں لامکان پر — اور فرشِ خاک طعنہ زناں آسمان پر
صلِّ علیٰ کا شور فلک کی زبان پر — اک ابرِ نور چھایا ہوا گلِ جہان پر

ہر قصر و بام و کوشک و در نور بار ہے
یہ آمدِ رسولِ خدا کی بہار ہے

یہ حاملانِ عرش کا غوغا عجیب ہے — اے خاک تیرا عرش سے بالا نصیب ہے
آتا ہے آج وہ جو خدا کا حبیب ہے — جھک جائے تجھ پہ عرش وہ موقع قریب ہے

بالا جو لامکاں سے ہے تیرا افتخار ہے
یہ آمدِ رسولِ خدا کی بہار ہے

اُچکے ہے یہ قلم کہ رکھوں لوح پر قدم — ذہنِ رسا کو اوج کہ کرسی پہ لوں میں دم
تحریر کب ہو آمدِ سلطانِ ذی حشم — جائے ادب ہے روک لے ممتازؔ بس قلم

تیرے سخن پہ حسنِ معانی نثار ہے
یہ آمدِ رسولِ خدا کی بہار ہے

ممتاز گنگوہی

آمدِ شاہِ دوسرا

آئی ہے بہار آمدِ شاہِ دوسرا ہے — مہماں کے لینے کو چلے، قصد صبا ہے
پانی ہے جو بو اور ہی پھولوں میں ہوا ہے — جو سرو ہے، وہ منتظرِ شاہ کھڑا ہے

ہے چشم براہ، سر کو جھکاتی نہیں نرگس
پھولے نہ ہوئے جامے میں سماتی نہیں نرگس

آمد ہے جو خورشیدِ رسالت کی سرِ خاک — سجدے کو سرِ خاک جھکے پڑتے ہیں افلاک
ہر وقت کواکب کو بھی اس بات کی ہے تاک — آنکھوں میں لگے سرمۂ خاکِ قدمِ پاک

حوریں بھی ہیں خوش عیش پہ غلماں بھی تلے ہیں
ہے بارشِ رحمت در فردوس کھلے ہیں

ابلیس کے گھر میں ہے عجب طرح کا ماتم — آنکھوں میں اندھیرا ہے کہ پُر نور ہے عالم
صحراؤں میں یوں بھاگتا پھرتا ہے وہ اظلم — جس طرح ہرن شیر کی بو پا کے کرے رم

چھپتے ہوئے پھرتے ہیں اب آڑوں میں شیاطیں
ٹکراتے ہیں سر اپنے پہاڑوں میں شیاطیں

لو آج ولادت ہے شہِ عقدہ کشا کی — واجب ہے خوشی جلوۂ محبوبِ خدا کی
رونق ہے عجب آج کے دن ارض و سما کی — ضو بڑھ گئی ہے مشتری و ماہ و سہا کی

یہ گنجِ سعادت ہے یہ خالق کی عطا ہے
گھر گھر جو بجے نوبتِ شادی تو بجا ہے

کہتے ہیں، ہُوا ابرِ سفید ایک نمایاں — آیا وہ زمیں پر صفتِ قطرۂ باراں
حضرت کو لیا، ہُوئی گُو غنچے میں پنہاں — یہ دُر، وہ صدف، لعل تھے حضرت، وہ بدخشاں

اُٹھا وہ تو اِک دھوم اٹھی ارض و سما میں
یوں نکہتِ گُل جاتی ہے دامانِ صبا میں

آئی تھی یہی غیب سے آواز کہ جاؤ — اس وقت اسے مشرق و مغرب میں پھراؤ
ہاں، جلوۂ محبوبِ خداؐ سب کو دکھاؤ — پوچھے جو کوئی نام محمدؐ، تو بتاؤ

شہرہ ہو زمانے میں سرِ کون و مکاں کا
آگاہ جہاں ہو کہ یہ مالک ہے جناں کا

کہتی ہیں صفیہ جو پھوپھی تھیں شہِ دیںؐ کی — جس وقت ولادت ہوئی اس طفلِ حسیں کی
شان آئی نظر مجھ کو عجب ماہ جبیں کی — آئی تھی صدا شہپرِ جبریلِؑ امیں کی

پھیلی یہ ضیا جلوۂ خورشیدِ کرم سے
گھر مطلعِ انوار ہوا فیضِ قدم سے

دیکھیں وہ کچھ چیزیں کہ بیاں اِن کا کروں کیا — ساماں یہ کہیں وقتِ ولادت نہیں دیکھا
اوّل رُخِ پُرنور سے وہ نور تھا پیدا — جو حضرتِ موسیٰؑ نے کبھی طُور پہ دیکھا

تھا نور چراغ اُس گُلِ اُمید کے آگے
یوں جیسے ستارہ کوئی خورشید کے آگے

اور دوسری یہ بات سنو ہوتے ہی پیدا — مانندِ مسیحا ہوئے اعجاز سے گویا
آیا جو سخن لب پہ تو پہلے یہی آیا — وہ خالقِ عالم ہے وہ واحد ہے وہ یکتا

ہمتا نہیں زنہار کوئی ربِ سما کا
کہتے ہیں محمدؐ جسے مرسل ہے خدا کا

تھی تیسری یہ بات کہ پیدا ہوئے جس دم — تھے ناف بریدہ وہ شہنشاہِ دو عالمؐ
ختنے کی نہ حاجت تھی، ہُوا ختنہ مقدم — تن نور کا تھا صفتِ نیّرِ اعظم

کیا پاک تھا باطن جو بظاہر ہوئے پیدا
تھا صاف بدن، طیّب و طاہر ہوئے پیدا

چوتھی یہ صفت صاف عیاں شانِ رسالت — چہرے سے نمودار سب آثارِ سعادت
خُلق و کرم و جود و عطا، زہد و عبادت — تھے ذکر میں مشغول نبیؐ قبلِ ولادت

طاعت کی ہوس بطن ہی سے نفس نشیں تھی
نکلتے ہی قدم خاک پہ، سجدے میں جبیں تھی

پنجم یہ صفت سجدہ بجا آپؐ جو لائے — پھر دستِ مبارک طرفِ قبلہ اُٹھائے
آہستہ سخن یہ لبِ جاں بخش پہ آئے — یہ دین کی رونق ہو کہ اپنے ہوں پرائے

مقبول اسی وقت یہ عاجز کی دعا ہو
یا خالقِ عالم! مری اُمّت کا بھلا ہو!

اور وصفِ ششم وہ تھا کہ جو سب سے ہے اظہر — تھی مُہرِ نبوت سرِ شانۂ انور
تاباں تھی وہ اِس طرح کہ جیسے کوئی اختر — مرقوم خطِ نور سے یہ نقش تھا اُس پر

ہے خالقِ عالم احد، احمدؐ ہے محمدؐ
اللہ ہے اللہ، محمدؐ ہے محمدؐ

——— امیر مینائی لکھنوی

حق کے رازداں آئے

مبارک ہو جہاں میں سرورِ کون و مکاں آئے
انیسِ ناتواں آئے، ندیمِ خستہ جاں آئے

بنائے دو جہاں آئے، وقارِ دو جہاں آئے
ملائک جن کے خادم ہیں، وہ حق کے رازداں آئے

شفیعِ عاصیاں آئے، مکینِ لامکاں آئے
حبیبِ ربِ اکبر قبلہ گاہِ عاصیاں آئے

ریاضِ خلد میں حوریں خوشی کے گیت گاتی ہیں
زمیں پر آج محبوبِ خدائے دو جہاں آئے

ہوائیں عطر افشاں ہیں فضائیں کیف ساماں ہیں
نظامِ این و آں بدلا کہ سلطانِ جہاں آئے

مبارکباد دینے کو ہیں جملہ انبیاء حاضر
جنابِ آمنہؓ کے گھر میں ختمِ مرسلاں آئے

پیامِ جاں فزا لے کر کتابِ حق نما لے کر
شفیع المذنبیں، نورِ مبیں، رحمت نشاں آئے

اخوت سے مروت سے عرب کے بت پرستوں کو
بنایا عاملِ قرآں عجب شیریں بیاں آئے

رخِ شمس الضحیٰ و عارضِ بدر الدجیٰ والے
قسیمِ آبِ کوثر، مالکِ خلد و جناں آئے

نشانِ جادۂ حق مل گیا گم کردہ راہوں کو
محمدؐ فخرِ آدم، رہنمائے انس و جاں آئے

ردائے کفر و ظلمت پارہ پارہ ہو گئی غافل
وہ بن کر بزمِ عالم میں سراجِ ضو فشاں آئے

——— غافل کرنالی

صبحِ نور

وہ صبحِ نور آ پہنچی سیاہی چھٹ گئی یکسر
سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر

زمانہ منتظر تھا جس کا صبحِ عید آ پہنچی
اندھیرا چھا رہا تھا تابشِ خورشید آ پہنچی

کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک
نہ پایا تھا سکوں اس دیدۂ نمناک نے اب تک

کبھی ایسے نسیمِ صبح کے جھونکے نہ آئے تھے
کبھی اس طرح کھل کر یوں نہ غنچے مسکرائے تھے

کبھی پہنی نہ تھی گل نے قبائے زرنگار ایسی
نہ آئی تھی کبھی گلزارِ ہستی میں بہار ایسی

زمیں پر یوں نہ بکھری تھیں کبھی کرنیں ستاروں کی
مہک تا عرشِ اعظم یوں نہ پہنچی تھی بہاروں کی

شمیمِ جاں فزا ایسی نہ آئی تھی گلستاں سے
نہ آئی تھی مہک ایسی کبھی دشت و بیاباں سے

عطا وسعت ہوئی صحرا کو زینت گلستانوں کو
چھپایا دامنِ رحمت میں حق نے خستہ جانوں کو

شرف جس سے ملا ہے اس جہاں کے تاجداروں کو
ملی جس سے جِلا ہے لالہ و گل خارزاروں کو

اسی دن کے لیے تو بزمِ ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصودِ عالم تھا، یہی خالق کا پیارا تھا

یہ سب عنایتیں تھیں اک وجودِ پاک کی خاطر — یہ نقش آرائیاں تھیں سیدِ لولاک کی خاطر

ہر اک ذرے نے پایا نورِ خورشیدِ دو عالم کا — نشاں دنیا سے آخر مٹ گیا تاریکی و غم کا

جہانِ منتظر نے وہ جمالِ دل نشیں دیکھا — نہ ہوگا جس کا ثانی آج وہ ماہِ مبیں دیکھا

دعاؤں کی قبولیت کے دروازے کھلے یکسر — مجسم ہو کے آئے سامنے امید کے پیکر

نویدِ زندگی پائی جہاں کے بے سہاروں نے — سکون و امن پایا درد و کلفت سہنے والوں نے

مبارک ہو گیا ہر ایک لمحہ اس مہینے کا — کہ ساحل کی طرف رخ پھر گیا خود ہی سفینے کا

امام بانیٔ جہاں نے خود بشر کی جبیں و دستی ہے — بلندی کی طرف اٹھیں نگاہیں قعرِ پستی سے

خدا ہیں دو جہاں کی عظمتیں جس نام نامی پر — وہ آیا فخر ہے انساں کو جس کی غلامی پر

مرتاں باپ جس حسینؑ فداالشریف لے کے آیا — وہ آیا جس کا تھا لطفِ خدائے پاک کا سایہ

نہ ہوگا جس کا ثانی آج وہ درِ یتیم آیا — وہ بن کر ابرِ رحمت بانیٔ لطفِ عمیم آیا

ازل کے روز سے تھا شاہد کارِ رحمت باری — اسی کے واسطے دنیا و عقبیٰ کی ہے سرداری

جہاں میں دینِ حق کا بول بالا کر دیا جس نے
ہر اک سو نورِ وحدت سے اُجالا کر دیا جس نے

حافظ لدھیانوی (فیصل آباد)

محافلِ میلاد

تحریر: راجا رشید محمود

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا یعنی اے محبوبؐ! آپ فرما دیجیے کہ (لوگ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر خوشی کریں۔[1] یعنی مسرت و انبساط کا اظہار تو چاہتا ہی رحمتِ خداوندی اور فضلِ ایزدی پر ہے۔ اور یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور فضل مجسم ہوا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہلایا۔ حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کا وجود باجود سب عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔[2] اللہ کریم جلّ و علا کا ہم پر فضلِ عظیم ہے کہ اس نے حضور رسولِ انام علیہ التحیۃ والسلام کو مسلمانوں کے لیے رؤف و رحیم بنا دیا۔[3] عالمین اور عالمین میں رہنے بسنے والی مخلوق میں سے کسی کو رحمت کی ضرورت ہو یا اہلِ ایمان کو رافت اور رحیمی کی حاجت ہو تو انہیں خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں دریوزہ گری کرنا ہوگی، سرکارؐ کے دروازے ہی پر صدا لگانا ہوگی، وہیں سے رحمت ملے گی۔ پھر جنہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منائیں، ابتہاج و مسرت کی ہر ممکن صورت کو اختیار کریں،

——— وہ اس موقع پر دلی خوشی کا اظہار کیوں نہ کریں جب حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تیرہ و تار خاکدانِ عالم کو منور فرمایا تھا، جب ان کا اس دنیائے آب و گل میں ظہور ہوا تھا، جب وہ آمنہؓ کی گود میں تشریف لائے تھے۔

خداوند قدوس و کریم نے بندوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اس کی نعمت پر اس کا شکر بھی کریں اور اس نعمت کا پرچار بھی کریں۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)[۶] کہیں اپنے خالق و مالک جل شانہ کی ہر نعمت کا ذکر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتیں قرآن مجید میں گنوائی بھی ہیں لیکن کسی نعمت کو اگر اپنا احسان کہا ہے تو صرف آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو۔[۷]

اور حضور فخر موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی پیدائش تو اس وقت ہوئی تھی جب حضرت آدمؑ ابھی ماء وطین کے درمیان تھے، ابھی اس پیکر کو تراشنے کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا ——— جب سرکارؐ کو دنیا میں بھیجا گیا تو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ آقا حضورؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان گردانا۔ مالک حقیقی کی نعمتوں کا شمار نہیں، اس کے احسانات بہت ہیں لیکن ایک احسان جو اس نے گنوایا، جس کا باقاعدہ ذکر کیا، وہ اس کے محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس دنیا میں تشریف لانا ہے۔ پھر ہمارے لیے یہ ضروری کیوں نہ ہو کہ ہم اس نعمت کا پرچار کریں، اس احسان پر مسرت کا اظہار کریں، اس کرم پر اپنے خالق کے گن گائیں۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ حضورؐ خدا تعالیٰ کی رحمت ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم فرماتا ہے[۸] ——— اور حضورؐ کی تشریف آوری اللہ کا مسلمانوں پر احسان ہے اور انہیں اپنے رب کی نعمتوں کا خوب ذکر کرنے کی ہدایت ہے، تو معاملہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ خاص طور سے ایک دن (۱۲ ربیع الاول) کیوں منایا جائے، کسی خاص دن تک خوشی اور ذکر کو محدود کرنا کیوں؟

حقیقت یہ ہے کہ خوشی منانے کا یہ ذکر کسی خاص دن یا مہینے تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ جل مجدہٗ کے حکم کے بین السطور یہی تلقین ہے کہ جب بھی خوشی مناؤ، اللہ کے فضل اور رحمت پر مناؤ، اور اسے اپنی زندگی کے تمام لمحوں پر پھیلا لو، انہیں محدود نہ کرو۔ لیکن رب کی نعمتوں کے پرچار کا جو حکم ہے اور جس طرح حضورؐ کی بعثت کو اللہ نے اپنا احسان فرمایا ہے، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضورؐ کی پیدائش کے دن خاص طور پر اللہ کے اس احسان کا ذکر ہونا چاہیے۔ پھر قرآن مجید میں یہ بھی

ہے وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ[۹] (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا) یعنی کچھ ایسے دن ہوتے ہیں جو "ایام اللہ" ہوتے ہیں، اور انہیں یاد دلانا یا یاد کرنا ضروری ہے اور انبیاء کو اس تلقین کے ساتھ دنیا میں بھیجا جاتا ہے کہ وہ ایسے دنوں کی یاد دلائیں۔ ابن جریر، خازن، مدارک اور مفردات راغب میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت مجاہدؒ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ "ایام اللہ" سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے۔[۱۰]

پھر جس دن مسلمانوں پر اللہ کا احسان ہوا ہو، اللہ کی سب سے بڑی نعمت عطا کی گئی ہو، اس کا ذکر بطور خاص کیوں نہ ہو ——— اور وہ خاص طور پر کیوں نہ منایا جائے۔

حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دوشنبہ (پیر) کے دن اس دنیا میں ظہور فرمایا۔ ایک سائل نے آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذَالِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ (یہ میرا روز ولادت ہے)[۱۱] اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا حضورؐ نے ہمیں بتا دیا کہ میرے یوم پیدائش کو بھلا نہ دینا، اس دن خوشی کرنا تمہارے لیے ضروری ہے، اس دن اللہ کے اس انعام اور احسان کا خوب ذکر کرنا۔

یہ درست ہے کہ جس بڑے پیمانے پر آج کل عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منائی جاتی ہے، اس طرح صحابہ کرام یا تابعین، تبع تابعین کے زمانے میں نہیں منائی گئی بلکہ کئی صدیوں تک اس کا نشان نہیں ملتا۔ علامہ محمد عالم آسیؒ نے اپنے ایک تحقیقی مضمون میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابہ کرامؓ کے سامنے تھے، اس وقت تو اس ذکر کی ضرورت نہ تھی اور عہد صحابہؓ میں بھی اتنی فرصت نہ تھی کہ مسائل اٹھتے، تنازعات محیر العقول اور لڑائیاں معرکۃ الآرا تھیں کہ مجالس میلاد جیسے مستحسنات کی طرف متوجہ ہونا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ عہد امامت میں اسلام میں رخنہ اندازی کی کوششیں، علوم جدیدہ اور

اقوامِ عجمیہ کی دخل دہی اور دوسرے مسائل میں جمع احادیث، تدوینِ مسائل اور جمعِ روایات پر جو توجہ دی گئی، وہی بڑی بات ہے۔ علامہ آسی لکھتے ہیں "تاریخی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجالسِ میلاد یا مجالسِ ذکر و شغل کی طرف مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ اُس وقت ہوئی جبکہ ضروریاتِ اسلام سے فراغت پا کر مسلمان اپنی حکومت اور اسلامی ترقیات سے بہرہ ور ہو کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے تھے، اسی طرح دوش بدوش مسلمان بھی اسلامی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لیے مجبور ہو گئے کہ وہ بھی ایامِ اللہ کے منانے کی کوشش کریں۔" [9]

لیکن اس کا مطلب نہیں کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے یومِ پیدائش کی اہمیت ہمارے اسلاف کے پیشِ نظر نہیں تھی جب اصحابِ رسولؐ (رضی اللہ عنہم) نے سرکارؐ کی زبانِ مبارک سے یہ سُنا ہو گا کہ سرکارؐ اس لیے پیر کو روزہ رکھتے ہیں کہ اُس دن وہ اِس دنیائے آب و گل میں تشریف لائے تھے، تو میلادِ سرکارؐ کے بارے میں اُن کے دلوں میں کیا کیا خیالات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے۔ امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" [10] میں محافلِ میلاد کی اہمیت کے بارے میں خلفائے راشدین اور بزرگانِ دین کے اقوال دیے گئے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَمًا علیٰ قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان رفیقی فی الجنۃ (جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تقریب میں ایک درہم بھی خرچ کیا، وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔) سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ عَظَّمَ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد احیا الاسلام (جس نے میلادِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی، ضرور اس نے اسلام کو زندہ کیا۔)

سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَمًا قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانما شھد غزوۃ بدر و حنین (جس نے مولدِ سرکارؐ کے لیے ایک درہم بھی خرچ کیا، گویا وہ غزوۂ بدر و حنین میں حاضری کی سعادت پائی) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے مَنْ عظم مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان سبب القراءۃ لا یخرج من الدنیا الا بالایمان و یدخل الجنۃ بغیر حساب (تعظیم و تکریم کے ساتھ محفلِ میلاد کا اہتمام کرنے والے کا خاتمہ بالخیر ہو گا اور وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہو گا۔) [11]

"تنویر فی مولد السراج المنیر" [12] میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعاتِ ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہارِ مسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا، تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف گزر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضورؐ اس عالمِ دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔" [13]

امام ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم) کی نذر کر دیتا۔"[14] انھوں نے اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود کی تقریب میں قدر و عزت سے حاضری دی، ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا۔"[15] اسی طرح حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا "جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لیے لوگوں کو جمع کیا، کھانا کھلایا، چراغاں کیا، نئے کپڑے زیب تن کیے اور خوشبو لگائی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ علیین ہوگا۔"[16]

امام احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری، امام جزری کی زبان روایت کرتے ہیں کہ "اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے اور ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے دیتے اور خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپؐ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے، وہ سال مسلمانوں کے لیے حفظ و امان کا سال ہوتا ہے اور میلاد منانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنا لیا۔"[17]

تفسیر "روح البیان" میں سورۂ فتح کی آیۂ کریمہ "محمد رسول اللہ۔۔۔" کے تحت لکھا ہے "ابن حجر الہیتمیؒ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اس طرح بدعت حسنہ ہے۔ سخاویؒ نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں سے کسی نے نہیں کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔ اس کے بعد ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے رہے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس محفل مقدس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ امام جوزیؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور حصول مراد کی خوشخبری حاصل ہوتی ہے۔"[18]

حضرت ابن حجر ہیتمیؒ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ امام المحدثین ابن جوزیؒ چھٹی صدی کے حنبلی مذہب کے مشہور محدث ہیں، حضرت غوث اعظمؒ کے ہم عصر ہیں۔ اپنی کتاب "مولد النبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں "عرب کے شرق و غرب، مصر و شام اور تمام بلادِ اہل اسلام میں، بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں، قیمتی کپڑے پہنتے ہیں، قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں، خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں۔۔۔۔ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔"[19] امام ابن جوزی کی کتاب "مولد العروس" کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر شریف احمد صاحبزادہ نے "میلاد رسولؐ" کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ یہ مولود نامہ محبت سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان میں عقیدت کے جذبات کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

علامہ اسمٰعیل بن عمر ابن کثیرؒ (صاحب تفسیر ابن کثیر) کے مولود نامہ "مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا قلمی نسخہ امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی کی لائبریری سے ڈاکٹر صلاح الدین منجد کو ملا، اس کے تیسرے ایڈیشن مطبوعہ دار الکتاب الجدید بیروت لبنان (۱۹۷۰ء) کا اردو ترجمہ مولانا افتخار احمد قادری نے کیا اور ۱۹۸۵ء میں لاہور سے چھپا۔

ملا علی قاری، مورد الروی کے دیباچے میں فرماتے ہیں "ہمیشہ سے اہل اسلام ہر سال محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں جس کی برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔"[20]

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی نے امام فخر الدین رازیؒ کے میلادِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے متعلق کئی اقوال نقل فرماتے ہیں اور کھانے پینے کی مختلف اشیا پر میلادِ پاک پڑھنے کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ انہوں نے امام شافعیؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ "جو شخص محفلِ میلاد کا اہتمام و انصرام کرے، لوگوں کو جمع کرے، کھانا تیار کرائے اور اچھے کام کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے صدیقین، صالحین اور شہداء کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔" [٢١]

حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کا فرمان ہے "جس شخص نے محفلِ میلاد میں شرکت کا ارادہ کیا، گویا اس نے ریاض الجنۃ کا قصد کیا کیونکہ محفلِ میلاد میں شرکت کا سبب محبتِ رسولؐ ہے اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ارشاد ہے کہ "میرے ساتھ محبت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔" [٢٢]

شیخ احمد بن خطیب عسقلانیؒ "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے جمعہ میں ایک ایسی گھڑی صرف اس لیے رکھی ہے کہ اس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو پیدا ہوئے اور پیر جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یومِ ولادت ہے، اس کی شان کیا ہوگی!" [٢٣]

شاہ احمد سعید مجددی نے امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسمٰعیلؒ کا ارشادِ گرامی نقل کیا ہے کہ "ہمارے زمانے کا بہترین نیا کام ہر سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن صدقات، خیرات کرنا، زیب و زینت اور مسرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ اس میں فقراء پر احسان بھی ہے اور محفلِ میلاد کرنے والے کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم و تکریم کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ہے کہ اس نے تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔" [٢٤]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے میلاد شریف کی تاریخی و شرعی حیثیت پر ایک کتاب لکھی "حسن المقصد فی عمل المولد"۔ اس کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد طفیل سالک نے کیا ہے اور لاہور کے کتب فروشوں سے دستیاب ہے۔ اس کتاب میں

شیخ تاج الدین عمر بن علی فاکہانی اور ابو عبداللہ ابن الحاج کے میلاد شریف پر اعتراضات کا جواب دیا ہے اور امام شمس الدین ابن الجزریؒ کے مولود نامے "عرف التعریف بالمولد الشریف" اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقیؒ کی کتاب "مورد الصادی فی مولد الهادی" کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حافظ دمشقی کے تین شعر بھی نقل کیے ہیں جن میں ابولہب کے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں آزاد کرنے کے نتیجے میں اس کے عذاب کی تخفیف کا ذکر ہے۔ آخری شعر میں وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیث کی رو سے ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو اس بندۂ مومن کے بارے میں کیا خیال ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتا رہا!! [٢٥]

امام محمد طاہرؒ نے اپنی کتاب "مجمع البحار" ربیع الاول میں مکمل کرلی تو کتاب کے آخر میں لکھا "خدا کے فضل و توفیق سے کتاب کا آخری ثلث ماہ ربیع الاول کی ١٢ تاریخ کی رات کو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ یہ خوشی اور کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہارِ مسرت کیا کریں۔" [٢٦]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "١٢ ربیع الاول کو ہم نے نیاز نبوی کے لیے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفلِ مسرت قائم کرنے کو کہا۔" [٢٧] اسی مکتوب میں آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ "اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟" [٢٨]

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف میں حاضر ہوا۔ لوگ آپ پر درود پڑھتے اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے تھے اور ان معجزات کا ذکر کرتے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے۔ میں نے ان انوار میں تامل کیا تو معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو ایسی متبرک محافل میں حاضر ہونے پر مقرر ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت آپس میں ملے

ہوئے ہیں۔"[۲۹]

دُرّ الثمین میں ہے، شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "میرے والد ماجد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔"[۳۰]

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں، ایک ذکرِ وفات، دوسری ذکر شہادتِ حسنینؓ کی ہوتی ہیں، سیکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں، درود شریف اور قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے، پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔"[۳۱]

شیخ محمد رضا (قاہرہ) نے اپنی تالیف "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا "امام ابو شامہ شیخ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کا بامقصد بہترین اختراع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ خیرات محفلوں کی زیبائش و آرائش اور اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حسنِ سلوک کے علاوہ اُمتیوں کی آنحضرتؐ سے والہانہ عقیدت و محبت اور اہلِ محفل کے دل میں آپ کی فضیلت و عظمت کی پختگی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے والے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہیں۔"[۳۳]

محافل میلاد کا آغاز

سید سلیمان ندوی ربیع الاول کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "یہ وہ مہینا ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادت نبوی کی یادگار اور مجالس میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین پہلا شخص ہے جس نے مجلس میلاد قائم کی۔"[۳۵]

ملک مظفر الدین کاکبوری ۵۴۹ھ میں پیدا ہوا تھا لیکن حسن مثنی ندوی لکھتے ہیں کہ سرکاری مجلس مولود سلطان ملک شاہ سلجوقی[۳۶] نے ۴۸۵ھ میں بغداد میں منعقد کی تھی۔[۳۴]

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے۔ اس کے بعد سے تمام ممالک اور امصار میں مسلمانانِ عالم عید میلاد النبیؐ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ ان دنوں میں خیرات و صدقات کرتے اور میلاد النبیؐ کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عام فضل و کرم ہوتا ہے۔[۳۷]

سرکاری مجلس میلاد شاید سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی لیکن ملک مظفر الدین شاہ اربل جس محبت و عقیدت کے ساتھ ہر سال مجلس میلاد کا اہتمام کرتا تھا اور اسی کے زیرِ اثر "التنویر فی المولد السراج المنیر" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیشِ نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔

"الوارث طبقہ" میں ہے کہ ۸۵۰ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفلِ میلاد کے اہتمام کے لیے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔[۳۸] شیخ محمد رضا (مصری) لکھتے ہیں "سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جب کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔"[۳۹]

مولانا حسن مثنیٰ ندوی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی مجلس مولود کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی، اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکارِ رسولِ مقبولؐ کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عید میلاد النبیؐ کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا۔ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے مجالس میلاد النبیؐ کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں۔ ماہ مبارک ربیع الاول کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں، یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا، مسلمان

تذکارِ رسول ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلسِ میلاد ہی سے ہوتا تھا۔ مسلمان اس کو ہمیشہ موجبِ برکت و سعادت سمجھتے رہے، وہ خیر و فیض جو اس سے حاصل ہوتے تھے، وہ علیحدہ ہیں۔“ [41]

واقعہ یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کا ذکر کسی نہ کسی طریق سے ہمیشہ ہوتا رہا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود پیر کو روزہ رکھنے کی وجہ بتائی کہ آپ اُس دن اِس دنیا کے آب و گِل میں تشریف لائے تھے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میلاد کے ذکرِ خیر کی فضیلت بیان کی، جب حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک قوم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا ذکر فرما کر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے —— تو مجالسِ میلاد کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ ہاں، یہ درست ہے کہ جس شان و شوکت سے آج کل یہ دن منایا جاتا ہے، پہلے اتنی شان و شوکت سے نہیں منایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ آغاز میں عرض کی جا چکی ہے۔ علامہ محمد عالم آسی لکھتے ہیں:

”یوں تو تحمیدِ ایزدی کے طور پر یہ عید عہدِ صحابہ میں ہی منائی جاتی تھی مگر اس شان و شوکت اور زیب و زینت سے نہیں جیسا کہ آج کل ملکِ مصر میں شاہِ مصر اور اہلِ مصر مناتے ہیں۔ کیونکہ عہدِ صحابہؓ میں تمام کام بالکل سادہ نمونہ پر تھے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف پر حرکات اور نقاط بھی بہت کم تھے تو جس طرح قرآن شریف پر بعد میں اور خصوصاً آج کل رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں، ان کا دسواں حصہ بھی اُس وقت موجود نہ تھا۔ اسی طرح عیدِ میلاد النبی ﷺ پر ایثار اور اخلاص کے آثار جس قدر تمدن اور فارغ البالی ہوتی گئی، اسی قدر نمودار ہوتے گئے۔“ [42]

ہفت روزہ ”اہلِ حدیث“ لاہور میں مولانا حکیم عبد الرحمٰن خلیق امرتسری نے اپنے ایک مضمون میں تقاریبِ عیدِ میلاد کے سلسلے میں لکھا ”اس تقریب کا انعقاد کوئی نئی دریافت نہیں تھی بلکہ ہمارے بعض مؤرخین نے چند صدیاں قبل موصل وغیرہ کے دیار و امصار میں وہاں کے بعض سلاطین و مدبرینِ سلطنت کے اہتمام میں اس کے منائے

جانے کا ذکر کیا ہے۔“ [43]

جن باقاعدہ مجالسِ میلاد کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے ان میں ۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی کے زیرِ اہتمام بغداد میں ہونے والی مجلس کے بعد، ملک مظفر الدین کاکبوری کا اس سلسلے میں خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد ابنِ خلکان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”مظفر الدین جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم پیمانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں عید کی حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (دامنِ دمشق پر رحابلہ کی بہت بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی) میں ہوتا رہا ہوگا۔“ [44]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے سبط ابن الجوزی کی ”مرآۃ الزمان“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”سلطان مظفر (کاکبوری والیٔ اربل) کے ہاں میلاد شریف میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دستر خوان میں پانچ سوختہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ آبخورے اور تیس ہزار طشتریاں حلووں کے لیے پڑے تھے۔۔۔ میلاد شریف کی تقریب پر سلطان کے ہاں بڑے بڑے جید علماء اور جلیل القدر صوفیہ آتے تھے، جنہیں وہ خلعت و اکرام شاہی سے نوازتا تھا۔ صوفیہ کے لیے ظہر سے لے کر فجر تک محفلِ سماع ہوتی جس میں وہ بنفسِ نفیس شریک ہوتا۔ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔۔۔۔ اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب، جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی، بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیص موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہے ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا، میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیر باد کہہ دوں۔“ [45]

علامہ سید سلیمان ندوی نے محفلِ میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کے حسنِ عقیدت کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے ”محرم سے اوائل ربیع الاول تک

لوگوں (علما، صوفیہ، واعظین، حفاظ، شعرا.....) کے آنے کا سلسلہ قائم رہتا تھا اور مظفر الدین کا کبوری لکڑی کے قبّے اور خیمے قائم کرتا تھا۔ ہر قبّہ چار منزلہ پانچ منزلہ ہوتا تھا...... جب صفر کی پہلی ہوتی تھی تو ان قبّوں اور خیموں میں آرائش ہوتی شروع ہوتی تھی۔ یہ قبّے قلعے کے دروازے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا، کھڑے رہتے تھے۔ مظفر الدین ہر روز عصر کے بعد یہاں آتا تھا اور ایک ایک قبّہ پر کھڑا ہو کر گانا سنتا تھا اور سیر کرتا تھا اور خانقاہ میں رات گزارتا تھا اور اس میں بزم سماع منعقد کرتا تھا۔ نماز صبح کے بعد سوار ہو کر شکار کو نکلتا تھا اور ظہر کے قریب شکار سے قلعے میں واپس آتا تھا اور اسی طرح ہر روز شب ولادت تک کرتا تھا۔ مجلس میلاد ایک سال ربیع الاول کی آٹھویں کو کرتا تھا اور ایک سال بارھویں کو۔ جب شب ولادت کے دو دن باقی رہ جاتے تھے تو بے انتہا اونٹ، گائیں اور بھیڑ بکریاں نکالتا تھا اور ان کو باجے گاجے کے ساتھ میدان تک لے جاتا تھا۔ پھر ان کو ذبح کر کے قربان کرتے تھے اور ہانڈیوں میں قسم قسم کے کھانے پکاتے تھے۔ جب شب میلاد آتی تھی تو بزم میلاد منعقد کرتا تھا، پھر قلعے سے اترتا تھا اور اس کے آگے آگے بہت شمعیں روشن ہوتی تھیں اور ان شمعوں میں دو یا چار بڑی بڑی شمعیں خاص جلوس کی ہوتی تھیں..... یہاں تک کہ بادشاہ خانقاہ تک پہنچ جاتا تھا۔ اور اسی شب کی صبح کو قلعے سے سب سامان منگواتا تھا..... میدان میں..... محتاجوں کی دعوت ہوتی تھی اور عام دسترخوان جمع ہونے والوں کے لیے بچھتا تھا۔ اس طرح عصر تک رہتا تھا اور پھر رات کو وہیں خانقاہ میں بادشاہ رہتا تھا اور صبح تک سماع ہوتا تھا۔"[46] صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں "(یہ بادشاہ) خود عالم، عادل، صاحب اخلاق حسنہ اور نہایت بزرگ شخص تھا۔"[47]

مولود پر ابن وحیہؒ اور ابن کثیرؒ کی کتابیں

مولود شریف کی سب سے پہلی مربوط کتاب سلطان مظفر الدین کے زیر اثر حافظ ابو الخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ محدث اندلسی نے لکھا۔ ابن خلکان نے ان کے

حالات زندگی میں لکھا ہے "وہ جید علما اور مشاہیر فضلا میں سے تھے۔ مغرب سے شام و عراق آئے۔ راستے میں ٦٠٤ھ میں اربل کے علاقے سے گزرے۔ اس کے حکمران ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو دیکھا کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے کتاب "التنویر فی المولد....." لکھی اور خود اسے پڑھ کر سنائی۔ ہم نے اس کتاب کو سلطان کے ہاں ٦٢٥ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے۔"[48]

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ اندلسی ٥٤٤ھ میں پیدا ہوئے اور ٦٣٣ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ نحو، ادب، تاریخ عرب میں ماہر تھے۔ خراسان کو جاتے ہوئے ٦٠٤ھ میں اربل آئے اور وہاں یہ کتاب لکھی۔[49]

یہ بڑی بات ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنا مولود نامہ بھی اسی سلطان کے زیر اثر لکھا۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد لکھتے ہیں کہ دمشق میں حنابلہ کی بہت بڑی مسجد جامع مظفری سلطان مظفر الدین کا کبوری (یا کوکبوری) نے تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد کے مؤذن شیخ عماد الدین ابو بکر بن بدر الدین حسن نے ابن کثیرؒ سے درخواست کی کہ ایک کتاب "مولد رسول صلی اللہ علیہ وسلم" پر لکھیں، اور پھر ان کی درخواست پر یہ کتاب لکھی گئی۔[50]

محافلِ میلاد

شیخ محمد رضا (مصری) نے سلطان ابو حمو موسیٰ شاہ تلمسان کے زیر اہتمام ہونے والی مجالس میلاد کی تفصیل حافظ ابو عبد اللہ تونسی ثم تلمسانی کی کتاب کے حوالے سے بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں "سلطان تلمسان صاحب الرائے معززین کے مشورے سے شب میلاد النبیؐ میں ایک عام دعوت کا اہتمام کرتے تھے جس میں بلا استثناء ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش پھول دار چادریں بچھائی جاتیں..... بڑے بڑے گول اور خوشنما نصب شدہ بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا تھا جو دیکھنے والوں کو پگھلا ہوا سونا لگتا

تھا۔ پھر تمام حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے چُنے جاتے تھے۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔انعقادِ محفل کے بعد سامعین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مناقب و فضائل اور ایسے پاکیزہ خیالات و نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ خطبا اسلوبِ بیان کے مدوجزر اور خطابت کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔" [۵۱]

دنیا کے مختلف ممالک جہاں اہلِ ایمان رہتے ہیں، کہیں ذاتی طور پر کہیں مل کر اور کہیں مملکت کے انتظام سے محافلِ میلاد منعقد ہوتی آئی ہیں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن منایا جاتا رہا ہے' ——— اب تک جاری ہے' اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ مکۂ مکرمہ میں ۱۹۱۷ء میں ہونے والی تقریبات عیدِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خبر اخبار "القبلہ" مکۂ مکرمہ کے حوالے سے "یاد ایام" کے زیرِ عنوان "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصۂ اول" میں قارئینِ کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں! ۱۹۱۷ء ہی میں لندن میں ہونے والی تقریبِ میلادِ سرکار کی ایک تفصیلی خبر ماہنامہ "طریقت" لاہور [۵۲] میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ اس میں لکھا ہے "مسٹر مشیر حسین قدوائی کہ جن کی خدمات محتاجِ بیان نہیں، اس جلسے کے بانی تھے آپ تقریباً دو ہفتہ پیشتر سے اس کا اہتمام کر رہے تھے۔ لندن کے ایک ہوٹل میں یہ محفل منعقد کی گئی۔۔۔۔۔ سب سے پہلے ایک مصری عرب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ اپنے مصری لہجے میں سورۂ دہر پڑھی۔۔۔۔ صوفی عنایت خاں مقیم انگلستان کے بھائی نے جامی کی یہ غزل "بلبل زلو آموختہ شیریں سخنی را" نہایت پُر درد اور مؤثر دھن میں گائی خصوصاً جب مقطع پڑھا ہے،

از جامیٔ بیچارہ رسانید سلامے
بر درگہ دربارِ رسولِ عربی را

تو عجب لطف تھا، ہر شخص کیفِ تسلیم میں جھوم جھوم کر مزے لے رہا تھا۔ پھر ایک عیسائی لیڈی نے ایک ہندی نعتیہ ٹھمری اپنی باریک اور پُر درد آواز میں گائی۔ اس

کے بعد ایک انگریز نے نہایت مؤثر طریقے سے نبیٔ امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف بیان کیے۔۔۔۔ یہ شخص عرصے سے مسلمان تھا لیکن ابھی تک اعلان نہیں ہوا تھا۔ اس روز کی تقریر سے اس کا بھی اظہار ہو گیا۔ اس کے بعد مسٹر یوسف علی پنشنر ڈپٹی کمشنر نے نہایت خوبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بیان کی، پھر چند مصری عربوں نے ایک ساتھ اپنے طریقے پر عربی میلاد شریف بیان کیا اور ختمِ میلاد پر بڑے مزے میں عربی کا سلام پڑھا۔۔۔!" [۵۳]

مصر میں عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کا ذکر شیخ محمد رضا ان الفاظ میں کرتے ہیں "خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس گورنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔۔ مصر میں یہ مبارک دن حکومت کی طرف سے منایا جاتا ہے۔۔۔ شاہ کے پہنچنے پر فوج سلامی دیتی ہے۔ پھر وہ شامیانے میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر صوفیا اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکرِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے ہیں۔ ختمِ محفل پر شاہ، میلاد کا بیان کرنے والے کو شاہانہ خلعت عطا فرماتے ہیں۔ پھر حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے۔۔۔" [۵۴]

علامہ محمد عالم آسی نے لکھا ہے "شیخ جامعہ ازہر (مصر) کی تازہ ترین اطلاعات جو اخبار "الایمان" بٹی ضلع لاہور کو موصول ہوئی ہیں، ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سلطان مصر اور اہالیانِ مصر قدیم سے اس تقریب میں خصوصیت کے ساتھ اپنا اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ خصوصاً ان اطلاعات کا یہ حصہ قابلِ ذکر ہے کہ "جب ۱۰ ربیع الاول کا ہلال نظر آتا ہے تو اہالیانِ مصر اس ماہ کو ماہِ عید سمجھ کر تیاری میں لگ جاتے ہیں اور تمام ملکِ مصر میں اس عید کے موقع پر تمام کاروبار بند کیے جاتے ہیں۔۔۔۔ خود شاہِ مصر اپنی جیبِ خاص سے بہت بڑی رقم خرچ کیا کرتے ہیں۔۔۔ کھیلوں میں جو سڑکیں لگی

جاتی ہیں۔ ان کی سجاوٹ پر اس قدر دل کھول کر شاہِ مصر روپیہ خرچ کرتے ہیں کہ مخالفین آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ سلسلہ دوپہلی تاریخ سے بارہ ربیع الاوّل تک بدستور جاری رہتا ہے اور اس دن صبح کو خود شاہِ مصر یا ان کا کوئی نائب حاضر ہو کر باقاعدہ جلوس کے ساتھ "مشہدِ حسینیؓ" میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں جا کر حضور علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، حضورؐ کے احسانات دنیا پر، حضور علیہ السلام کے ولادت و وفات کے سوانح پوری بسط کے ساتھ واضح طور پر بیان کر دیا کرتے ہیں۔" ۵۵

امام احمد بن محمد القسطلانیؒ شارح بخاری لکھتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔۔۔" ۵۶

ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے طور پر یہ سعادت حاصل کرتے رہے لیکن باقاعدہ تحریک کے طور پر عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریبات یہاں کب سے شروع ہوئیں، اس پر غور کریں تو یہ صورت سامنے آتی ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے، اس کے بعد، ہمیشہ کی طرح، مسلمانانِ ہند نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامنِ کرم میں پناہ ڈھونڈی۔
سید حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں کہ "۱۸۸۰ء میں حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریکِ میلاد کا آغاز کیا۔ لیکن اس سے بھی پہلے مولوی خدا بخش خاں وکیل نے محفلِ میلاد کا اہتمام کیا اور وہاں حضرت شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ سیرۃ طیبہ زبانی بیان کی۔" ۵۷ انہوں نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی بیانِ سیرت کا سلسلہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل سے شروع کیا۔ چاند رات سے شبِ دوازدہم تک ہر روز بیانِ سیرت ہوتا تھا، اور اس لگن کے ساتھ اس کا اہتمام انہوں نے کیا کہ ۱۳۰۲ھ سے آج تک اس کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ وہ ذہن تیار کر دیا جو بڑا فریضہ سمجھ کر اسے ادا کرتا ہے قصبہ پھلواری

شریف تحریک کا مرکز بن گیا اور وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر سارے برِعظیم میں خیبر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایتِ اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء، سب کو سیرتِ طیبہ کا پلیٹ فارم بنا دیا۔۔۔۔ ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی نے نئے انداز کی "میلاد الرسولؐ" کتاب لکھی جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔۔۔۔" ۵۸

لیکن بہاولپور میں موجود ایک مخطوطے سے یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ ۱۲۷۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں، ملتان میں جلوسِ عیدِ میلاد کا آغاز ہوا۔ منظور ملک لکھتے ہیں "یہ ذکر حضرت حافظ جمالؒ کے ایک ملفوظ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ یہ قلمی نسخہ میں نے بہاولپور کے ایک زمیندار کے ہاں دیکھا تھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ "جلوسِ میلاد شوکتِ اسلام کا نمونہ ہے۔ حاکمِ ملتان سلطان محمد جو متقی اور اصحابِ تقویٰ کا دوست ہے، پاپیادہ جلوس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے بعد عمائدینِ شہر اور نعت خوانوں کا گروہ ہوتا ہے جو شاعرِ دربار کی قیادت میں منقبتِ رسولِ پاک میں مصروف رہتا ہے۔ نعت خوانوں کے بعد مخادیم سادات و قریش کا گروہ ہوتا ہے۔ اس معزز گروہ میں علماء و فضلائے ملتان بھی شامل ہوتے ہیں۔ بعد میں سردارانِ فوج ترکی و تورانی چار آئینہ زیبِ تن کیے شاملِ جلوس ہوتے ہیں۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ جہاں سلطان محمد کے طرف خاص سے پُر تکلف کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ نمازِ شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔ [illegible] میں چراغاں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔" ۵۹

حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محافل شروع کیں تو ان کے بعد سید ممتاز علی نے خواتین کے مشہور مجلے "تہذیبِ نسواں" کے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارے میں عیدِ میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ سید ممتاز علی نے لکھا "۔۔۔۔ اگر اہلِ اسلام جناب پیغمبرِ خدا کی ولادت کے دن تمام ملک میں عام عیدِ میلاد منانا شروع کر دیں تو بڑی خوشی اور نیکی کا کام ہو گا۔ بزرگوں کی یادگار کو قائم

رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔ میری اہلیہ مرحومہ نے بارہا اس تحریک کا ارادہ کیا مگر افسوس کسی نہ کسی وجہ سے اس کا موقع نہ آیا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ سال سب تہذیبی بہنیں مولود شریف کے دن عیدِ میلاد منائیں اور اللہ کے ہاں سے اس رسم نیک کا ثواب عظیم پائیں۔ ۱۱/۱۲ ربیع الاوّل کی درمیانی رات کو مکانوں پر روشنی کریں اور رات کو ۴ بجے سے اٹھ کر صبح تک نوافل پڑھیں اور بعد طلوعِ آفتاب، عید کی طرح نہا دھو کر کپڑے بدلیں۔ گھروں میں جلسے اور ضیافتیں کریں۔۔۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اور بہنیں بھی اس تجویز کی تائید کریں گی اور اب کے ربیع الاوّل میں تمام ہندوستان میں عیدِ مولود بڑی دھوم دھام سے منائی جائے گی۔“ ۶۱

البتہ ہفت روزہ ”اہلِ حدیث“ لاہور کے مطابق ”متحدہ ہندوستان میں غالباً اس (عیدِ میلاد النبی ﷺ) کو پہلے پہل امرتسر میں منایا گیا جس کا اہتمام وہاں ایک کشمیری بزرگ مولانا عبد السلام ہمدانی کی جدّ و جہد سے ہوتا تھا اور اس کی غرض وہاں غیر مسلموں کے سامنے سیاسی شوکت کو نمایاں کرنا تھا۔ مگر پھر تقریب اپنے حسن و رنگ، اپنی خوبصورتی اور اپنی گوناگوں دلچسپیوں کے سبب آہستہ آہستہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی پھیلتی چلی گئی۔“ ۶۲ اس مضمون کے خالق مولانا حکیم عبد الرحمٰن خلیق تقریب میلاد کے سلسلے میں رقم طراز ہیں ”اس تقریب کا تعلق چونکہ عالمِ اسلام کی محبوب شخصیت اور مسلمانانِ عالم کی حاصلِ زیست دولت خواجۂ کونین پیغمبرِ ثقلین خاتم النبیین، امام المرسلین محبوبِ ربّ العالمین سیّدِ اولین و آخرین حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی ولادتِ باسعادت سے ہے، اس لیے اس کے اندر ہر مسلمان کے لیے دلچسپی اور محبت بآسانی قابلِ فہم ہے۔ اور پھر اب جب اس تقریب کو یہاں حکومتی سطح پر ایک سرکاری تقریب کا درجہ بھی حاصل ہو گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اب یہ تقریب یہاں ایک قومی تہوار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔“ ۶۳

لاہور میں تقریباتِ میلاد کے سلسلے میں اکمل علیمی نے لکھا ”۱۹۲۹ء میں

شہر (لاہور) کے بعض علماء نے عامۃ المسلمین کے نام ایک اپیل جاری کی جس میں وضاحت کی گئی تھی کہ گو سرورِ کائنات ﷺ کی وفات حسرت آیات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی لیکن یہ آنحضرت ﷺ کی تاریخِ پیدائش بھی ہے۔۔۔ اس لیے حلقہ بگوشانِ محمد ﷺ کو یہ دن لطف و مسرت میں گزارنا چاہیے۔۔۔ لاہور میں عیدِ معراج النبی ﷺ کے جلوسوں کی ایک روایت موجود تھی اور ایسے جلوسوں میں بھی موچی دروازہ کے مسلمان پیش پیش ہوا کرتے تھے جن میں حاجی غلام قادر اور حافظ معراج دین کے نام لیے جاتے ہیں۔۔۔ پھر حزب الاحناف کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ مرحوم کی کوششوں سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے لگا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین، موچی دروازہ کے زیرِ اہتمام ایک پُرشکوہ جلوس منظم کیا گیا۔“ ۶۴ ”کوہستان“ نے اس جلوس کی تاریخ ۱۹۳۳ء لکھی ہے۔ احسان بی اے کے ایک مضمون میں ہے ”لاہور میں عیدِ میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔۔۔ یہ جلوس ۱۹۴۷ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔“ ۶۴

راولپنڈی میں عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریبات کے حوالے سے حکیم محمد ایوب حسن لکھتے ہیں ”راولپنڈی میں یہ سلسلہ ایک مدّت سے جاری ہے۔ اس کی ابتدا اس زمانے میں ہوئی جب پٹی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ایمان کے ایڈیٹر مولانا عبد المجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبی ﷺ کے جلسے منعقد کیے جائیں۔۔۔ ان کی اس تحریک پر سارے برصغیر کے شہروں میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عیدِ میلاد النبی ﷺ منانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“ ۶۵

اخبار ایمان پٹی ضلع لاہور کا ذکر آیا ہے تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ۱۹۳۵ء کے جلسے اور جلوس میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی تقریر کا ذکر سنیے۔ علامہ اقبال جالندھر چھاؤنی کے جلسے اور جلوس میں شامل تھے۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ”چند سال ہوئے، میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے

ذریعے سے اس اُمت کو متحد کرے گا۔ مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا۔ اب تحریک یوم النبی ﷺ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔"[۲]

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے دیگر اکابر ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسوں جلوسوں کے انعقاد کی تحریک کی۔ اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا: "اتحاد اسلام کی تقویت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، حضور ﷺ کی سیرتِ پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے ..."[۳]

اس اپیل پر علامہ اقبال کے علاوہ سید غلام بھیک نیرنگ، مولانا غلام مرشد، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا قطب الدین عبدالولی، دیوان سید محمد، مولانا قمر الدین سیالوی، مولانا فاخر الہ آبادی، سید حبیب مدیر "سیاست"، پیر سید فضل شاہ جلالپوری، مولانا علی الحائری اور مولانا محمد شفیع داؤدی وغیرہ کے دستخط تھے۔

غرض، حضور سرورِ انبیا، حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے ظہورِ پاک کے حوالے سے خوشی منانے، محافل منعقد کرنے، جلوسوں وغیرہ کے ذریعے شوکت کا اظہار کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے اقوال و ارشادات واضح ہیں۔ ہمیں مسرت و انبساط اور ابتہاج و عقیدت کی محفلیں سجانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے لیکن ان میں عامۃ المسلمین کے جذبات کو ابھارنے کے لیے کسی وضعی روایت کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح جلوسوں مظاہروں میں ہر غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ورنہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔

حواشی

(۱) یونس۔ ۱۰: ۵۸ (۲) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔ الانبیاء ۲۱: ۱۰۷

(۳) بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ التوبہ ۔ ۹: ۱۲۸ (۴) الضحیٰ ۹۳: ۱۱ (۵) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا "اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں رسول ﷺ کو بھیجا"، آلِ عمران ۳: ۱۶۴ (۶) ابراہیم ۱۴: ۵ (۷) کنز الایمان، تفسیری حاشیہ از مولانا نعیم الدین مراد آبادی / محمد شفیع اوکاڑوی۔ برکاتِ میلاد شریف ص ۵ (۸) صحیح مسلم (عن قتادہ رضی اللہ عنہ) (۹) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۷ تا ۲۱ جولائی ۱۹۳۲۔ ص ۲ (۱۰) مطبوعہ الشیخ حسین حلمی بن سعید استنبول ترکیہ ص ۱۲ (۱۱) مجلہ "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر۔ فروری ۱۹۷۸ ص ۹۲ / ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱ء ص ۱۷، ۱۸ (۱۲) ابو الخطاب عمر بن حسن دحیہ اندلسی (المولود ۵۴۴ھ المتوفی ۶۳۳ھ) کی کتاب جس کے متعلق ابن خلکان نے لکھا ہے "ہم نے اس کتاب کو سلطان (مظفر الدین بن زین الدین جنہوں نے مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرکاری طور پر اہتمام کیا) کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے" (حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ ص ۲۷) کتاب کا نام ابن کثیر نے التنویر فی المولد البشیر النذیر" لکھا ہے (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶) مولانا دیدار علی شاہ الوری نے "التنویر فی مولد البشیر" لکھا ہے (مرغوب احمد الملقب بہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام۔ ۱۳۰۱ھ ص ۴۵) لیکن علامہ محمد عالم آسی اور سید سلیمان ندوی نے کتاب کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" تحریر کیا ہے ("الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۱۹ / ــــــ "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲ء ص ۱۲) کتاب مزید کر سلطان مظفر الدین کے ذکر میں ہوگا۔ (۱۳) التنویر فی مولد السراج المنیر از امام عمر بن حسن محدث اندلسی۔ ص ۴۴ ۵ ۳۰ ۶۲۲ھ بحوالہ "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر۔ ص ۱۹ (مضمون مجالس میلاد نبوی ﷺ از علامہ مولانا حکیم محمد عالم آسی معتمد انجمن خدام الحنفیہ امرتسر) / دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید۔ مرغوب احمد۔ ص ۴۵، ۴۶ (۱۴) النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم۔ بحوالہ "نور الحبیب" میلاد نمبر ۱۹۷۸ء (مضمون "میلاد النبی ﷺ اور اکابر امت"، مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ)، ص ۵۰ (۱۵) ایضاً۔ ص ۵۰ (۱۶) ایضاً۔ ص ۵۰

(۱۷) زرقانی علی المواہب۔ ص ۱۳۹، بحوالہ برکات میلاد شریف از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ص ۱۱، ۱۲، و "الفقیہ" امرتسر، میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۲۲ (۱۸) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" از امام جلال الدین سیوطیؒ۔ ص ۲۳، ۲۴ (۱۹) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ص ۲۲ (علامہ محمد عالم آسی کا مقالہ) (۲۰) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" ص ۲۳
(۲۱) "النور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۶۔ ص ۹۶ (۲۲) ایضاً۔ ص ۹۶، ۹۷ ۔
(۲۳) اثبات المولد والقیام ۔ ص ۲۵ (۲۴) ایضاً۔ ص ۲۶، ۲۷ (۲۵) حسن المقصد فی عمل المولد۔ ص ۴۶، ۴۷ (۲۶) "الفقیہ" میلاد نمبر، ص ۲۷ (۲۷) مکتوبات۔ جلد دوم ص ۲۷ (۲۸) ایضاً (۲۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ فیوض الحرمین۔ ص ۲۷ / نظام الدین احمد جعفری، حافظ سید محمد۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ۔ حصہ اول۔ ص ۴۰ / برکات میلاد شریف ص ۶ (۳۰) در الثمین بحوالہ برکات میلاد شریف ص ۸
(۳۱) فتاوٰی عزیزیہ۔ جلد اول۔ بحوالہ برکات میلاد شریف ص ۸ (۳۲) فیصلہ ہفت مسئلہ
(۳۳) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ (ترجمہ از محمد عادل قدوسی) ص ۳۲ (۳۴) علامہ سید سلیمان ندوی نے مجلس میلاد کے سلسلے میں مشہور، اس سلطان کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ انہوں نے اس سلطان کی پیدائش ۲۷ محرم ۵۴۹ھ اور وفات ۶۳۱ھ لکھی ہے (ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۰) البتہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ "اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکا میں ہوئی"۔ (حسن المقصد فی عمل المولد۔ ص ۲۶) ڈاکٹر صلاح الدین منجد نے بھی سن وفات ۶۳۰ھ لکھا ہے (دیباچہ "میلاد مصطفیٰؐ" از علامہ ابن کثیرؒ۔ ص ۷) ــــ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے "التنویر فی المولد السراج المنیر" سلطان مظفر الدین کے میلاد شریف کے بارے میں اہتمام کو دیکھ کر لکھی تھی اور خود اس کتاب کو پڑھا تھا۔ علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ اس کا نام کوکبوری تھا اور اس کا باپ زین الدین علی، اربل کا بادشاہ تھا جو اربل اور بہت سے دوسرے شہروں کا ان اطراف میں بادشاہ تھا۔ کوکبوری قلعہ موصل میں پیدا ہوا اور چودہ برس کی عمر میں باپ کے انتقال پر اس کی جگہ بیٹھا۔ اس کے اتابیق مجاہد الدین قائماز نے پہلے اس کو

قلعہ بند کیا، پھر حدود حکومت سے نکال دیا۔ وہ موصل کے بادشاہ سیف الدین ابن مودود کے پاس اور پھر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ کوکبوری ۵۸۶ھ میں اربل آگیا۔ یہ سلطان بہت نیک، سخی تھا اور رفاہ عامہ کے کاموں میں دن رات مشغول رہتا تھا۔ اس نے ایک مدرسہ بنوایا جس میں حنفی اور شافعی دونوں مذاہب کے علما مقرر تھے اور خود روزانہ وہاں آتا تھا اور رات وہیں گزارتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں بھی اس کے بہت سے آثار ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے جبل عرفات میں پانی جاری کرایا اور بہت رقم خرچ کی۔ (۳۵) "شمس الاسلام" بھیرہ، جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۹ (۳۶) "عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آلق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔۔۔۔" ("سیارہ ڈائجسٹ" لاہور۔ رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۴۵۵، مضمون "جشن میلاد النبیؐ" از مولانا حسن مثنیٰ ندوی) (۳۷) "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور، رسول نمبر، جلد ۲ ۔ ص ۴۵۶ (۳۸) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۳۹) ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف (جھنگ)، جنوری فروری ۱۹۷۹۔ ص ۱۹ (۴۰) محمد رضا، محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۴۱) سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۶ (۴۲) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۶، ۷ (۴۳) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۱۔ ص ۲۲
(۴۴) دیباچہ "میلاد مصطفیٰؐ" از علامہ ابن کثیرؒ۔ ص ۷ (۴۵) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶، ۲۷ (۴۶) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۱، ۱۲ (۴۷) "النور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۶۔ ص ۸۶ (۴۸) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۷ (۴۹) "شمس الاسلام" جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۲ (۵۰) دیباچہ میلاد مصطفیٰؐ۔ ص ۷ (۵۱) محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳، ۳۴ (۵۲) ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷۔ ص ۱۹، ۲۰ (۵۳) ایضاً (۵۴) محمد رسول اللہ۔ ص ۳۴، ۳۵
(۵۵) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۱۳، ۱۴ (۵۶) زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹ بحوالہ برکات میلاد شریف ص ۱۱ (۵۷) سیارہ ڈائجسٹ لاہور، رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۴۵۶

(٥٨) ایضاً ص ٥٩، ٤٥٩، ٦٠، ٤٦٠ (٥٩) روزنامہ "کوہستان" لاہور، عید میلاد ایڈیشن ٢٢ جولائی ١٩٦٤ء (٦٠) روزنامہ "امروز" لاہور، عید میلاد النبی ایڈیشن، ٢٢ جولائی ١٩٦٤، ص ٦ (٦١) "شمس الاسلام" بھیرہ، جنوری فروری ١٩٨١ ص ٢١، ٢٢ (مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق امرتسری کا مضمون) (٦٢) ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور بحوالہ "شمس الاسلام" جنوری فروری ١٩٨١، ص ٢٢ (٦٣) روزنامہ "امروز" لاہور، عید میلاد ایڈیشن، ٢ جولائی ١٩٦٦ (٦٤) روزنامہ "کوہستان" لاہور، عید میلاد ایڈیشن ٢٢ جولائی ١٩٦٤ (٦٥) ایضاً (حکیم محمد ایوب حسن کا مضمون بعنوان "راولپنڈی میں عید میلاد النبیؐ") (٦٦) اخبار "ایمان" پٹی ٤ تا ١١ مئی ١٩٣٥، ص ٦ (٦٧) مجلہ "اقبال ریویو" لاہور، جولائی ١٩٦٨، ص ٧٦

"مجھے سخت قلق ہے اس بات کا کہ جو لوگ رسائل میلاد یا دعائے محبت خیر مولود پڑھتے ہیں، وہ اس عمل کو کس لیے صورت جائز شرعی کے مطابق کر کے بجا نہیں لاتے اور خواہی نخواہی اختلاف فقہا میں پڑ کر معرض حساب و عتاب میں آتے ہیں۔ اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرتؐ نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کر لیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت و دل و ہدی و ولادت و وفات آنحضرتؐ کا کریں۔ پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں"۔۔۔۔

۔۔۔"اس عبارت سے شیخ عبدالحق حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صاف انکار ضمیم منکرات کا، عمل مولد میں نکلتا ہے اور عبارت سابقہ سے اظہار فرح میلاد نبویؐ پر پایا جاتا ہے جو جس کو حضرتؐ کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے، وہ مسلمان نہیں"۔

نواب سید صدیق حسن خاں

اَلشَّمَامَةُ الْعَنْبَرِيَّة مِنْ مَوْلِدِ خَيْرِ الْبَرِيَّة

ص ١٧٥، ١٢

وقتِ مُبارکباد ہے

آئی بہار اب ہر چمن، ہے بلبل و گل کا وطن، دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہیں شیخ و برہمن
زاہد سے کہہ دو سخن، ہے فصلِ گل توبہ شکن، گر چاہے عشق جان و تن بادہ خواروں کا سیکھے چلن

آئی بہار جاں فزا، لائی گلستاں میں صبا پیغام وصلِ دلربا، گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا، بلبل یہ کرتی ہے صدا اب میں ہوں اور سیرِ چمن

ابر بہاری جابجا، چھڑکاؤ سا کرنے لگا، بدلی گلستاں کی ہوا، ہر نخل پھولا اور پھلا
تا جانِ دل ہو مبتلا، مشاطہ بن کر صبا، سلجھاتی ہے صبح و مسا سنبل کی زلفِ پر شکن

سونگھیں جو پھولوں کی مہک بے ہوش ہوں حور و ملک، دیکھیں جو غنچوں کی چمک جل جائے انجم کی ٹپک
برقِ تجلی کی جھلک، روزِ ازل سے آج تک، آگے نہ تھا جس کی فلک، دیکھیں گے اب سب مرد و زن

شمشاد نے گلزار سے، گلزار نے گلنار سے، گلنار نے رخسار سے، رخسار نے دیدار سے
دیدار نے گفتار سے، گفتار نے رفتار سے، رفتار نے دلدار سے سیکھا ہے شوخی کا چلن

ہر لالے کا داغِ جگر، نرگس کا ہے کحل البصر، سوسن زبانِ حال پر لائی ہے دل سے یہ خبر
آتا ہے وہ رشکِ قمر جس کی تجلی دیکھ کر زیبا ہے گر تارِ نظر بن جائے سورج کی کرن

غل ہے یہی ہر چار سُو، آنا ہے اب وہ ماہ رُو جس کی تھی ہم کو جستجو کرتے ہیں باہم گفتگو
پیمانے سے مل کر سبُو مطلب سے مل کر آرزو سبزے سے مل کر آبجو نسریں سے مل کر نسترن

باغِ جہاں آباد ہے یاں سرو بھی آزاد ہے قمری نہایت شاد ہے نے صید نے صیاد ہے
ہاں محفلِ میلاد ہے وقتِ مبارکباد ہے، جبریلؑ کو ارشاد ہے مشہور کر دے یہ سخن

نورِ خدا پیدا ہوا، خیر الوریٰ پیدا ہوا، بحرِ عطا پیدا ہوا، ابرِ سخا پیدا ہوا
نجم الہدیٰ پیدا ہوا، بدر الدجیٰ پیدا ہوا، شمس الضحیٰ پیدا ہوا، پیدا ہوا شاہِ زمن

سرِّ نہاں پیدا ہوا، عینِ عیاں پیدا ہوا، فخرِ زماں پیدا ہوا، شاہِ شہاں پیدا ہوا
روحِ رواں پیدا ہوا، جانِ جہاں پیدا ہوا، مطلوبِ جاں پیدا ہوا، پیدا ہوا مقصودِ تن

سلطانِ دیں پیدا ہوا، شاہِ زمیں پیدا ہوا، ماہِ جبیں پیدا ہوا، عین الیقیں پیدا ہوا
مسند نشیں پیدا ہوا، دل کا مکیں پیدا ہوا، وہ نازنیں پیدا ہوا نازاں ہے جس سے جان و تن

نورِ بشر کون و مکاں تھا کنزِ مخفی میں نہاں جب سے کہ پنہاں عیاں دو نو تھے بے نام و نشاں
آگہ نہ تھا کُن سے ذکاں معدوم سے تھے دونوں جہاں تن کو نہ تھی پروائے جاں جاں کو نہ تھی فکرِ بدن

جو غیب میں محصور تھا اس نور سے منظور تھا، در پردہ جو مستور تھا اس نور سے معمور تھا
یہ نور ہی مشہور تھا، یہ نور ہی مذکور تھا، جو کچھ کہ تھا یہ نور تھا، بے کیف و کم بے ما و من

وہ سایۂ ذاتِ احد، وہ مظہرِ نورِ صمد، مستنظرِ فیضِ ابد، تفسیرِ ماں وہ ہر نیک و بد
لایا جہاں میں مستند مُہرِ نبوّت کی سند، محسودِ اربابِ حسد، محبوبِ ربِّ ذوالمنن

وہ بادشاہِ دو جہاں، وہ قبلہ گاہِ مقبلاں، وہ رہنمائے اِنس و جاں، وہ دستگیرِ بے کساں
وہ مرہمِ دلِ خستگاں، وہ چارۂ دردِ نہاں، وہ مصدرِ فیضِ عیاں، وہ مظہرِ سِرّ و علن

مُرنے جو کی اُس پر نظر ٹکڑے ہوا اس کا جگر تسبیح خواں تھے سب حجر بلکہ ہوئی تھی نوحہ گر
اُس مہ لقا کے پاؤں پر سجدہ لگے کرنے شجر اُس دادرس کو دیکھ کر فریاد کرا ٹھا ہرن

حسنِ مجسم ہوا وہ جلوہ گر سب گر پڑا کسریٰ کا گھر اس کی تجلّی دیکھ کر کہتے تھے سب اہلِ نظر
یا رب یہ کیسا ہے بشر جس کی ادا ہے سر بسر عالم میں آتا ہے نظر سب سے نرالا بانکپن

عمامہ ہے جو زیبِ سر اس کی صفائی دیکھ کر مہتاب سے بگڑا قمر خورشید سے روٹھی سحر
پٹکا جو دیکھو کس قدر ہے زینتِ موئے کمر اس قامتِ بے سایہ پر کتنا ہے زیبا پیرہن

ایام مولود آ گئے، آثارِ بہبود آ گئے، اوقاتِ محمود آ گئے، اسبابِ مقصود آ گئے
احبابِ مسعود آ گئے، اعیانِ موجود آ گئے، راحت کے دن زود آ گئے تازہ ہوئے عہدِ کہن

عشاق کیا ساماں کریں کیا ہدیۂ سلطاں کریں کیا دعوتِ مہماں کریں کیا خدمتِ شایاں کریں
ہاں نذرِ نقدِ جاں کریں جاں فدیۂ جاناں کریں اس ماہ پر قرباں کریں مادر، پدر، فرزند و زن

——— غلام امام شہید

شاہِ زمن پیدا ہوا

ہر گلستاں میں دھوم ہو ، ہر آشیاں میں دھوم ہو ، جوفِ مکاں میں دھوم ہو ، ظرفِ زماں میں دھوم ہو
بزمِ جہاں میں دھوم ہو ، گنجِ نہاں میں دھوم ہو ، بادِ وزاں میں دھوم ہو ، آبِ رواں میں دھوم ہو
نطقِ جہاں کی دھوم ہو ، آوازِ شاں میں دھوم ہو ، کیا خاکداں کی دھوم ہو ، کُل کُن فکاں کی دھوم ہو
دونوں جہاں کی دھوم ہو ، سات آسماں میں دھوم ہو ، دریا و کاں میں دھوم ہو ، اور انس و جاں میں دھوم ہو
پیر و جواں میں دھوم ہو ، صحنِ جناں میں دھوم ہو ، گلزارِ جاں میں دھوم ہو ، گُل ریز ہو دورِ زمن

سحرِ کہن پیدا ہوا ، نورِ علن پیدا ہوا ، برقِ فتن پیدا ہوا ، ابرِ مِلن پیدا ہوا
ناوک فگن پیدا ہوا ، شمشیر زن پیدا ہوا ، بُت خانہ کُن پیدا ہوا اور بُت شکن پیدا ہوا
شیریں سخن پیدا ہوا ، شیریں دہن پیدا ہوا ، مشکِ ختن پیدا ہوا ، دُرِّ عدن پیدا ہوا
شاہِ زمن پیدا ہوا ، ماہِ یمن پیدا ہوا ، سیمیں بدن پیدا ہوا ، سیمیں ذقن پیدا ہوا
وہ یاسمن پیدا ہوا ، وہ نارون پیدا ہوا ، وہ نسترن پیدا ہوا جس سے چمن ہے پُر زمن

عرشِ بریں روشن ہوا ، فرشِ زمیں روشن ہوا ، فردوسِ عالیں روشن ہوا ، ماہِ مبیں روشن ہوا
بیت الامیں روشن ہوا ، چشمِ یقیں روشن ہوا ، اک اک مکیں روشن ہوا ، رکنِ رکیں روشن ہوا
نامِ نگیں روشن ہوا ، رازِ رزیں روشن ہوا ، نورِ یقیں روشن ہوا ، حسنِ حسیں روشن ہوا
ماہِ جبیں روشن ہوا ، مہرِ مبیں روشن ہوا ، چرخِ بریں روشن ہوا ، عرشِ وزیں روشن ہوا
کل ماہ و طیں روشن ہوا ، دینِ متیں روشن ہوا ، اہلِ حزیں روشن ہوا ، پھر لگی چشمِ وثن

بیانِ یزدانی میرٹھی

ظہورِ نورِ خدا

باغِ جناں میں دھوم ہے ہر بوستاں میں دھوم ہے ہر کہکشاں میں دھوم ہے ہر دل میں جاں میں دھوم ہے
ہر نیزباں میں دھوم ہے کون و مکاں میں دھوم ہے سارے جہاں میں دھوم ہے دل شاد ہے ہر مرد و زن

رخصت خزاں ہونے کو ہے وہ گُل عیاں ہونے کو ہے گلشن جواں ہونے کو ہے گُل زر فشاں ہونے کو ہے
حق مہرباں ہونے کو ہے خوشنود جاں ہونے کو ہے دل شادماں ہونے کو ہے مٹنے کو ہے رنج و محن

کیا رحمتِ معبود ہے کیا دورۂ محمود ہے ہر ہر گھڑی مسعود ہے مطلوبِ دل موجود ہے
موجود ہر مقصود ہے شیطاں پہ رہ مسدود ہے دیوِ لعیں مردود ہے ہیں بند ابوابِ فتن

حوریں بھی آئیں مرحبا ، باندھا فرشتوں نے پرا ، ہونے لگی یہ التجا ، ظاہر ہوا اے نورِ خدا
ظاہر ہو ختم الانبیا ، ظاہر ہوا احمد مجتبیٰ ، آخر کو ظاہر ہو گیا وہ نورِ ربّی دفعتاً

ابرِ کرم پیدا ہوا ، بحرِ ہمم پیدا ہوا ، کانِ نعم پیدا ہوا ، کعبہ الامم پیدا ہوا
قدسی خدم پیدا ہوا ، انجم حشم پیدا ہوا ، جو نا علم پیدا ہوا لشکر شکن اعدا شکن

احسان ہے حق کا بڑا بھیجا جو ایسا رہنما ، کیا شکر ہم لائیں بجا ، کیا نذر دیں ہم سب نوا
کیا تحفہ دے شہ کو گدا ، کیا چیز دے مہ کو سُہا ، کر دیجئے اس شہ پہ فدا سب مال و زر اور جان و تن

مدحِ رسولِ پاک کا کرتے رہو چرچا سدا لیکن رعایت ہو بجا، ہوں شعر سب شرعاً روا
آدابِ شانِ مصطفیٰ ہو جان اور دل میں بھرا ایسی مجالس باصفا ہیں شرع میں بے شک حسن

میلادِ حضرت جب ہوا ہوتے ہی جھٹ سجدہ کیا، اُمت کے حق میں کی دعا دیکھا فلک کو سر اُٹھا
کلمہ شہادت کا پڑھا، چوسا انگوٹھا ہاتھ کا، دودھ اس سے جاری ہو گیا، تھا شیرِ شیریں موجزن

کیا کیا نشاں ظاہر ہوئے کعبہ جھکا تعظیم سے ایوانِ کسریٰ سے گرے شق ہو کے چودہ کنگرے
قلعوں میں آئے زلزلے سب بجھ گئے آتشکدے بُت سر کے بل گر گر گئے پتھرا گئی چشمِ شمن

جس دم حلیمہؓ نے لیا اس شہ کو مرکب پر بٹھا، مرکب نے جھک سجدہ کیا، لایا بجا شکرِ خدا
جن جن منازل میں چلا، ہو ہو گیا جنگل ہرا، موسم پھرا بدلی ہوا، حاصل ہوا عیش و سکن

اس ابرِ رحمت کے سبب رحمت ہوئی عالم پہ سب عشرت میں ہیں سب روز و شب قلقے گئے عالم کے سب
سب مٹ گئے شور و شغب، جاتے رہے رنج و تعب اب بن گیا دار الطرب آگے جو تھا بیت الحزن

تھا رنگ گورا پر نمک تھی جس میں سرخی کی دمک رخ پر جھلکتی تھی جھلک تن میں مہکتی تھی مہک
آنکھوں کی اکحل مژگنیں ابرو کماں لمبی پلک دانتوں میں موتی کی چمک تھے سرخ لب لعلِ یمن

قد آپ کا وہ پُر اثر، اُڑتا نہ اُوپر جانور، تشریف لے جاتے جدھر گلیاں مہکتیں سر بسر
چلتے جدھر خیر البشر سایہ نہ گرتا خاک پر تھا جان سے شفاف تر اس جانِ پاکاں کا بدن

تھے موم زیرِ پا حجر کرتے سلام ان کو شجر بول اُٹھتے سب دیوار و در مکھی نہ آتی جسم پر
دم میں کیا شق القمر سورج پھرا پھر ڈوب کر کرتے تھے سجدہ جانور، کون ایسا ہے اعجاز فن

جشنِ ولادتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نور کے چھائے عرش پہ بادل — آیا ماہِ ربیع الاوّل
موسمِ گل ہے فصلِ بہاری — نور کے آنے کی ہے باری
رحمت کی گھنگھور گھٹائیں — کعبہ سے پیہم اُٹھتی آئیں
رم جھم رم جھم برسے بادل — ساری دنیا ہو گئی جل تھل
ننھی ننھی بوندیں آئیں — کالی کالی گھٹائیں چھائیں
بادِ صبا کا ناز سے چلنا — غنچوں کا ہنس ہنس کے مچلنا
باغ کا نقشہ سارا بدلا — پھولوں نے پہنا نور کا گہنا
سبزہ کی پوشاک ہے دھانی — آبِ زمرد پانی پانی
پتوں پہ عکسِ گل جو پڑا ہے — نیلم میں یاقوت جڑا ہے
سرو و صنوبر سدرہ طوبیٰ — بادِ بہاری بادِ مسیحا
داؤدی کا حکم ہے جاری — تختِ سلیماں کیاری کیاری
پھولوں کی پوشاک سہانی — ہر گل یوسف، یوسفِ ثانی
چمپا کا وہ حُسن نرالا — دامنِ گلچیں حسن کا تھالا
بیلا سب سے جُدا، البیلا — اپنا ثانی آپ اکیلا
مہندی کا ہر پتّہ پتّہ — لال پری کا سبز دوپٹا
چاندنی فرشِ خاک سراسر — باغ نے اوڑھی نور کی چادر
قطرۂ شبنم ہر پتّے پر — کشتِ زمرد، دانۂ گوہر

رات کے تھے یہ جلوے سارے — چمکے یکایک صبح کے تارے
وقت سہانا نور کا تڑکا — مہر کی آمد، ماہ کا جلوہ
آئی یکایک نیک ساعت — چمکے جہاں میں مہرِ رسالت
جس کے لیے ہیں یہ سب ساماں — طالع ہوگئے وہ مہرِ درخشاں
پردہ اٹھا یکبار زمیں سے — آئی صدا یوں عرشِ بریں سے

آمنہ کے گھر آئے وہ پیارے — خادم جن کے ملائک سارے
چاند وہ نکلا آج زمیں پر — نور ہے جس کا عرشِ بریں پر
شافعِ محشر، رحمتِ عالم — فخرِ زماں، محبوبِ معظم
مہرِ رسالت، ماہِ نبوت — شانِ الٰہی، آیۂ رحمت
نورِ خدا ہیں، نورِ مبیں ہیں — خدمت میں جبریلِ امیں ہیں
حسن ہے وہ لاثانی پایا — حق نے جسے محبوب بنایا
آج عرب کی قسمت جاگی — کفر کی ظلمت کوسوں بھاگی
کعبہ نہ کیوں ہو قبلہ و کعبہ — کعبہ میں آئے کعبے کے قبلہ
خوف سے ہیں روپوش شیاطیں — اوندھے ہوگئے تختِ سلاطیں
آئے جہاں میں فخرِ دو عالم — فرشِ زمیں ہے عرشِ معظم
آئے حضورِ سرورِ عالم — فخرِ مسیحا، نازشِ آدم
افضل و اعلیٰ، اکبر و اعظم — صلی اللہ علیہ وسلم
سید و سرور، ساقیٔ کوثر — ہادی و رہبر، شافعِ محشر

شاہِ امم، سلطانِ معظم
صلی اللہ علیہ وسلم

— شاہ اسیر قادری بدایونی

ظہورِ قدسیِ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام

ادب کہ اے دلِ بے تاب اے نگاہ سنبھل — ظہورِ قدسیِ خیر الانام کا ہے محل
زہے نصیب کہ ماہِ مبارک آ پہنچا — کہ جس سے ٹوٹ گئے گردشوں کے شیش محل
وہ جس کی ذات سے تکمیلِ دینِ فطرت ہے — نگاہ جس کی بہ ہر طورِ احسن و اکمل
وہ کائنات کا محسن، وہ زندگی کا طبیب — کہ جس کی ایک نظر لاکھ حادثوں کا بدل
طلوعِ مہرِ نبوت کا احترام نہ پوچھ — ادب بنے گا یہاں چشمِ ہوش کا کاجل
ملی وہ منزلِ معراج سرورِ دیںؐ کو — جہاں نہیں ہے فرشتوں کو اذنِ دخل و عمل
اسی کی ایک نظر سے بہار کو ہے فروغ — اسی کے واسطے نکہت فزا ہیں دشت و جبل
اسی کی بھیک سے زندہ ہیں مہر و ماہ و نجوم — کھلے ہوئے ہیں اسی سے یہ آسماں کے کنول
اسی کے واسطے قائم ہے شب کے امن پہ — یہ کہکشاں کی دل افروز نقرئی جدول
یہ ہر زماں وہ نمایندہ ذاتِ باری کا — حدودِ ارض و سما میں سفیرِ عز و جل
ہوئی نیابتِ ربی کی اس طرح تشکیل — ابد کے طاق پہ روشن کیا چراغِ ازل

درود اس پہ جو ممدوح ہے مرا نازش
سلام اس پہ، کیا جس نے دین کو اکمل

— نازش حیدری

یہ مظہر خدا تو ہیں....

کیا اُن سے پہلے رنگ جہاں تھا سُنا بھی ہے — بوجہل سا بھی کوئی جاہل ہوا بھی ہے
واقف تھا اس سے کون کوئی کبریا بھی ہے — آنے سے ان کے سب نے یہ جانا، خدا بھی ہے

ان ظلمتوں میں نور جو پھیلا جناب کا
شب کٹ گئی، ظہور ہُوا آفتاب کا

غُل تھا کہ اِنَّہٗ قَمَرٌ فِیْ کَمَالِہٖ — اَلشَّمس بھی تو اقْتَبَسَتْ عَنْ جَمَالِہٖ
دنیا مہک رہی ہے بطیبِ خِصَالِہٖ — آئے رسول، صَلِّ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

پتھر جہاں تھے، اب ہیں وحدت کے پھول ہیں
یہ انقلاب کیوں نہ ہو، آخر رسولؐ ہیں

دارالسلام بڑھ کے پکارا کہ السلام — جھک کر کیا فلک نے اشارہ کہ السلام
کہتا تھا مسکرا کے ستارہ کہ السلام — بولا تڑپ کے حُسنِ نظارہ کہ السلام

ایمان تھا نہ اُس کا جو خالق کے نور پر
کسریٰ کے قصر ہلنے لگے اِس ظہور پر

روح الامینؑ خادمِ دربارِ مصطفیٰؐ — دین و یقین، ناظمِ سرکارِ مصطفیٰؐ
مطلوبِ مُوسیٰ بھی طلبگارِ مصطفیٰؐ — رویت ہے کردگار کی، دیدارِ مصطفیٰؐ

جز وحدت، ان کی ذات میں وصف الٰہ نہیں
یہ مظہرِ خدا تو ہیں، ماما حسد انہیں

شاعر: ابنِ محمد نسیم امروہوی

قبۂ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تحریر: علامہ ضیاء القادری

کفر و الحاد کی تاریکیاں دور کرنے والا، شرک و بُت پرستی کی ظلمتیں مٹانے والا، فضائے عالم کو وحدت کدہ بنانے کے لیے آنے والا ہے۔ دنیا جہان میں ملل و مذاہب باطل پرستیوں کا گہوارہ بن چکے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے پرستار ابن مریم کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو دوسری قوم حضرت عُزیر کو ابن اللہ پکارتی ہے۔ حضرت کلیمؑ کی تعلیم یہود سے سلب ہو چکی ہے۔

مگر سرا پردۂ قُدس ہزاروں تجلیات کا ایک روشن فانوس معمورۂ عالم میں جلوہ آرا ہونے والا ہے۔ کلیسا نشین راہب انجیل کی ورق گردانی کر کے پیغمبر آخر الزمانؐ کی بشارت دیتے ہیں۔ صحیفۂ توریت کی پیشین گوئیاں سلطان الرسلؐ کی آمد آمد کا غلغلہ بلند کرتی ہیں۔ منجمانِ عرب مبارک ساعتوں کا شمار کرنے میں مصروف ہیں۔

وہب بن عبد مناف کے دولتکدہ پر مجلسِ عقد آراستہ ہے، ایک ہی جلسہ میں دو باپ بیٹوں کا نکاح دو نامور خاتونوں کے ساتھ ہوتا ہے، ہالہ بنت وہب کی شادی حضرت عبد المطلبؓ کے ساتھ، حضرت آمنہؓ خاتون کی شادی حضرت عبد اللہؓ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مبارک ساعتوں، سعید گھڑیوں کا ہجوم ایک بشارتِ کبریٰ کے استقرار کا سبب بنتا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ گھر سے بغرضِ تجارت شام کا سفر کرتے ہیں لیکن ان کا یہ سفر سفرِ آخری ہوتا ہے۔ واپسی میں مدینہ آکر بیمار ہو جاتے ہیں اور داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے بنو نجار کے قبرستان میں مدفون ہوتے ہیں۔

رحمت کی سنہری بدلیاں عرشِ الٰہی سے اٹھ اٹھ کر آمنہؓ کے گھر پر نور پاشی میں

مصروف ہیں۔ خُلد کی ٹھنڈی ہوائیں مہکتے پھولوں کی پنکھیاں لے کر کسی کے بام و در کی مشّس رانی کر رہی ہیں۔ حریمِ قدس کے فرشتے "اہلاً وسہلاً مرحبا" کے نغمے گا رہے ہیں۔ قصورِ جناں کی حوریں دُزدیدہ نگاہی سے کسی کی آمد کا انتظار کر رہی ہیں۔ حجلۂ قدرت کے پردے اٹھے ہوئے ہیں۔

بہاریں گلہائے شگفتہ کے دامنوں میں اٹھلاتی مچلتی موسمِ گل کو فصلِ ربیع کا مژدہ دے رہی ہیں۔ ربیع الاوّل شریف کا چاند ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ گیارہ دن گزار کر بارھویں شبِ انوار و تجلیات کے بے شمار ساز و سامان کے ساتھ انتظارِ آمد سرکار میں گزرتی ہے۔ دو شنبہ کی صبحِ صادق کعبہ کی وادیوں میں ایک رحمت خیز منظر رونما کرتی ہے۔ قدوسیانِ ملاءِ اعلیٰ صلوٰۃ و سلام میں مصروف ہیں۔ ملائکہ عرشِ بریں حالتِ قیام میں صف بستہ نیچی نگاہیں کیے ہوئے اظہر یا سیدالمرسلین اظہر یا رحمۃ للعالمین، اظہر یا شفیع المذنبین، ادب و احترام سے پکار رہے ہیں کہ —— یکایک حریمِ قدرتِ باری کا پردہ اٹھتا ہے، مطلعِ وحدت سے آفتابِ اسلام طلوع ہوتا ہے۔ باعثِ ایجادِ دو عالم، سببِ تخلیقِ خلق، شعبِ بنی عامرہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

محیطِ عالمِ امکاں میں عام ندا ہو جاتی ہے کہ دو عالم کے تاجدار، محبوبِ کردگار، سیدالابرار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ الاطہار و بارک وسلّم پیدا ہو گئے۔

ٹھیک اُسی وقت قصرِ نوشیرواں میں زلزلہ آتا ہے، مجوسیان اختر کا قدیم آتشکدہ بجھ جاتا ہے۔ عالم کی گمنام تاریخ کا دوسرا ورق الٹتا ہے۔ اسلام کا دور شروع ہوتا ہے۔ عرب جن کی فصاحت نے تمام دنیا کی بولتی قوموں کو عجمی قرار دیا، اپنی عظیم الشان تاریخ کو مدوّن کرتے ہیں۔ اسلامی روایات کو برقرار رکھنے، شعائرِ الٰہیہ کو ابدالآباد تک محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ حرمِ الٰہی یعنی زمینِ مکّہ جس کا ذرّہ ذرّہ اسلامی تاریخ کا چمکتا آئینہ ہے، بطور یادگار دوامِ بیاں کے تمام آثار و اعلام کو وہ تعمیرات سے محدود و محفوظ کر دیتے ہیں۔ منجملہ اور امکنۂ مقدسہ کے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

جائے پیدائش کو بھی اہلِ عرب نے ایک عمارت کے تحت میں محفوظ کیا۔ یہی وہ مقام ہے جو قُبّۂ مولدُ النبی کہلاتا ہے۔ یہ مقام شعبِ بنی عامر میں واقع ہے۔ پتھر بلا راستہ ہے۔ ڈیڑھ میٹر کے قریب بلندی سنگین زینہ سے طے کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک دروازہ تک جو شمالی سمت میں کھلتا ہے، رسائی ہوتی ہے۔ پھر ایک مستطیل صحن آتا ہے جس کا طول ۱۲ میٹر (۱۳ گز) ہے، عرض ۶ میٹر (۶½ گز) کے قریب ہے۔ اس صحن کی غربی دیوار میں ایک دروازہ ہے جس کے ذریعہ قبّہ شریف میں داخلہ ہوتا ہے۔ جہاں ایک متبرک مقصورہ کے اندر سنگِ مرمر کا ایک تختہ نصب ہے جس کے وسط میں کسی قدر گہرائی ہے۔ یہی ولادت گاہِ حضور جانِ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہے۔ قبّۂ مبارک اور صحن کی اراضی تقریباً ۸۰ مربع میٹر ہے۔ ان دونوں کی صورتِ خیالی سے اُس مکان کا خاکہ دماغ میں تشکل پذیر ہوتا ہے جس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پیدا ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد چونکہ (حضرت) ابوطالب نے حضورؐ کی پرداخت فرمائی، اس لیے حضورؐ نے عقیل بن ابوطالب کو اپنی جائے پیدائش کا مکان ہبہ فرما دیا۔ یہ مکان بنو اُمیّہ کے ابتدائی عہد تک عقیل کی اولاد میں رہا۔ اس کے بعد محمد بن یوسف ثقفی نے اس کو خرید لیا اور اپنے دارالاقامہ میں جو دارابی یوسف کے نام سے مشہور ہوا، اس حصۂ مکان کو بھی شامل کر لیا۔ عرصۂ دراز تک یہی حالت رہی۔ جب خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ ملکہ خیزران حج کو آئیں تو انہوں نے دوبارہ پھر اس مکان کو خریدا اور دارابی یوسف سے اس حصّہ کو علیحدہ کر کے اپنی سابقہ اصل حالت پر تعمیر کرایا اور اس کو مسجد قرار دیا۔ اس وقت اس کی وہی حالت قائم رہی۔ آخر زمانہ نے کروٹ بدلی اور سلطنت کا دور پلٹا اور ایک اندوہگیں حادثہ ظہور پذیر ہوا کہ ایک والیِ حکومت بلادِ عرب، ظالم و بے سامان کے ہاتھوں بروز دوشنبہ عاشورۂ محرم ۱۲۱۸ھ میں قبہ مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا انہدام ہوا۔ ہنوز دراز عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے بعد جلالۃ الملک محمد علی پاشا خدیوِ مصر کی نگرانی میں پھر اس کی تعمیر ہوئی۔ آہ کہ پھر زمانہ شر و فتن سوا صدی بعد پلٹ کر اپنے مرکز پہ آیا۔ پھر وہی

فتنہ، پھر وہی شورش برپا ہوئی اور ظالم سفاک بے دینوں نے قبۂ اقدس مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہدم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ماہنامہ "اسرار تصوف" لاہور۔ نومبر ۱۹۲۵ء۔ ص ۲۹ تا ۳۲)

محمدؐ حبیبِ خدا بن کے آئے — وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے
فقط ذاتِ حق ہے پرستش کے لائق — اسی ایک کے آشنا بن کے آئے
عبادت کے آداب لائے ہزاروں — جہاں میں وہ فضلِ خدا بن کے آئے
لیے دیدہ و دل میں تنویرِ وحدت — وہ آئینۂ اتقا بن کے آئے
کنیزوں غلاموں کی زنجیر کاٹی — وہ بیواؤں کا آسرا بن کے آئے
یتیموں کا اس درجہ تھا درد دل میں — جہاں میں وہ خود بے نوا بن کے آئے
سب اوصاف روشن ہیں خیر البشرؐ کے — وہ حسنِ صداقت نما بن کے آئے
جنھیں حق نے بخشی ہے چشمِ بصیرت — وہ دیکھیں جہاں میں وہ کیا بن کے آئے

کشش ہے یہ تقریبِ یوم النبیؐ کی
جو تم شوخ صدق آشنا بن کے آئے

——— نوبت رائے شوخ

نورِ حق کا آفتاب آیا

بہارستانِ ہستی کے لیے دورِ شباب آیا — رگِ فطرت میں ریعانِ نمو کا اضطراب آیا
نظامِ آفرینش کو پیامِ انقلاب آیا — فضائے کن فکاں میں پرچمِ حق کی تاب آیا
شہنشاہِ دو عالم، مہبطِ اُمّ الکتاب آیا

وہ موجِ بے قرار اٹھی ہے طوفانِ تجلی سے — زمانہ جگمگا اٹھا ہے فیضانِ تجلی سے
شبستانِ جہاں روشن ہوا شانِ تجلی سے — ہوئی ظلمت گریزاں جوشِ طوفانِ تجلی سے
رسالت کے افق پر نورِ حق کا آفتاب آیا

شعاعِ سرمدی جس کی جبینِ پاک پر رقصاں — جمالِ ایزدی جس کے فروغِ حسن سے رخشاں
فضائے قدس کا ہر جلوہ جس کے نور پر قرباں — بساطِ خاک کا ہر ذرہ جس کا تابعِ فرماں
وہ سلطان الامم آیا وہ مختار الرقاب آیا

معارف کا خیاباں تازہ جس کی رشحہ باری سے — مکارم کا چمن شاداب جس کی آبیاری سے
شناسا جس نے عالم کو کیا توحیدِ باری سے — دلوں کی کھیتیاں سرسبز جس کے فیض جاری سے
وہ در لیے کرم آیا، وہ رحمت کا سحاب آیا

زمانے کو یہ باطن مگر اپنا تو ایماں ہے — کہ اس کی شانِ عالی ماورائے فہمِ انساں ہے
ملک بھی اس عروجِ قدر پر ششدر ہے حیراں ہے — درِ دولت سرا کی گو ابھی زنجیر جنباں ہے
مگر وہ جا کے بزمِ لامکاں میں باریاب آیا

——— اقبال سہیل اعظم گڑھی

میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

چھایا ہے ابرِ رحمت اُمڈی ہوئی گھٹا ہے — ماحول خوشنما ہے
اے ساکنانِ عالم مژدہ یہ جانفزا ہے — "میلادِ مصطفیٰ ہے"
تسبیح خواں ہے شبنم، ہر پھول باوضو ہے — اک سیلِ رنگ و بو ہے
نغمہ سرائے مدحت ہر موجۂ صبا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
والّیل کی وضاحت ہیں مشکبو ہوائیں — مہکی ہوئی فضائیں
ہر چار سو اُجالا تشریحِ والضحیٰ ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
ٹوٹا ہے آج قصرِ نوشیراں کا کنگرہ — طاری ہوا ہے لرزہ
آتشکدہ جو روشن تھا، آج بجھ گیا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
گونجے ہیں کاخ و کو میں صلوٰۃ کے ترانے — آئے ہیں سمے سہانے
جلوہ طرازِ عالم وہ جانِ مدعا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
اب مٹ گیا ہے کفر و الحاد کا اندھیرا — پیدا ہوا سویرا
"بشریٰ لکم" طلوعِ خورشیدِ حق نما ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
وہ امن و آشتی کا پیغام لے کے آیا — اسلام لے کے آیا
اسلام ہی ہمارے ہر درد کی دوا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
بعد از خدا ہے برتر، برتر مقام اس کا — پاکیزہ نام اس کا
تسکینِ جاں کا باعث ہے رُوح کی غذا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے
کوئی اس کی عظمتوں سے ہے آشنا تو رب ہے — وہ لائقِ ادب ہے
مخدوم کے قلم کا سجدے میں سر جھکا ہے — میلادِ مصطفیٰ ہے

منظور الحق مخدوم (حافظ آباد)

میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مبارک ہو جنابِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے — زمیں پر سربراہِ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہوگی مژدۂ اتمامِ نعمت سے — سریر آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہلِ عالم کو — رسولِ ہاشمی سے خوشنوا کی آمد آمد ہے
خدائے پاک نے فریاد سن لی غم نصیبوں کی — جہاں میں حضرتِ خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے
وہ جن پر شاق گزریں گی لکا لیف اہلِ ایماں کی — انھی میں سے انھی کے پیشوا کی آمد آمد ہے

دیارِ دل کو خوشبوئے عقیدت سے بسا لیجے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں — ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے — وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لے آئے ہیں
خبر دیتے چلے آئے ہیں جن کی انبیا سارے — ابد تک کے وہی پیغمبر تشریف لے آئے ہیں
جو محبوبِ خدا ہیں، باعثِ تخلیقِ عالم بھی — زہے قسمت بنو ہاشم کے گھر تشریف لے آئے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی — زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں

وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر
وہ آتے ہیں جو ہیں دونوں جہاں کے پیشوا و سرور

پروفیسر حفیظ تائب (لاہور)

ساعتِ میلاد

آگئے جن کا نہیں ہے کوئی ہمسر وہ رسولؐ — جن کو کہیے نورِ حق، محبوبِ داور وہ رسولؐ
جو ہیں عالم بھر میں ہر بہتر سے بہتر وہ رسولؐ — جو شفیعِ عاصیاں ہیں وہ پیمبر وہ رسولؐ

نعرۂ صلوات سے اُمّ القریٰ آباد ہے
ہیں فضائیں نور افزا، ساعتِ میلاد ہے

آفتابِ رُشد چمکا، تیرگی چھٹنے لگی — خوفِ ظلم و ظلمتِ ذلت کی شب کٹنے لگی
ہر رکاوٹ راستی کی راہ سے ہٹنے لگی — گھٹتی گھٹتی تیرگی اذہان سے گھٹنے لگی

راہ سے بھٹکے ہوئے سنبھلے کہ رہبر آگئے
رہنمائے دین و دنیا، سب کے سرور آگئے

آگئے! جن کی نظارے جستجو کرتے رہے — جن کے بارے میں ستارے گفتگو کرتے رہے
جن کی خاطر پھول شبنم سے وضو کرتے رہے — انبیاء بھی جس نبیؐ کی آرزو کرتے رہے

ہر خوشی لکھی گئی، ہر بہتری لکھی گئی
آپؐ آئے تیرگی پر روشنی لکھی گئی

چار سُو پھیلا گئی یہ خوش خبر بادِ نسیم — دارِ عبدالمطلبؓ میں آگئے دُرِّ یتیم
نوعِ انساں پر خدا نے کر دیا لطفِ عمیم — آگئے، ہے جن کی آمد، ایک احسانِ عظیم

جن کے ہاتھوں جس کو جو درکار تھا بانٹا گیا
شش جہت میں صدقۂ خیر الوریٰ بانٹا گیا

محمد حنیف نازش قادری (کاموکے)

صبحِ میلاد

دورِ خزاں اب ختم ہوا ہے نغمہ سرا ہے بلبلِ شیدا
بادِ بہاری کھیل رہی ہے، ہر گل ہے مخمورِ تمنا
گل متبسم، کیف ہوا میں، کیفِ طرب سے رنگ فضا میں
نکہتِ گل سے موجِ صبا میں، عالمِ مستی، نشۂ صہبا
غنچوں پر اک شانِ تبسم، مطربِ دلکش صرفِ ترنم
صوتِ عنادل مستِ ترنم، دیدۂ نرگس محوِ تماشا
گلشن رنگیں، کیف بداماں، صبحِ بہاری عنبر افشاں
رشکِ زمیں ہے روضۂ رضواں، خلدِ بریں یا جنتِ ماویٰ
وردِ ملائک نام ہے کس کا، کس کی ہے یہ صبحِ ولادت
چھایا ہے کیوں یہ نور کا عالم تحتِ ثریٰ سے تا بہ ثریا
خلقِ کریم و لطفِ عمیم، ابرِ مطیر و آیۂ رحمت
کون ہے وہ سرمایۂ عظمت، روحِ خلیلؑ و جانِ مسیحا
تیرگیِ غم دور ہوئی ہے، ظلمتِ شب کافور ہوئی ہے
جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا
فخرِ رسل وہ زینتِ عالم، نام ہے جن کا احمدِ اکرم
فیضِ سراپا، لطفِ مجسم، جن کے ہیں اسماء الحسنیٰ
سورۂ شمس ہے عارضِ انور اور واللیل ہیں گیسوئے مشکیں
سیدِ اُمّی، خواجۂ عالم، جلوہ طرازِ عرشِ معلّیٰ
عقلِ مکرم، رحمِ مجسم، احسنِ خلقت، ظلِّ الٰہی
جسمِ مطہر نور کا پیکر، صبحِ ہدایت، قلبِ مصفا

سید فیضی جالندھری

محمدؐ رہبرِ دنیا و دیں تشریف لے آئے — وہ فخرِ اوّلین و آخریں تشریف لے آئے

وہ جن کے بعد آپؐ کوئی بھی پیغمبر نہ آئے گا — وہ ختم الانبیا والمرسلیں تشریف لے آئے

ہمیں لا تقنطوا کا مژدۂ رحمت سنانے کو — مسلمانو! شفیع المذنبیں تشریف لے آئے

زمانہ جن کو صادق اور امیں تسلیم کرتا ہے — زمانے میں وہ صادق اور امیں تشریف لے آئے

وہ ابراہیمؑ کے دل کی دعا عیسیٰؑ کی خوشخبری — وہ سب پیغمبروں میں بہتریں تشریف لے آئے

وہ جن کی شکلِ مہتاب پیشانی پہ لکھا ہے — جلی الفاظ میں "فتحِ مبیں" تشریف لے آئے

زمین و آسماں کا فاصلہ اک جست ہے جن کو — رسائی جن کی تا عرشِ بریں تشریف لے آئے

قیامت تک بنی نوعِ بشر کی رہنمائی کو — وہ عرشِ اقبال بروئے زمیں تشریف لے آئے

خدائے پاک کا کتنا کرم ہے ہم پہ اے برزمی
جہاں میں رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے

——— پروفیسر خالد بزمی (لاہور)

ظہورِ قدسیؐ

[حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اس دنیائے آب و گِل میں بھیجا گیا، جب سرکارؐ کا ظہورِ پاک ہوا ——— تو مطلعِ عالم سے صبحِ نو کی کرن پھوٹی، دھندلکوں میں لپٹی ہوئی اچھائیاں گمنام ہیولوں سے نکل کر واضح پیکروں کی صورت پانے لگیں، ظلمتوں نے راہِ فرار اختیار کی اور اجالوں نے پر پھیلانے شروع کیے، انوارِ الٰہی اقصائے عالم پر پرتو فگن ہو گئے ——— اور جنہوں نے اس نورِ ربّانی کی جلوہ طرازیوں سے اکتساب کیا، اپنی نگاہوں اور دلوں کو اس سراجِ منیر کی کرنوں سے جلا دی، وہ محسنِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی آمد کی مبارک گھڑیوں پر مسرت کے نغمے گانے پر مجبور ہیں، نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ کچھ منثور تہنیت نامے "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ——— حصہ اوّل" میں دیے جا چکے ہیں، چند مزید ہدیہ ہائے تبریک و تہنیت "حصہ دوم" میں ملاحظہ فرمائیے ——— ایڈیٹر]

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

"دائرۂ کائنات کا مرکز، مجموعۂ مخلوقات کا حرفِ اوّلین، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمانِ وجود کا نیّرِ اعظم، وہ تابان و درخشاں نورِ عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔
اس ہستیٔ مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل۔ لاثانی نے لاثانی بنایا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے، اس روحِ مصوّر، جانِ مجسّم پر بے شمار درود

جس کے وجود نے وجود بے کیف کا پتا دیا اور جس کے حسن ملیح نے محبوب حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھا۔ جو آنکھ میں نہ آسکتا تھا، وہ دل میں سمایا۔ جس کا پتا نہ تھا، وہ رہنما ہوا۔

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانۂ عدم سے قدم نکالنا بڑی پُرلطف بات ہے جس کے لیے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوقِ دیدار کے لیے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں، ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی، اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلذاذ کیا، ہوائی جہازوں کی خبریں کس شوق کے ساتھ سُنی جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالمِ ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے ــــــ تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکرِ وجود میں ظاہر ہونا اور صانعِ عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی اور کیسی دھوم دھام ہوگی۔

ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبۂ معظمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار اس غم میں خون در دل تھے۔ حرم شریف فریاد کر رہا تھا، بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی عزت و عظمت، حق کا ظہور اور خلق کی اصلاح و درستی وابستہ تھی۔ صفا و مروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادیٔ اعظم کا راستہ دیکھ رہے تھے۔ جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیحؑ و خلیلؑ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء دیتے آئے تھے۔ سرزمینِ حجاز کا ذرہ ذرہ محبوبِ حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دلِ پُرارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل ایک بحرِ جود و کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اُس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس کے ورود سے

اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس گروہِ انبیاء کی امامت فرمانے والا تھا۔ بطحیٰ کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربانی نور کی قدم بوسی کا متمنی تھا جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا۔۔۔۔

کارسازِ قدرت نے اس وجودِ اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجیب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں۔ قحط سالی رفع ہوئی، خشک اور جلیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے، سوکھے درخت پھل لائے، دُبلے جانور فربہ ہو گئے۔ عالم کا نقشہ بدل گیا، دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ نظامِ قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک سرِ الٰہی کے ظہور کا پتا دیا۔ بُت خانوں میں ہُبل جیسے بُت سرنگوں ہوئے۔ جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی۔ باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی۔ عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان زلزلے میں آ گئے۔ فلک رفعت قلعوں کی کوہ ساماں دیواریں شق ہوئیں۔ کنگرے سربسجود ہوئے۔ شیاطین کی تخت اُلٹ گئے۔ ربانی انوار خطۂ خاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آرزو مندانِ جہاں کی چشمِ تمنا وا ہوئی۔ نرگسِ منتظر کا فرش بچھا۔ رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا۔ گلستانِ تمنا میں بادِ مراد چلی۔ بامِ کعبہ پر علمِ سبز نصب ہوا۔ کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا۔ جہان، نور سے معمور ہوا۔ فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا۔ شبِ غم نے بستر اُٹھایا۔ صبحِ امید نے چہرہ دکھایا۔ ۱۲، ربیع الاوّل کو صبحِ صادق کے وقت صبحِ صدق نے طلوع فرمایا۔"

سید سلیمان ندوی

"خوشخبری ہو کہ اس ماہِ ربیع الاوّل کا چاند طلوع ہوا جو اسلام کی بہار کا مہینہ ہے۔ وہ مہینہ جس میں ہدایت کی صبح نمودار ہوئی اور نیکی کے چشمے نکلے۔ وہ مہینہ جس میں وہ شخص ظاہر ہوا جو عرب کو تاریکی سے روشنی میں، جہالت سے علم میں، وحشت سے تہذیب، کفر سے توحید، ذلت و پستی سے عزت و فضائل کی طرف لایا۔ پس اس وقت

مذہبا سب سے بڑی قوم کے نزدیک سب سے بڑا مہینہ ہے اور مذہب خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

وہ مہینہ ہے جس کے لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا مسرت، تبسم، خوشی کے ساتھ استقبال کریں کیونکہ اس مہینے میں جب کہ قریب تھا کہ اس کا چاند ماہِ کامل ہو جائے تو زمین و آسمان کا بدرِ کامل طلوع ہوا اور زمین و آسمان خدا کے نور سے چمک اُٹھے ..... ہم پر واجب ہے کہ ہم اس مہینے کے لیے خوشی کریں جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ان کی وہ روشنی چمکی جو کبھی چھپنے والی نہیں ہے جب تک آسمان و زمین ہیں۔ جس سے کفر کے بادل چھٹ گئے، شرک کی تاریکیاں مٹ گئیں، بُت پرستی معدوم ہو گئی اور زمین کے ٹیلوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

یہ وہ مہینہ ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادتِ نبوی کی یادگار اور مجالسِ میلاد کا زمانہ بنایا۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی

"انسانیت ایک سرد لاشہ تھی جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی۔ انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اُگ آیا تھا ہر طرف جھاڑیاں تھیں جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، شکاری پرندہ اور دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا.....

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا، ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس

ہوئے۔ قدیم سیرت نگار اس کو اپنی خاص زبان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہِ ایران کے محل کے کنگرے گر پڑے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی۔ زمانہ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے، ان میں زلزلہ آیا۔ مکڑی کا ہر جالا ٹوٹا اور تنکوں کا ہر گھونسلا بکھرتا نظر آیا۔ زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہو گا۔"

قاضی عبدالدائم دائمؔ

"بہار کی ایک ایک ادا نے دلنواز پر شاعروں نے کئی کئی غزلیں کہہ ڈالیں، ادیبوں نے شہ پارے تخلیق کر ڈالے مگر افسوس کہ حسن و جمال کے خزانے لٹانے والی یہ بہار عارضی ہوتی ہے، فانی ہوتی ہے ——— خزاں کے بے رحم ہاتھ جب مصروفِ تاخت و تاراج ہوتے ہیں تو یہ سب رعنائیاں چند ہی دنوں میں دم توڑ دیتی ہیں... ... آئیے! اس بہار کی بات کریں جس کی ہر مسرت لافانی ہے، ہر خوشی لازوال ہے اور ہر فرحت جاوداں ہے۔ اس بہار کا آغاز ۲۲ اپریل ۵۷۱ء سے ہوا۔

اس بہار میں دستِ قدرت کا وہ شاہکار غنچہ چٹکا جس کی نکہت و شادابی اور رنگ روپ دیکھ کر چشمِ نظارہ بیں ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی ——— وہ گلِ رعنا کھلا جس کی خوشبوئے دلآویز سے چمنستانِ دہر کا ہر طائر مست و بے خود ہو گیا ——— وہ نسیمِ سحر چلی جس کے ہر جھونکے میں گلزاروں کی مہک رچی تھی ——— وہ صبا محوِ خرام ہوئی جس کی اٹھکیلیوں سے باغِ ابد کی ہر کلی مسکرا اُٹھی، ہر شگوفہ کھل اٹھا ——— وہ بادِ بہاری چلی جس کی راحت بخش تھپکیوں سے بیقراران عالم کو قرار آ گیا ——— وہ ابرِ نیساں برسا جس کا ہر قطرہ منت کشِ صدف ہوئے بغیر دُرِ شہوار بن گیا ——— وہ شبنم

پڑی جس کا نم گلستانِ حیات کے چپے چپے کے لیے آبِ حیات ثابت ہوا، وہ دلکش موسم شروع ہوا جس کا خوشگوار اعتدال، گرمی کی حدت سے ہانپتی اور سردی کی شدت سے کانپتی دنیا کو موسمی تغیرات سے تحفظ کی ضمانت دے گیا۔

پیر ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ تھی اور سوموار کی رات ——

اس رات کو وہ سراجِ منیر روشن ہوا جس کی ضیا پاشی کے سامنے بزمِ امکاں کی ہر روشنی ماند پڑ گئی، ہر چراغ بے نور ہو گیا —— وہ شمعِ ابد فروزاں ہوئی جس پر نثار ہونے والا ہر پروانہ ابدی حیات دوام ہو گیا —— وہ نجمِ درخشاں طلوع ہوا جسے دیکھ کر دشتِ ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو رہ منزل کا سراغ مل گیا —— وہ ماہِ تمام ضو فشاں ہوا جس کی چاندنی نے زیست کے تپتے صحرا کے اک اک مسافر کو ٹھنڈک، راحت اور سکون کی لذتوں سے سرشار کر دیا —— وہ بجلی کا کوندا لپکا جس کی لہر لہر روشن، طوفانِ نیم شب میں گھرے کارروانوں کی رہنما بن گئی —— وہ سپیدۂ سحر نمودار ہوا جس کی نمود دکھی انسانیت کو، رنج و غم اور درد و الم کی طویل رات کٹ جانے کی نوید سنا گئی —— وہ صبحِ جمیل ہویدا ہوئی جس کے اجالے سے شبستانِ ہستی کی ہولناک تاریکیاں سیماب پا ہو گئیں —— وہ مہرِ تاباں نور بار ہوا جس کی رو پہلی کرنوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشنی میں نہا گیا —— وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا —— اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی"۔

نسیم حجازی

دنیا نزع کے عالم میں تھی۔ ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے سامنے انسانی ضمیر کے بنائے حصار منہدم ہو چکے تھے۔ مظلوموں اور بے بسوں کے لیے اپنے مقدر کی تاریکیوں کے ہجوم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زبردستوں میں فریاد کی سکت نہ تھی اور بالادستوں کو یومِ حساب کا خوف نہ تھا۔ یہ دنیا ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد، قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ امن، عدل اور انصاف کے متلاشیوں

کی چیخیں گمراہی، جہالت اور استبداد کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں۔ روم و ایران کے تاجداروں کی قبائیں اپنے محکوموں کے خون میں ڈوبی ہوئی تھیں اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں سے تازہ لہو کی طلبگار رہتی تھیں۔

پھر یکایک مکہ کی برہنہ چٹانوں اور بے آب و گیاہ وادیوں پر پروردگارِ عالم کی ساری رحمتوں کے دریچے کھل گئے اور فرزندانِ آدم کی مایوس اور تھکی ہوئی نگاہیں عرب و عجم کے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آثار دیکھنے لگیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے مبارک لمحہ وہ تھا جب حضرت آمنہؓ خالقِ ارض و سما کی ساری نعمتوں اور کائنات کی تمام مسرتوں، —— اور سعادتوں کو اپنے آغوش میں دیکھ رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے مجروح اور ستم رسیدہ انسانیت کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا بیٹا ان دعاؤں کا جواب ہے جو خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھاتے وقت حضرت ابراہیمؑ کی زبان پر آئے۔ یہ وہی ہادیٔ اکبر ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے۔ یہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کے سپنوں کی تعبیر ہے جو ماضی کی ہولناک تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پکارتے تھے۔

اے زمانے کے مظلوم اور مقہور انسانو! یہ تمہارا نجات دہندہ ہے۔ قیصر و کسریٰ کے استبداد کی چکی میں پسنے والے غلامو! تمہارے آلام و مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔ جہالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے والو! یہ تمہیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔ عدل و انصاف کے متلاشیو! اس کے ہاتھ ظلم کے پرچم سرنگوں کر دیں گے۔ یتیموں، بیواؤں اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! یہ تمہارا سب سے بڑا دستگیر ہے۔"

محمد حسین آسی

"ربیع الاوّل وہ ماہِ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس

ہوئے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصۂ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں۔ ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالمِ قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیے ہیں اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی ٹھنڈی ٹھنڈی مشک بیز ہوائیں آ کر مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب و یاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں۔ رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ چمنِ دہر ہی نہیں، چمنِ انسانیت میں بھی بہار آ رہی ہے۔ صحنِ گلستان کے غنچے ہی نہیں، دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آشنا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل ہی نہیں حیات کے مرجھائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

ہاں ہاں! خود زندگی ایک وجد آور کیف میں کھوئی جا رہی ہے۔ ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جا رہا ہے، روح کو بالیدگی عطا ہو رہی ہے۔ احساسات کی جان بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محوِ ترنم ہے۔ بلاشبہ اس انقلاب آفریں بہار کی جاں نواز کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلیفِ محض اور فطرت کے ان دل نشیں نغموں کی تحسین کے لیے قلم و قرطاس کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں۔ دیدۂ دل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارشِ انوار کو دیکھا جا سکتا ہے اور گوشِ حق نیوش میں پنبۂ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغموں کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔ کیا یہ بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیر و تبدل کا نتیجہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ تو اس سیدِ مولا صفات کی ملکوتی شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے جسے بجا طور پر خلاصۂ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل و گلزار اور بہاریں قائم ہیں۔ کیا ان چمکتے ہوئے انوار کا شمس و قمر کی شعاع ریزیوں سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں! بلکہ ان کا ربط تو اس صبحِ سعید سے ہے جب خالقِ کائنات کا چمکتا ہوا آفتاب بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔ کیا فضا کے اس کیف و سرور کا ماخذ نسیم و شمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں! بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت افروز گھڑی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نے پیکرِ امن و امان بن کر سیدہ آمنہ

کی آغوشِ عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔"

مولانا غلام رسول سعیدی

"حضور آئے تو نظامِ عالم میں انقلاب آیا، دلوں کی سوچ بدلی، عمل کے اطوار بدلے۔ جن کا کردار ننگِ انسانیت تھا، ان کی پاکبازیوں پر قدسیوں کو رشک آنے لگا۔ وہ کیا آئے کہ چمنستانِ وجود میں خزاں نادیدہ بہار آ گئی، عرفان کی کلیاں چٹکیں، ایمان کے پھول مہکے، بندے کو خدا سے وہ قرب حاصل ہوا جس کا نہ تصور تھا نہ گمان۔ رحمتِ خداوندی کی ایسی بارش ہوئی کہ دنیا کے وجود کا ہر ذرہ شاداب ہو گیا۔"

حاجی فضل احمد

"عرش والے کروڑوں سال سے منتظر، فرش والے ابتدائے آدم سے چشم براہ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی انتظار میں، کہ وہ صبحِ نور کب نمودار ہو گی جب حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ اپنے ظہورِ قدسی سے زمین و فلک کی آنکھ میں جلوۂ طور کا سماں پیدا کریں گے۔ رحمتِ ازلی جوش میں آئی، مخلوق کی بے نوائی کو نوا نے بے بہا سے بدلنے کے ارادۂ ازلی کو حرکت ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کے لیے خُلّت کا خلعت پایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جس کے لیے جمالِ جہاں آرا دکھایا، حضرت موسیٰ کا شوقِ دید جس کے صحیفۂ محبت کی تمہید تھی اور حضرت عیسیٰ کا دم جس کی مسیحائی کی نوید بنا، وہی نورِ مجسم، محبوبِ دو عالم، عرش کا تارا، اللہ کا پیارا، ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن صبحِ صادق کے وقت بزم آرائے عالمِ امکان ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہدایت کا آفتاب چمکا، رحمت کا بادل برسا، آدمیت نے اپنے بھولے ہوئے سبق یاد کیے۔ ہدایت کی راہیں کھل گئیں، معرفتِ الٰہی کا دربار لگ گیا۔ محبتِ الٰہی کی

دولت لٹنے لگی۔ سارے عالم کے زیاں کار بھی جب اس بازار میں آئے تو صاحبِ اعتبار ہو گئے۔ یہ اسی نورِ مبین کی برکت ہے کہ آج بھی اس دورِ ظلمت میں ہدایت کے آفتاب کی شعاعیں گھر گھر پہنچ رہی ہیں۔ یہ اسی ظہورِ قدسی کے طفیل ہے کہ نگاہیں آج بھی آسمان کے اس پار پہنچ جاتی ہیں جبکہ عصیاں کوشی اور خدا فراموشی کے اندھیرے، دل کی آنکھوں کو اندھا کر چکے ہیں۔ حیاتِ ابدی کا متلاشی اور صراطِ مستقیم کا طالب اگر اس طوفانی دریائے ضلالت میں نجات کا کنارا چاہتا ہے تو دینِ محمدؐ رسول اللہ کے بغیر اسے کوئی کشتی سلامت مل نہیں سکتی۔"

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

"تقریباً پونے چھ سو سال گزر چکے تھے کہ کرۂ ارض سے سلسلۂ نبوت منقطع ہو چکا تھا۔ پیغمبروں کے ماننے والے ان کی تعلیمات کو فراموش کر چکے تھے۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ جب زمین سے الٰہی تعلیمات کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور صحفِ آسمانی رطب و یابس کا شکار ہو جائیں تو اخلاقیات کا بھی جنازہ اٹھ جاتا ہے، چنانچہ یہ دور اخلاقی زبوں حالی کا دور تھا۔ اعمالِ بد کے مرتکبین اپنی بدکاری پر فرحاں و نازاں تھے۔ الغرض فسق و فجور، ظلم و جور اور جہالت کی ایک ہمہ گیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت کسی ایسے اُجالے کی ضرورت تھی جس کی نورانیت سے زمین کی تاریکی روشنی میں بدلے، جس کے واسطے سے مخلوق کا خالق سے رشتہ از سرِ نو استوار ہو۔ اس وقت ضرورت تھی ایسے پیغمبرِ انقلاب کی جو زندگی کے ہر شعبے میں حیات آفریں انقلاب پیدا کر دے۔ ضرورت تھی ایک ایسے مصلح کی جو دنیائے انسانیت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہوا کہ اس دن حضرت آمنہؓ کی گود میں اس بچے کی ولادت ہوئی جو سارے جہانوں کا، اوّلین و آخرین کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا جس کی رحمۃ للعالمینی سے اپنوں اور غیروں سب نے حسبِ استعداد رحمت و برکت حاصل کی۔"

مولانا سید محمد متین ہاشمی

"ماہِ ربیع الاوّل جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، دُنیائے روحانیت کے لیے موسمِ بہار ہے۔ یہ بہار صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ پورے عالمِ کون و مکاں اور کارگہِ حیات کے لیے ہے۔ اس لیے کہ اسی ماہِ مبارک کی ۱۲ تاریخ کو جبکہ انسانیت بربریت و بہیمیت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، جبکہ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا، جب کہ شرفِ بشریت پتھروں کے خود تراشیدہ اصنام کی چوکھٹوں پر سجدہ ریز تھا، جبکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی کیفیت طاری تھی، جبکہ غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بیواؤں، غلاموں اور مجبوروں کو کوئی سہارا دینے والا نہ تھا، استحصال اور جبریت کے خلاف کوئی آواز اُٹھانے والا نہ تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو انسانیت کو اس کی عظمت سے آشنا کرتا اور کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو نوعِ آدمیت کو صراطِ مستقیم کی طرف لے جاتی۔ ذات پات کی خلیجیں انسانوں کے درمیان تفریق کا پہاڑ بن کر کھڑی تھیں۔ یونان کے فلسفے کے سوتے خشک ہو گئے تھے، مصر کے تمدن کی عمارت منہدم ہو چکی تھی، ایران کے عوام فلاکت و افلاس کی چکی میں پس رہے تھے، ہندوستان بتوں اور بت پرستوں کا مرکز بن چکا تھا، چینی حکمت دم توڑ چکی تھی، عراق میں خاک اڑ رہی تھی، سرزمینِ حجاز بانجھ بنی ہوئی تھی کہ رحمتِ خداوندی کو جوش آیا اور وہ رحمۃ للعالمین کے ابرِ کرم کی شکل اختیار کر کے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ایسا جھوم جھوم کر برسی کہ ساری کائنات سیراب و مالا مال ہو گئی۔"

بدر الفت ادری (بھارت)

"ربیع الاول ـــــ نور و نکہت کا ایک موسم جس نے چشم زدن میں نظم کے خزاں رسیدہ ماحول کو رشکِ ارم بنا دیا۔ اسی ماہِ منور کی بارھویں تاریخ کو خدا کے محبوبؐ، دو عالم کے ممدوح سرزمینِ گیتی پر آیتِ نور کی تفسیر بن کر جلوہ گر ہوئے

انسانیت کے محسن، صداقت کے پیامی، امن و اخلاق کے داعی، جود و سخا کے پیکر، عفت و حیا کے دلدادہ، حلم و مروت کے خوگر، سراپا رحمت ـــــ الغرض جملہ کمالات و حسنات سے مزین ہو کر تشریف لائے، سارے عالم کو دنیا کے تمام باطل آستانوں سے ہٹا کر صرف وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں جھکانے کے لیے

خاتم الانبیاء، خاتم الرسل بن کر ظلمت کدۂ ہستی میں
وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی

جن و ملک نے جن کی بعثت کے ترانے گائے، بحر و بر نے جن کی آمد کے گیت گائے، عرش تا فرش جن کے قدوم میمنت لزوم کے اعزاز میں بُقعۂ نور بنا۔"

محمد منشا تابش قصوری

"جن کی تشریف آوری سے قبل انسانیت اندھی تھی، اخلاق بہرا تھا اور انسانی کردار مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ دنیا کو وحشت و بربریت کے طوفانوں نے اپنی لپیٹ میں یوں دبا رکھا تھا جیسے نزع کی آخری ہچکی۔ یاس و ناامیدی کے بادل فضائے عالم پر محیط تھے۔ پھر وہ آفتاب عالم تاب طلوع ہوا جس کی تابندگی سے شب کی سیاہی نورِ سحر میں تبدیل ہو گئی، ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف اور رحم و ہمدردی نے لے لی۔ لبِ تشنگان لہو کے لبوں پر صلح و آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا۔ تلوار کے قبضے پر رکھے ہوئے ہاتھ تعلیم اخلاق کے لیے میدانِ عمل میں نکلے۔ ایک مختصر سے عرصے نے زمانے کے غبارِ وحشت کو بارانِ رحمت میں تبدیل کر دیا۔ کانٹے پھول بن گئے اور کلیاں مسکرا اٹھیں۔"

ابو النور محمد منظور احمد نوری

"یہ کون آیا جس کے آنے سے فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا ہوا، شاہانِ زمانہ لرزہ براندام ہوئے، شاہی محلات میں زلزلہ آ گیا، دنیا کا ہر بُت سرنگوں ہوا، سمندرِ ساوہ

سراب میں بدل گیا، طاغوتی طاقتوں کا شیرازہ بکھرنے لگا، ابلیس سر پیٹنے لگا، ادھر اس کے نور سے سب جہاں جگمگانے لگا، ادھر کعبۂ معظمہ پئے تعظیم ان کی طرف جھکا جانے لگا۔ آسمانی مخلوق میں ایک مسرت زا شور سا برپا ہوا۔ روح الامین اپنے علوی لشکر سمیت سلامی کے لیے آ رہا ہے، خلد کی بہار و زیبائش کو دوبالا کیا جا رہا ہے۔ حور و غلمان کو وجد آ رہا ہے، عرش بریں پر کوئی ترانہ سا گایا جا رہا ہے۔ باطل و گمراہی کی تاریکیوں پر نورِ حق چھا رہا ہے، عجیب تر یہ کہ وحوش و طیور کے سینے فرحت و سرور سے مچل رہے ہیں، انعام و بہائم کے چہرے عشق و مستی سے دمک رہے ہیں۔ آسمان جھک رہا ہے، ماہ و انجم نچھاور ہو رہے ہیں گویا کائناتِ ارضی کی رگ میں ایک نئی جان جنم لے رہی ہیں۔ ہاں ہاں!

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

قمر یزدانی

"چمن زار فصل میں بہار آتی ہے تو دلفریب رعنائیوں اور کیف زا لطافتوں، روح پرور نزہتوں اور دلکش رنگینیوں کو اپنے جلو میں لے کر ـــــ جب اس شان و وقار سے بہار کا ورود ہوتا ہے تو گلشن میں گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں، غنچے چٹکتے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں۔ عندلیب زار بہاروں کی اس بوقلمونی پر شاد ہوتی ہے اور اپنے کیف آفریں اور دلنشیں نغمات حُسنِ چمن پر نچھاور کرتی ہے۔ تمام کائنات قدرت کے ان روح پرور مظاہر اور حسنِ ازل کی دلفریبیوں کی داد دیتی ہے۔ اس کے ساتھ دلآویز بہاروں کا خالق بھی اپنی مخلوق کو مسکراتا دیکھ کر اپنے اس حسنِ تخلیق پر ناز کرتا ہے اور کائنات کے لیے رحمت و عطا کے دروازے کھول دیتا ہے۔

چنانچہ خالق کائنات کے اس نظامِ فطرت کے تحت گلستانِ ہستی پر بہار جاوداں کا ورود ہونے والا ہے، نسیمِ رحمت کی شمیم جانفزا کے دلنواز جھونکے مشامِ ہستی کو معطر کرنے والے ہیں، گویا گلستانِ حیات میں فصلِ بہاری کا اہتمام ہو چکا ہے

اور ذرہ ذرہ اس کے خیر مقدم کے لیے بیقرار ہے۔ مشاطۂ قدرت عروسِ گیتی کی تزئین میں مصروف ہے اور عروسِ کائنات کے چہرۂ گلگوں پر فرحت و انبساط کے آثار نمایاں ہیں۔ رحمتِ الٰہی کی نسیم خوشگوار رحمتوں اور لطافتوں کو اپنے جلو میں لیے دیگرارِ عرب کے خطۂ مقدس کا طواف کر رہی ہے۔ اور عالمِ لاہوت میں حوران و ملائک نغماتِ سرمدی سے کائنات کو مسحور کر رہے ہیں۔"

مولانا محمد حنیف یزدانی

"آخر وہ روزِ سعید اور مبارک گھڑی آپہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی، باغ و راغ کے اندر قافلۂ گل آپہنچا تھا۔ حدِ نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا۔ نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبد اللہؓ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہو گیا جس کی ضیا پاشیوں سے شبِ دیجور کی تاریکیاں اسی طرح کافور ہو گئیں جس طرح اس کی عملی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔"

سردار علی صابری

"یومِ میلادِ رسولؐ ——— کفر و ضلالت کی بھیانک شبِ دیجور میں سپیدۂ سحری کی پہلی نمود، وہ دن جس کی بارشِ انوار کے پہلے چھینٹے سے فارس کا ہزار سالہ آتشکدہ سرد ہو گیا، وہ دن جس کی عظمت و جلال سے ایوانِ کسریٰ متزلزل ہو گیا، وہ دن جس کی برکت سے فرشتوں نے انسان کی چوکھٹ پر جبیں سائی کی، وہ دن جس کی سعادت سے اللہ کا عرش بندے کا فرش بنا۔

یومِ میلادِ رسولؐ ——— لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کا ماحصل، تخلیقِ کائنات کا سبب، ہبوطِ آدمؑ کا راز، بشریت کی تاریخ کے اہم ترین باب کا وہ مقدس عنوان جس کی عظمتوں کو شامِ ابد بھی اپنے دامن میں نہ چھپا سکے گی۔

آج وہ پیدا ہوا جس کے اعجازِ مسیحائی سے مرضِ عصیاں کے بیماروں کو شفا نصیب ہوئی۔ آج وہ پیدا ہوا جس کے جود و کرم کے چھینٹوں سے تہی دستانِ قسمت کی کشتِ مراد سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ آج وہ پیدا ہوا جس کی گردنِ مبارک کی ایک ہلکی سی جنبش پر قبلہ کی سمت بدل گئی۔

آج حضورؐ کا یومِ میلاد ہے۔ شاہانِ کجکلاہ کی سرافگندگی کا دن۔ بے نواؤں کی سرفرازی کا دن۔ انسانی مساوات کے قیام کا دن۔"

راجا رشید محمود

"انسانیت کی نیا قلزمِ عصیان و کفر کے ہچکولوں کے حوالے تھی کہ محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا نے اس کی ناخدائی کا بیڑہ اٹھایا۔ دنیا غلبۂ نفس کا شکار تھی، زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے۔ خالق و مالکِ خدائے لم یزل کے بجائے بے جان بتوں کو معبود بنا لیا تھا، خواہشوں کو پوجا جاتا تھا۔ عالمِ انسانیت وحشت و بربریت کا مرقع بن چکا تھا۔ حقوق العباد غصب کرنا "عظمتِ کردار" کی دلیل بن گیا تھا۔ جہالت کی تاریکیاں اذہان و قلب پر چھا چکی تھیں۔ صداقت و ہدایت کے چشمے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھے ——— ایسے میں خدائے وحدہٗ لاشریک نے ایک بے مثال ہستی کو دنیائے آب و گل میں بھیجا۔ وہ ہستی جسے اس نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا، جس کے لیے سب کچھ تخلیق کیا گیا۔ اگر سرکارؐ نہ ہوتے تو فرد کی تخلیق نہ ہوتی، معاشرہ نہ بنتا، ملک وجود میں نہ آتے، زمین و آسمان کا تصور معدوم ہوتا، کائنات معرضِ وجود میں نہ آتی، اونٹ کی خلقت اور آسمان کی رفعت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا، پہاڑ کیسے نصب ہوتے اور زمین کس طرح مسطوح ہوتی۔ خدا کا نام لیوا کون ہوتا، اس کی تسبیح و تحمید کون کرتا۔ یہ سب کچھ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض سے ہے، ان کے وسیلے اور واسطے سے ہے۔ فخرِ موجودات سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نہ ہوتے تو ربِ کریم اپنی الوہیت کو ظاہر نہ کرتا، کائنات کو

پیدا نہ کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدس رحمت کی وہ گھٹا ہے جو خشک اور بنجر ریگستانوں پر برسی تو کلفت وضلالت کے گرد و باد ختم ہو گئے، بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی، ظلم و استبداد کی حدت کی مہر و محبت کی خنکی میں تبدیل ہو گئی اور بداخلاقی و بے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمۃ للعالمین کی بارانِ فیضان و کرم سے انسانیت کو کفر کے تپ سے نجات مل گئی، خیر و برکت کے سبزہ و گل کی افزائش ہوئی اور ظلم و عدوان کے بے برگ و بار ماحول میں لالہ و نسترن کھل گئے۔"

دردؔ کاکوروی

"بہار کا موسم ہے، نہ سردی کی شدت، نہ گرمی کی تیزی، خشک زمین کو بارانِ رحمت نے سیراب کر دیا ہے، بلبل چہچہا رہی ہے، غنچے مسکرا رہے ہیں۔ کلیاں چٹک چٹک کر باصفور کہہ رہی ہیں۔ پھول مہک مہک کر دماغ کو معطر کر رہے ہیں۔ چمن میں کیوڑہ اور گلاب کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ قبل اس کے کہ سحر ہو، شبنم نے پھولوں کی پنکھڑیوں پر ننھے ننھے خوبصورت موتی جڑ دیے ہیں، سارا گلشن خوشبو سے مہک رہا ہے۔ ڈالیاں وجد کر رہی ہیں۔ رات کی سیاہی دور ہو چلی۔ مغرب کا شاہسوار روشنی کی فوجیں ساتھ لے کر آنے والا ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم چل رہی ہے، ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے۔ صحرائے آسمان سے، بلبل کے چہچہانے سے، غنچوں کے مسکرانے سے غرض ہر طرف سے یہ صدا آ رہی ہے کہ آج نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے۔"

مراجع :

تبرکات صدر الافاضل — مرتبہ غلام معین الدین نعیمی
کاروانِ مدینہ — از مولانا ابو الحسن علی ندوی
صبح میلاد — عید النبی کوکب و محمد حسین آسی
مقالاتِ سعیدی — مولانا غلام رسول سعیدی

سیرتِ رسولؐ — ساجد الرحمٰن
محمد رسول اللہ — مولانا محمد حنیف یزدانی
میرے سرکارؐ — راجا رشید محمود
میلادِ رسول عربیؐ — نذر علی دردؔ
"الاصلاح" لاہور۔ میلاد النبیؐ ایڈیشن ۷۔ جون ۱۹۶۸
"المجامعہ" جامعہ محمدی شریف (جھنگ) اپریل ۱۹۷۳
"شام و سحر" لاہور۔ عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۸ء
"نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء
"نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۴۰۱ھ
"سلسبیل" لاہور۔ سیرتِ مصطفیٰؐ نمبر ۱۹۸۱ء
"شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱ء
"شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۲ء
"جامِ عرفاں" ہری پور ہزارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء

انسان کے خاکی پیکر میں اب شافعِ محشرؐ آتے ہیں
جو دو نو جہاں کے مالک ہیں، وہ بھیس بدل کر آتے ہیں
آمد ہے اب ان کی عالم میں، جن سے ہے وجودِ ارض و سما
اب ختم ہے سب کی راہبری، کونین کے رہبر آتے ہیں
آنکھیں تو بچھا ہی رکھی ہیں، خاکسترِ دل کا فرش کرو
ہے عرش بھی جن کے زیرِ قدم، وہ فرشِ زمیں پر آتے ہیں

نجم آفندی

آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

...لشن دہر میں تازگی آگئی   چاند تاروں میں بھی دلکشی آگئی
...لمتیں چھٹ گئیں، روشنی آگئی   نورِ حق آگیا، آگہی آگئی
آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

...ہریت کے زمانے گزرنے لگے   کفر و الحاد بے موت مرنے لگے
...ت و عُزّیٰ کے عفریت ڈرنے لگے   بُت کدوں میں سراسیمگی آگئی
آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

...م صہبائے وحدت چھلکنے لگا   علم و عرفاں کا سورج چمکنے لگا
...وشِ رحمت سے آنچل ڈھلکنے لگا   نقطۂ اوج پر بندگی آگئی
آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

...لقۂ زندگی میں پروئی ہوئی   دامنِ بندگی میں سموئی ہوئی
...لبِ محبوبیت میں ڈبوئی ہوئی   کتنے رنگوں میں یادِ نبی آگئی
آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

...حسن کو ازل کا بنایا گیا   بزمِ گیتی کو جس سے سجایا گیا
...جس کا ہر اک شے میں پایا گیا   بدرِ رحمت کی وہ چاندنی آگئی
آپ کیا آگئے، زندگی آگئی

بدر ساگری (حیدرآباد)

دُنیا کے نجات دہندہ کا یوم میلاد

تحریر: مرزا سلطان احمد

ہر ہستی جو دنیا میں مراحلِ زندگی طے کرنے کے واسطے اپنے وقت پر آتی ہے، اس کی خصوصیات جداگانہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ بعض ہستیوں کی خصوصیات میں گونہ اشتراک بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ امتیاز رکھتی ہیں خصوصاً دنیا کی وہ نامور اور ممتاز ہستیاں جو تمام دیگر ہستیوں کے مقابلے میں بعثت پذیر ہوتی ہیں۔ دنیا میں انسانی شخصیتیں اور انسانی ہستیاں اپنی اپنی زندگیاں مختلف رنگ کی رکھتی ہیں۔ ذرا غور سے دیکھیے گے تو ان ممتاز ہستیوں کی خصوصیات میں بیّن فرق ہوتا ہے۔ ان کی آمد اور ان کی ادائیگی، ان کی زندگی اور ان کی موت دونوں بوجوہ ممتاز ہوتی ہیں۔ ایسی زندگیاں خود ہی اعلان کرتی ہیں کہ ان کی آمد اور بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ یہ میلاد شریف یا تذکرۂ میلاد کس ہستی کا ہے یا کون سی ہستی اس سے وابستہ ہے وہ اعلیٰ اور مقدس ہستی جس کی شان میں قرآن مجید یوں اعلان اور منادی کرتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ قدرت کی جانب سے یہ وہ اعلان اور یہ وہ صدا تھی جو جو ہر رنگ میں صداقت اور وجاہت رکھتی ہے، جو ہر پہلو سے صادق اُتری اور صادق اُترتی ہے۔ اس صدا کی ابتدا ان مرسلوں اور نبیوں سے ہوتی رہی جو اس وجیہ رسول سے پہلے گزر چکے تھے، حضرت موسیٰؑ نے اپنے رنگ میں اور عیسیٰؑ نے اپنے رنگ میں، یوشعؑ نے اپنے رنگ میں اور سلیمانؑ اور داؤدؑ نے اپنے رنگ میں صدیوں پہلے صدا دی۔ عرب کا خاص اور صاف طور پہ نام لیا گیا۔ یہ پیشین گوئیاں پورے زور سے نہیں اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور وہ ہستی مقدس دنیا

کے حصۂ عرب میں مبعوث ہوئی جس کی مدتوں سے منادی ہو رہی تھی اور اس خطۂ دنیا میں اس کی بعثت ہوئی جو مدتوں سے فسق و فجور اور بت پرستی میں مستغرق تھا۔ اس وقت دنیا میں یہ تقدس مآب ہستی ظہور پذیر ہوئی جب خدا کی خدائی میں خدا کی عظمت تقدس اور وحدت سے لوگ قریباً لاعلم اور بے خبر ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں یہ مبارک ہستی ہستی پذیر ہوئی جس زمانے میں واقعی اس کی ضرورت تھی جس دور میں دنیا کے چاروں کونے اس کے انتظار میں تھے۔ اس واسطے ان کی شان میں کہا گیا کہ وہ ساری مخلوق اور سب عوالم کے واسطے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔

جو لوگ اس مقدس ہستی کے علم کے تحت آتے، وہ بھی اور جو نہ آتے، وہ بھی اپنے اپنے رنگ میں اس سے مستفید ہوئے اور روز بروز ہوتے جاتے ہیں۔

اگر یہ وجاہت اور یہ وسعت رحمت نہ ہوتی تو عالمین نہ کہا جاتا، صرف عرب یا کسی دوسرے ملک یا کسی دوسری قوم کا نام لینا ہی کافی تھا۔ چونکہ درحقیقت اس کی ذات تقدس مآب ساری نسلوں اور ساری دنیاؤں کے واسطے ہی رحمت تھی، اس لیے صاف طور پر کہا گیا کہ ہم نے یہ رسول نہیں مبعوث کیا، نہیں بھیجا مگر ساری نسلوں اور دنیا اور سارے عوالم کے واسطے ایک رحمت ہو، وہ دنیا کے مرسلوں اور نبیوں میں سے کون سا نبی ہے جو یہ شان رکھتا ہے اور جس کی شان میں یوں کہا گیا ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

بہترین ہستیاں اور مقدس زندگیاں اس کے انتظار میں گزر گئیں، بہتیرے لوگ اس خواہش میں رہے کہ ان کے زمانے میں اس کا ظہور ہو۔ پہلی کتابوں میں کھلے طور پر اس کا ذکر کیا گیا، ہر مقدس رسولؑ اس کی بابت اپنی امت کو یاد دلاتا رہا۔ آسمان اور آسمان کے چاند ستارے اور آفتاب کو مبارک باد دے چکا تھا کہ اس کی وجہ سے زمین مبارک ہوگی۔ چنانچہ جس کا انتظار تھا، وہ آ گیا۔ اور مبارک دینے والوں نے یہ خوشی پا کر دل سے کہا کہ "مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو"۔ تشنہ ذہن روحوں نے یہ آواز سن کر سجدہ کیا اور زمین پر جھک گئیں۔ دنیا کے بت خانوں اور اصنام

میں شور توحید مچ گیا۔ کعبہ اور عرب کے بت اوندھے منہ گر گئے۔ لات و عزّیٰ کی ہستیاں ہمیشہ کے واسطے ایک بدنامی کے ساتھ رخصت ہوئیں۔ نعرۂ اللہ اکبر کا عرب میں ہی نہیں، دنیا بھر میں غلغلہ مچ گیا۔ ہر کونے میں ایک عظمت اور وجاہت کے ساتھ دنیا میں منادی ہونے لگی۔ اللہ اکبر کے نعروں سے زمین گونج اٹھی۔ توحید جو قریباً مر چکی تھی۔ خدائی برکات کے ساتھ پھر زندہ ہوئی۔ انسان جاننے لگے کہ ہم صرف ایک ہی کے سامنے جھک سکتے ہیں، ایک ہی ذات اب پرستش کے قابل ہے۔ ایک ہی کی بدولت یہ ساری کائنات ہے۔ صدیوں کے بعد یہ نعرہ لگایا گیا اور رسولوں کے بعد یہ منادی سننے میں آئی۔ ذَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

شروع شروع میں اگرچہ بعض گروہان عرب اور دیگر دنیا نے خوشی سے اس کا خیر مقدم نہ کیا مگر بعد کو ان پر بھی کھل گیا کہ ایسی مقدس ہستی کی زمانے اور دنیا کو واقعی ضرورت تھی۔ کوئی آدمی اس جامعیت اور اس وسعت رحمت کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا جیسے ہمارے رسول مقبولؐ ہوئے۔ کتاب وہ پائی جو جامع الکتاب ہے جس کی نسبت خود اس کتاب میں کہا گیا کہ ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ رسالت کی وہ شان کہ خاتم الانبیاء سے پہلے سب انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے حیطۂ نبوت میں مختلف اقوام کے دائرہ میں ہی متعین اور محدود رہے اور ہمارے رسولؐ کے ہاتھ میں دنیا کی کل نسلیں اور اقوام دی گئیں۔ یہ سہرا سب میں سے اس تقدس مآب نبیؐ کے سر بندھا، یہ اعزاز انھی کے حصے میں آیا۔ آخر رسولوں اور نبیوں کی پیشین گوئیاں صادق اتریں اور عرب کے خطے میں جو ہر طرح سے دنیا کے دوسرے حصوں کے مقابلے میں پست اور بدنام تھا۔ یہ مقدس ہستی بعثت پذیر ہوئی۔ جن کی بعثت سے تاریک قوم روشنی میں آ گئی، جن کی بدولت عرب کا ستارہ چمکا۔

یہ میلاد شریف نہ صرف اپنے گھرانے اور دوسرے عرب خاندانوں کے مقابلے میں رحمت ثابت ہوا بلکہ ساری دنیا اور ساری نسلوں کے مقابلے میں اس کی تکریم کا کام کر گئی۔ جس طرح ساری نسلیں اور ساری قومیں اس کے حصۂ تبلیغ میں رکھ

دی گئیں، اس طرح اس کی اپنی زندگی بھی ہر شعبے میں دینی اور دنیا والوں کے واسطے ایک عملی نمونہ تھا۔ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر رنگ میں رسالت کے فیوض اور برکات نبوت رکھتے تھے۔ یہ یتیم ہستی یتیم ہو کر بھی اس قدر امین اور بارعب اور باسیرت حسنہ تھی کہ کوئی دوسرا اس کا ہمسر ہو سکتا نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ جلالی رنگ رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ جمالی ــــــ مگر ہمارے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دونوں رنگ رکھتے تھے۔ دیکھو کہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں گوسالہ پرستوں کی کیا کچھ کیفیت تھی اور حضرت مسیحؑ کے تلامیذ اور حواری کیا کچھ نمونہ رکھتے تھے ــــــ کیا ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ میں سے بھی کوئی اس قسم کا صحابی تھا ــــــ؟

مانا کہ بہت سے عربوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مقابلہ کیا اور تکلیفیں بھی دیں، مگر جن لوگوں نے صدق دل سے اعتراف کیا، ان میں سے ایک ہستی بھی ایسی نہیں نکلے گی جو درحقیقت ایمان لا کر پھر روگرداں ہوئی ہو۔ جو استقامت اور صداقت صحابہ رسولؐ میں تھی، وہ اپنے مقابلے میں کوئی دوسری ہستی ہی نہیں رکھتی۔ ان کے دل و دماغ اسوۂ حسنۂ رسولؐ سے متاثر تھے۔

یادِ میلاد کیا ہے؟ ــــــ دنیا پر یہ بات پھر ظاہر کرنا کہ دنیا کا نجات دہندہ، دنیا کو اعلیٰ درجوں پر لانے والا، دنیا میں توحید کا ڈنکا بجانے والا ــــــ اس دن پیدا ہوا جس دن توحید کا جھنڈا بلند ہوا اور انسان پرستی کی بنیادیں ہل گئیں۔

مسلمانو! میلاد شریف میں کہو ــــــ "خداوندِ کریم ہمیں شارعِ عام توحید پر چلائے ــــــ مساوات و حریت کا دلدادہ بنائے" ــــــ "ہم انسانی عظمت اور انسانی وجاہت کے دلدادہ ہوں" ــــــ "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے غیرت ہمارے دلوں اور دماغوں میں اخیر تک ساری رہے" آمین۔

ماہنامہ "تصوف" لاہور۔ نومبر ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۲ ــ ۱۹

ظہورِ جمالِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اصلابِ طیبہ سے یونہی نورِ مصطفیٰؐ ارحامِ طاہرہ کی طرف منتقل رہا
جب آمنہؓ کے بطنِ مبارک میں پا لی جا وقت آ گیا ظہورِ جمالِ جنابؐ کا

خوش تھے ملک، زمانۂ عیش و نشاط تھا
ارواحِ انبیاءؑ کو عجب انبساط تھا

اے دینِ حق، جہاں کو مبارک تراواج اے صدقِ معرفت ہوئی اب تیری افتتاج
اے نورِ حق چمکتا ہے تیرا ستارہ آج اے جہل، عارضہ کا ترے اب ہوا علاج

ٹھوکر سے پائے صدق کے اے لات چور ہو
بل کی نہ اے ہبل سے کہو، جلد دور ہو

اے قدسیو! بہ صدق پڑھو آکے اب درود اے ساکنانِ یثرب و بطحا کرو سجود
اے جذبِ شوقِ دوست مبارک تجھے صعود واجب ہے آبرو تری اے ممکن الوجود

قبل اس کے اے جہاں تری ہستی ہی کچھ نہ تھی
اے عالمِ شہود، یہ بستی ہی کچھ نہ تھی

اے دینِ حق، نشان ظفر اب زمیں پہ گاڑ اے کفر و معصیت تری بستی ہوئی اجاڑ
افزوں ہے آج طور سے مکہ کا ہر پہاڑ اے حور اپنے بالوں سے کوہِ حرا کو جھاڑ

کعبہ سے کہہ دو، دل سے کدورت کو صاف کر
جلد آ کے آمنہؓ کے مکاں کا طواف کر

لو عبدِ مطلبؓ تمہیں پیارا پسر ملا — لو آمنہؓ نہالِ شرف کا ثمر ملا
حمزہؓ کہاں ہو بحرِ عطا کا گہر ملا — بوطالب آؤ عرشِ خدا کا قمر ملا

پلو جو قریش خانۂ عبدِ مناف کو
خود عرشِ پاک آئے گا اس کے طواف کو

ماہِ اوّلِ ربیع اس آمد پہ ہیں نثار — اُس کبریا کی دولتِ سرمد پہ ہیں نثار
الطاف و فیض و رحمتِ بے حد پہ ہیں نثار — دی نعمتِ بہشت، محمدؐ پہ ہیں نثار

دوزخ کا اب نہ خوف، نہ دھڑکے عذاب کے
توحید خود بتائے گی رستے صواب کے

تا عرش ہے ولادتِ مولا کی دھوم دھام — ہے قدسیوں کا خانۂ ہاشم میں ازدحام
معمور ملائکہ سے ہے بیتِ خدا تمام — خالی نہیں ہے رحمتِ حق سے کوئی مقام

محبوبِ حق عدم سے ہیں تشریف لانے کو
آج آپ سرفراز کریں گے زمانے کو

حاضر ہیں در پہ دیر سے موسیٰؑ لیے عصا — عیسیٰؑ جو دم بخود ہیں ادب کا ہے اقتضا
کیوں شکر کریں خلیلؑ نہ شکرانۂ خدا — دادا کا بھی بڑھا دیا پوتے نے مرتبہ

یعقوبؑ خوش ہیں نوحؑ کا دل بھی نہال ہے
یحییٰؑ کا رنگ فرطِ مسرت سے لال ہے

اس آفتابِ دیں کا یکایک ہوا ورود — کعبہ میں سارے بت ہوئے خم پئے سجود
حجرے سے اصلِ نور کی جس دم ہوئی نمود — پہنچا زمیں سے عرش تک آوازۂ درود

خم ہو گیا ہے عرش بھی تسلیم کے لیے
تم بھی اٹھو حضورؐ کی تعظیم کے لیے

— شاد عظیم آبادی

یہ روز، روزِ عید ہے

کچھ اور ہی ہیں رونقیں فضائے کائنات پر — نیا ہی رنگ روپ ہے تجلیاتِ ذات پر
ہوا ہے کون جلوہ گر یہ منظرِ حیات پر — کہ غالب آگیا بشر تمام ممکنات پر

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدؐ

تبارک الذی عجب یہ ساعتِ سعید ہے — یہ شب، شبِ برات ہے یہ روز روزِ عید ہے
وہ آگیا ہے جس کی دید آبروئے دید ہے — حیات کی نوید ہے، نجات کی کلید ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدؐ

پھر ایک بار جوش پر مئے خمِ الست ہے — مکین بھی آج مست ہے مکاں بھی آج مست ہے
حریمِ نازِ حسن میں عجیب بندوبست ہے — بشر ہے اس مقام پر کہ جس سے عرش پست ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدؐ

خدا کی رحمتوں کا آج اس قدر وفور ہے — جدھر نظر اٹھائیے سرور ہی سرور ہے
عرب کی سرزمیں کا ذرہ ذرہ کوہِ طور ہے — فضائے شرق و غرب پر محیط ابرِ نور ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدؐ

وہ آگیا جو رونقِ طلسمِ ہست و بود ہے — جو منتہائے کُن فکاں جو مقصدِ شہود ہے
وہ جس کا عتبۂ شرف مقامِ صد سجود ہے — جو مرجعِ سلام ہے جو مہبطِ درود ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدؐ

حکیم احمد شجاع ساحر

نقوش لاہور، رسول نمبر، جلد دہم، ص ۵۵۸

انسانِ کامل آگیا ﷺ

گلستانِ عرب میں عام ہے جلووں کی تابانی
تعالی اللہ یہ رنگیں سماں یہ بزمِ نورانی

لبِ ہر گل پہ ہیں "اسلام زندہ باد" کے نعرے
چٹکی شاخوں پہ چڑیاں گا رہی ہیں حمدِ ربانی

ہوا میں نعرۂ صلِ علیٰ کا شور ہے ہر سُو
فضا میں نقرئی کرنیں ہیں سرگرمِ غزلخوانی

کہیں فرطِ طرب میں آبِ زمزم سے وضو کر کے
حجر محوِ تلاوت ہیں شجر مستِ ثنا خوانی

بہاروں پر ہے کچھ اس شان سے عرفات کا میداں
کہ قرباں حسن کے ہر انداز پہ فردوسِ کنعانی

حرم کے دامن کی وادیوں کا آج کیا کہنا
کہ پیہم نور کی بارش میں گم ہے عالمِ فانی

صدا اللہ اکبر کی چلی آتی ہے رہ رہ کر
احد کی وسعتوں میں گم ہے تکبیرِ جہانبانی

عجب اک کیف سا طاری ہے قلبِ حور و غلماں پر
ملائک وجد میں ہیں رقص میں ہے نوعِ انسانی

وہ رحمت کی کرن پھوٹی وہ برسا نورِ رحمانی
وہ ابھرا مطلعِ فاراں سے روشن مہرِ یزدانی

گرے طاقوں سے بت ایوانِ کسریٰ تھر تھرا اٹھا
جہاں سے اٹھ گئی یہ خوئے نفرت یہ رسمِ شیطانی

جنابِ ابنِ مریمؑ کی بشارت ہو گئی پوری
خلیلِ باصفا کی رنگ لائی آج قربانی

مبارک! پرچمِ انسانیت عالم پہ لہرایا
بشر کے روپ میں ظاہر ہوا وہ ظلِ سبحانی

وہ جس کی ذاتِ اقدس حاصلِ کون و مکاں ٹھہری
وہ جس کے فیض سے ضو پاش ہے فانوسِ ایمانی

وہ جس کی زندگی سے ہے عیارِ زندگی اپنی
وہ جس نے ہر گدائے در کو بخشا تاجِ سلطانی

اُسی ذاتِ مقدس کا یہ فیضِ خاص ہے رضواں
کہ اقلیمِ سخن کی تجھ کو حاصل ہے جہانبانی

سید رضوان بریلوی

سلام اُس کے لیے برحق

نگاہیں تھیں نہ منظر تھا نہ دنیا تھی نہ مافیہا
حجابِ رُوئے ہستی تھا نقاب اس کی مشیت کا

تماشا ہی نہ تھا کوئی، تماشائی نظر کیسی
خدائی کی خبر کیسی، خدا خود کنزِ مخفی تھا

تمنا کا سفینہ تھا، نہ تھیں جذبات کی موجیں
نہ یہ الفاظ کا طوفان، نہ یہ احساس کا دریا

نہ عیش و غم، نہ کیف و کم، نہ بے رنگی نہ رنگینی
کوئی سر تھا نہ سودا تھا نہ دل تھا اور نہ دل والا

زبانِ حال ہی گم تھی، زبانِ قال کیا معنی
صدا کا جزر و مد تھا اور نہ خاموشی کا سناٹا

محل تھا آرزوؤں کا، نہ ارمانوں کی بستی تھی
نہ تھی امید کی ہستی کہ قائم جس سے ہے دنیا

یکایک لہر اٹھی ایک دریائے مشیت میں
ہوا خلاق کو منظور اظہارِ کمال اپنا

کہ میرے حسن کی کوئی پرستش کرنے والا ہو
کوئی ہو میری قدرت جاننے اور ماننے والا

کھلا یا غنچۂ کُن اس کی آوازِ مشیت نے
کیا اک نور پھر اس نے اپنے نور سے پیدا

رہا لاکھوں برس پردے میں یہ اسرارِ قدرت کے
اسی اک نور میں پنہاں رہا کونین کا جلوہ

ہزار عالم ہوئے پیدا نگاہِ لطف سے جس کی
یہ منظورِ نظر ہی باعثِ تخلیقِ عالم تھا

اسی کا فرش پا انداز ٹھہری عرش کی منزل
اسی نسبت سے کرسی نے بلندی کا شرف پایا

مرتب ہو گئیں دم بھر میں تقدیریں دو عالم کی
اسی کی مرحمت سے ہو گئے لوح و قلم یکجا

زمیں پر اس کا سکہ نظمِ فطرت نے کیا رائج
فلک پر اس کا پرچم پنجۂ خورشید نے کھولا

اسی کی اک توجہ نغمۂ داؤدؑ کی شہرت
اسی کا اک تلطف ابنِ عمرانؑ کا یدِ بیضا

اسی کے نور سے پائی تجلی حسنِ یوسفؑ نے
اسی کے در سے حکمِ "قُم بِاِذنی" لے گئے عیسیٰؑ

اسی لطفِ مجسم نے دیا ہے اپنے ہاتھوں سے
کسی کو خلعتِ خلت کسی کو صبر کا تمغہ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ سوم

یہی جلوہ تھا عبداللہؓ کی تنویرِ پیشانی
یہ جلوہ پیکرِ انساں میں جب آیا محمدؐ تھا

زہے نام مبارک جس پہ ہے صلِّ علیٰ واجب
سلام اس کے لیے برحق درود اس کے لیے زیبا

نیا مطلع ملا فیضِ ثنا سے طبعِ موزوں کو
متاعِ فخر ہے ہستی کے دفتر میں قلم میرا

حکومت کی کوئی حد ہے نہ قدرت کا کوئی اعطا
ازل کی صبح سے شامِ ابد تک ہے عمل اس کا

نبی ہے فیضِ قدم جنّت بدامن ہو گئی دنیا
چمن آرائے عالم ہے یہی پیغمبرِ صحرا

کتاب اللہ کا حامل، متاعِ شرع میں شامل
خدا کا بندۂ کامل، خدا کی طرح بے ہمتا

بہارِ گلشنِ عرفاں نمودِ قدرتِ یزداں
امینِ دولتِ ایماں، امیرِ طیبہ و بطحا

پیام اُس کا پیامِ حق، کلام اُس کا کلامِ حق
خدا کے حکم سے ساکت خدا کے اذن سے گویا

تعالی اللہ وہ صورت کہ قرآں جس پہ نازل ہو
پسند آ جائے نقاشِ ازل کو وہ حسیں نقشہ

اسی کے تن پہ ٹھیک اترا لباسِ شانِ محبوبی
اسی کے فرق پر موزوں ہوا اکلیلِ رحمت کا

پیمبر طالبِ حق سیکڑوں آئے زمانے میں
کوئی اس کی طرح مطلوبِ حق بن کر نہیں آیا

فرشتوں کو فرازِ عرش پر تسبیح سکھلائی
زمیں پر آدمی کو جوہرِ انسانیت بخشا

فرائض ہیں اُسی کے انصرامِ عرصۂ ہستی
اسی کے دستِ قدرت میں نظامِ عالمِ بالا

نکالے خانۂ حق سے بتانِ آزری اس نے
مٹا کر کفر کی بدعت بجایا دین کا ڈنکا

اُسی کے خُلق نے اخلاق سکھایا زمانے کو
اسی کے ذہن نے صدہا معلّم کر دیے پیدا

ملا دی روضۂ رضواں سے حد گلزارِ ہستی کی
عرب کی سرزمیں پر اس نے وہ تخمِ عمل بویا

بجھایا علم نے اس کے چراغِ حکمتِ باطل
مٹایا رعب نے اُس کے غرورِ قیصر و کسریٰ

کرم تھا مشغلہ اس کا، نوازش اس کی فطرت تھی
اخوت اس کی بخشش تھی محبت اس کا سرمایہ

نہ ہاتھ آئی کسی مُرسل کو یہ منزل تقرّب کی
خدا کے نام کے ہمراہ ہے کلمہ محمدؐ کا

اسی کے لطفِ بے پایاں نے رعنا کی زباں کھولی
توجہ سے اسی کی مدح گوئی کا شرف پایا

رعنا اکبرآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدۂ شکر جاری ہے،
اللہ کے اُس واحد احسان پر جو اُس نے جتایا۔
مگر، یہ سجدہ ساعتوں، دنوں اور مہینوں کی قید سے ماورا ہے —
یہ تو ادا ہوتا نظر نہیں آتا۔
یہ ادا ہونا ممکن کہاں ہے —
اور، اگر ہم اِس سجدۂ شکر سے اُٹھ بھی گئے تو تشہّد کی کیفیت طاری ہو جائے گی اور اِس حالت میں آقا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہدیۂ سلام پیش کیے بغیر چارہ نہیں۔

ہم سجدے کی حالت میں نہ بھی رہے، تو بھی دل تو اس کیف سے سرشار ہی رہے گا، وہ تو سرور کی اِن لذتوں سے محرومی پسند نہ کرے گا۔ وہ تو اللہ کے احسانِ عظیم پر ساجد و شاکر رہے گا۔

پھر، ہم سلامی ہوں گے تو یہ کیفیت بھی عارضی نہیں ہے۔ سلامی ہیں تو سلامی رہیں گے۔

آقا حضور پر، اُن کے ماں باپ پر، اُن کے اصحاب و عترت پر، اُن کی ہر خُو و خصلت پر لاکھوں کروڑوں سلام۔ اَن گنت سلام۔

اللہ کے دربار میں ہمارا سجدۂ شکر بھی مستقل ہے، ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ — اور، اُس کے محبوب رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بارگاہ میں سلام بھی کوئی ہنگامی فرض نہیں۔
یہ بھی ہماری زندگی کے ہر لمحے کا رفیق ہے۔
اور، یہی ہمارا اعزاز ہے۔ یہی ہمارا افتخار ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محسنِ انسانیت کا میلاد

یہ تھا دنیا کا عالم، عالمِ اسلام سے پہلے
خدا کے نام سے واقف نہ تھے اِس نام سے پہلے

نہ سمجھ سکتا تھا انساں رازِ زندگانی کو
کوئی ساحل نہ ملتا تھا جہازِ زندگانی کو

بہ اطمینان شامی تھے نہ مصری تھے نہ یونانی
جدھر دیکھو ستم کیشی جہاں دیکھو ستم رانی

کہاں تھی عارضِ یورپ پہ سرخی بہاروں کی
خزاں تھی مستقل ہندوستاں کے لالہ زاروں کی

سفینہ ڈوبنے ہی کو تھا نیکی کا گناہوں میں
بجائے علم و حکمت شیطنت تھی درسگاہوں کی

چراغِ روح بادِ گمرہی سے بجھنے والا تھا
بساطِ آب و گِل پر دھیما دھیما سا اُجالا تھا

وہ دن نزدیک تھا شمس و قمر بے نور ہو جاتے
صداقت کے دل میں تابندہ گہر بے نور ہو جاتے

تمدن کالعدم، تہذیب مردہ، عقل دیوانی
ارادے پست، جھوٹے قول، ٹھنڈی شمعِ ایمانی

صداقت سرنگوں تھی ظلم و استبداد کے آگے
کوئی چلتی نہ تھی ماں باپ کی اولاد کے آگے

نہتے دشمنوں کو ٹھکرا کر رعونت مسکراتی تھی
شرارت نشہ میں تھی، خودستائی گل کھلاتی تھی

عوام و خاص میں دختر کشی کی رسم جاری تھی
جفا کا دور دورہ تھا، وفا کی شہریاری تھی

بہادر پتھروں کے سامنے سر کو جھکاتے تھے
گرج سے کانپتے تھے بجلیوں سے خوف کھاتے تھے

کوئی تثلیث کا قائل، کوئی آتش پرستی کا
کوئی کاہن کا، کوئی راہبانہ چیرہ دستی کا

حرم میں ہو رہی تھی بت پرستی بے حجابانہ
بنا رکھا تھا بیت اللہ کو یکسر صنم خانہ

ہُبل کا کوئی بندہ تھا، صفا کا کوئی شیدائی
حضوری میں کوئی عزیٰ کی کرتا تھا جبیں سائی

مناتی تھا کوئی اور نائلہ پہ کوئی دیوانہ
کوئی بدبخت لات و ہبل کی محفل کا پروانہ

کوئی کرتا تھا سجدے کالے پیلے اژدہاؤں کو
سمجھتا تھا کوئی معبود سنگیں دیوتاؤں کو

دلوں سے رہزنی کی گھات کے رستے نکلتے تھے
دماغوں میں فجور و فسق کے ارمان پلتے تھے

سمجھتے تھے وہ بیواؤں کی جائداد تک کو مال اپنا
مسافر کُش تھے اور اس کو بتاتے تھے کمال اپنا

کنیزانِ حرم کو زینتِ آغوش کہتے تھے
نشے کی رَو میں لغزش کو کمالِ ہوش کہتے تھے

سمجھتے تھے مہذب خود ستائی، خود پسندی کو
غرض یہ ہے خدا کی راہ ملتی تھی نہ بندوں کو

مگر حد سے بڑھا جب ظلم مزدوروں غلاموں پر
سزائیں برملا ملنے لگیں جب نیک کاموں کو

لبِ افلاس پر اک نامۂ محشر بدوش آیا
ہوئی مقبول بیکسوں کی دعا، رحمت کو جوش آیا

خدا خود ڈوبتے بیڑے پہ آیا ناخدائی کو
محمد مصطفیٰ پیدا ہوئے مشکل کشائی کو

سرِ بزمِ پریشاں رحمۃ للعالمینؐ آئے
مہِ برجِ نبوت یعنی ختم المرسلینؐ آئے

صحیفوں میں تھی جس کی پیشگوئی، وہ نبیؐ آیا
پیامِ حق سنانے ختمِ پیغمبری آیا

بتایا صاف یہ مُہرِ نبوت کی نشانی نے
خبر دی تھی اسی کی ہر کتابِ آسمانی نے

درخشاں تھی اسی کے نور سے آدمؑ کی پیشانی
اسی کے نور سے روشن تھا حُسنِ ماہِ کنعانی

اسی کے شوق سے چشمِ کلیم اللہ روشن تھی
اسی کا ایک معمولی سا پرتو برقِ ایمن تھی

دلِ عیسیٰؑ میں اس کی آرزوئیں التجائیں تھیں
نظر کو حسرتِ دیدار تھی، لب پر دعائیں تھیں

جبیں ایسی کہ جس کو لوحِ عرشِ کبریا کہیے
ضیائے رُخ جسے لُوٹے دلوں کا آسرا کہیے

نگاہیں وہ کہ جن سے دیدۂ مریمؑ حیا سیکھے
اثر ایسا کہ حُسنِ بے وفا رسمِ وفا سیکھے

تجمّل وہ کہ تابانی سکھائے چاند تاروں کو
تحمّل وہ کہ تعلیمِ سکوں دے برق پاروں کو

جلال ایسا کہ جس سے قیصر و فغفور جھک جائیں
فلک کی نبض ڈوبے زلزلوں کے قلب رُک جائیں

تکلم وہ تکلم رازِ فطرت کھولنے والا
فسونِ سامری کے سر پہ چڑھ کر بولنے والا

وہ طرزِ گفتگو، ہر بات سے اک بات پیدا ہے
فصاحت جس کی باندی ہے بلاغت جس کی شیدا ہے

لب ایسے جن پہ کوئی بات جھوٹی آ نہیں سکتی
دعا اگر کوئی فرما دے تو خالی جا نہیں سکتی

فطانت وہ کہ جس سے مشعلِ ادراک ضو پائے
ذہانت وہ کہ جس سے شمعِ بزمِ طور لَو پائے

زباں وہ جس پہ اگر حشمتِ تقریر کھل جائے
خدا نے دی ہے جو الفاظ کو تاثیر کھل جائے

زمیں نے رنگ بدلا، آسمانوں پر شباب آیا
کہ حصے میں خدائی کے خدا کا انتخاب آیا

لگے اسرار کھلنے رفتہ رفتہ قلبِ مضطر کے
جہاں میں چار سُو ڈنکے بجے مہرِ رسالت کے

گلوں نے نذر دی خوشبو کی غنچوں نے منہ کھولے
نبوت کی شہادت کے لیے پتھر تلک بولے

خزاں میں کروٹیں لینے لگے جلوے بہاروں کے
دلِ شبنم میں عکس آنے لگے زریں ستاروں کے

عَلَم اخلاق کے اُٹھے بساطِ شر پسندی سے
ہوئے واقف درندے روح کی شیرازہ بندی سے

زمیں نے پھول اُگلے خاک نے ذروں کو چمکایا
فلک نے کاسۂ شمس و قمر سے نور برسایا

شرف حاصل ہوا ایسا زمیں کی خستہ حالی کو
کہ گردوں کی بلندی نے سراہا پائمالی کو

ہوا لانے لگی صحراؤں میں پیغامِ شادابی
چلا ویرانیوں کی انجمن میں جامِ شادابی

ترنم بن گئے بڑھ کر تبسم آبشاروں کے
جگر برما دیے قدرت نے تپتے کوہساروں کے

ہوئے نازل فرشتے رحمتوں کے آسمانوں سے
لبِ ناقوس جل کر لگ گئیں مہریں اذانوں سے

یتیموں کو سہارا مل گیا الطافِ باری کا
درِ افلاس پہ سر جھک گیا سرمایہ داری کا

سرِ فاراں بڑھیں ظلمات میں نور خیز تنویریں
اُبھر آئیں گئے گزرے ہوئے ایماں کی تصویریں

ہوئیں بیوائیں شاداں بے اماں نے اماں پائی
سکوں دل کو ملا، جاں نے نشاطِ جاودانی پائی

یتیموں کا معاون، دستگیرِ بے کساں آیا
امینوں کا امیں، راحت نوازِ دو جہاں آیا

بتوں کے دل ہوئے شق نعرۂ اللہ اکبر سے
صنم خانوں کی بنیادیں ہلیں صوتِ تکبیر سے

چمک اُٹھیں فضائیں، پرچمِ توحید لہرایا
چلی بادِ موافق، بحرِ رحمت جوش پر آیا

غلاموں کو دیا اس شان سے پیغامِ آزادی
کہ گردش میں ہے تیرہ سو برس سے جامِ آزادی

احسان دانش

ہاشم نسب پیدا ہوا

اے ہمدم شیریں سخن، ہے نورِ حق پرتو فگن، ہر نخلِ گُل کی ہے پھبن، ظہورِ جمالِ ذوالمنن
ن غنچ عروسانِ چمن، شیریں ادا نسریں بدن، رنگیں قبا گل پیرہن، ہیں کس طرب سے خندہ زن

ہے نورِ وحدت جلوہ گر، روشن کرو اپنی نظر، اہلِ زمیں کو دو خبر، ہوں شادماں تا ہر بشر
بحر و حجر میں شام و سحر، جن و بشر شاخ و شجر، حور و ملک شمس و قمر، ہوں اس طرح سے نغمہ زن

نورِ قدم پیدا ہوا، شاہِ امم پیدا ہوا، عرشی قدم پیدا ہوا، والا حشم پیدا ہوا
فخرِ رخِ ہاشم پیدا ہوا، بحرِ کرم پیدا ہوا، شاہِ امم پیدا ہوا، پیدا ہوا قدسی سخن

نفیس لقب پیدا ہوا، مقبولِ رب پیدا ہوا، مہرِ عرب پیدا ہوا، ہاشم نسب پیدا ہوا
فخرِ عرب پیدا ہوا، کنزِ طرب پیدا ہوا، غفراں طلب پیدا ہوا، پیدا ہوا شیریں دہن

وہ زینتِ پیغمبری، وہ زیبِ شانِ دلبری، وہ تاجِ فرقِ سروری، ہے گرمِ جلوہ گستری
میراں ہے مہرِ خاوری، یوسف ہے اس کا مشتری، جن و بشر حور و پری ہیں اس کے در پر نعرہ زن

مقتول ہے سرگرمِ ثنا، ہے اس کے در کا اک گدا، لاتقنطوا ہے لب پہ دعا، ہاں شافعِ روزِ جزا
مطلوب و محبوبِ خدا، وہ بخشوا اُس کی خطا، گو ہے سزاوارِ سزا، ہے خوف سے شورش فگن

وجیہ الدین مقبول

صبحِ میلادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہِ رحمت ہے اُفق پر جلوہ آرا نور کا — صبحِ میلادِ نبی عالم ہے سارا نور کا
صاحبِ قرآں کی آمد ہے جہانِ کُن میں — عرش سے حق نے صحیفہ ہے اُتارا نور کا
کائناتِ ظلم سے کافور ظلمت ہو گئی — ہو گیا کونین میں حُسن آشکارا نور کا
ماہِ میلادِ نبی کی اللہ اللہ تابشیں — ذرّہ ذرّہ دہر کا ہے ایک تارا نور کا
نجم و اختر بھر رہے ہیں جام آبِ نور سے — چشمۂ خورشید سے بہتا ہے دھارا نور کا
صبحِ روزِ آفرینش دیکھ کر وہ شکلِ ناز — حسنِ رخ حُسن آفریں نے خود نکھارا نور کا
چاندنی میں کس نے دیکھا چاند کا سایہ کبھی — پاک تھا سائے سے وہ ماہِ دلآرا نور کا
چاندنی چھٹکی جہاں میں جگمگائی کائنات — آمنہؓ کی گود میں آیا ہے تارا نور کا
ہیں بخطِ نور سب لکھے گئے اسمائے نور — ہے مزیّن نور سے ہر گوشوارہ نور کا
دین کو خود میں سمویا، خود دوبارہ ہو گیا — جب مہِ کامل نے کچھ پایا اشارہ نور کا
آ گیا لوں میں کبھی ماہِ عرب، مہرِ عجم — کر دے برقِ حُسنِ رُخ سے دل ہمارا نور کا
دل شکستہ مسلمِ مظلوم کے چمکے نصیب — ہو مبارک قلبِ حق کو سہارا نور کا
قرۃ العینین زہرا ہیں، نبی کے نورِ عین — نور کا آئینہ ہے ہر ماہ پارہ نور کا
طورِ سینا بن گیا سینہ، بنا دل رشکِ ماہ — جس نے دیکھا چاند سا چہرہ تمہارا نور کا
عیدِ میلادِ نبی کا واسطہ، نورِ قدیم — تابشوں سے اپنی کر دے دل ہمارا نور کا

ظلم کی تاریکیاں اسلام پر ہیں خندہ زن
نور والے، ذرہ ذرہ، ہو دوبارہ نور کا

علامہ ضیاء القادری بدایونی

نوروزِ بہارِ جاوداں

سرسبزی ہے باغ میں جہاں کی — آمد ہے بہارِ بے خزاں کی
گلدستے بہشت نے بنائے — جبریلؑ درود پڑھتے آئے
غنچے ہوئے ہیں خوشی سے پھولے — غلماں لیے ہار، حور گجرے
آفاق میں ہے تجلیِ نور — باشانِ نزولِ جلوۂ طور
کرتا ہے فلک سجود پیہم — مائل بہ زمیں ہے عرشِ اعظم
بُت مہرِ سکوت در دہاں ہے — بُت خانوں میں شورِ الاماں ہے
کس کی شوکت کا زلزلہ ہے — قصرِ کسریٰ جو ہل رہا ہے
خالق کا کرم ہے فیض گستر — بخشش کی صدا ہے عام گھر گھر
ناگاہ بہ جلوۂ عبارت — پیدا ہوئی غیب سے بشارت
یہ صبحِ سعادتِ جہاں ہے — نوروزِ بہارِ جاوداں ہے
مفتاحِ خزینہائے اسرار — مصباحِ تجلیاتِ انوار
اسلام کا آفتاب چمکا — بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرورِ دو عالمؐ — پیدا ہوئے فخرِ نوحؑ و آدمؑ
پیدا ہوئے حضرتِ پیمبرؐ — صبحِ قدرت کے سعدِ اکبر
پیدا ہوئے بادشاہِ ذی جاہ — آرائشِ تختِ لی مع اللہ

خورشیدِ سپہرِ دیں محمدؐ
نورِ عینِ الیقیں محمدؐ

محسن کاکوروی

آئی سحرِ شبِ دو شنبہ

تاریکیٔ کفر ہٹ رہی ہے — ظلمت کی گھٹا سمٹ رہی ہے
لو، دور ہوئے مصیبت و غم — لہرایا وہ رحمتوں کا پرچم
محبوبِ خدا ہیں آنے والے — سلطانِ دنا ہیں آنے والے
کچھ اور ہے آج شانِ عالم — ہے یومِ ظہورِ جانِ عالم
غنچوں کو ملا ہے لحنِ داؤد — ہے وردِ زباں درودِ مسعود
شاخوں پہ بہار کا ہے عالم — مستی کا، خمار کا ہے عالم
پتے کفِ دستِ حوریاں ہیں — مرآتِ جمالِ نوریاں ہیں
ابوابِ نظر کھلے ہوئے ہیں — فردوس کے در کھلے ہوئے ہیں
دو رویہ فرشتگانِ افلاک — استادہ ہیں تا بہ مولدِ پاک
ہے نور زمیں سے آسماں تک — جلوے ہیں مکاں سے لامکاں تک
پُرنور مکاں ہے آمنہؓ کا — گھر رشکِ جناں ہے آمنہؓ کا
اشجار بھی سرو قد کھڑے ہیں — خاموش ادب سے سر جھکے ہیں
نرگس کی کھلی ہوئی ہیں آنکھیں — شبنم سے دھلی ہوئی ہیں آنکھیں
ہیں چشم براہ غنچہ و گل — قمری ہے خموش، چپ ہے بلبل
دنیا پہ ہے اک سکوت طاری — مائل ہوا لطفِ خاصِ باری

ہے اوج پہ کوکبِ دو شنبہ
آئی سحرِ شبِ دو شنبہ

اختر الحامدی الضیائی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو بہاریں آئیں

حق کا پیغام سنانے آئے
آپ انسان بنانے آئے

بھیجا خالق نے ہدایت کے لیے
بگڑی تقدیر بنانے آئے

آپ آئے تو بہاریں آئیں
ہر طرف پھول کھلانے آئے

پتھروں کو بھی ملی گویائی
لب پہ مدحت کے ترانے آئے

غیر ممکن تھی یہاں رسم وفا
آپ آداب سکھانے آئے

مل گئی قلب و نظر کو تسکیں
آپ جب پیاس بجھانے آئے

مئے توحید بھلا کیوں نہ پئیں
خود ہیں سرکار پلانے آئے

آپ کے دم سے پلٹ جاتی ہے
ہر وہ آفت جو ستانے آئے

کیا سمجھ پائے گا کوئی ، ناصرا
کیسی رحمت کے خزانے آئے

ناصر زیدی (اسلام آباد)

حیاتِ طیبہ میں ربیع الاوّل کی اہمیت

تحریر: شہباز کوثر

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام سیرت نگار اور سب قدیم و جدید مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھذا ما لا خلاف فیہ انہ ولد صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ثم الجمہور علی ان ذلک کان فی شہر ربیع الاوّل (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضور دوشنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے۔ پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا)۔

قمری مہینوں میں سے بعض مہینے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پیشتر ہی متبرک اور مقدس مشہور تھے اور حضور کے اعلانِ نبوت کے بعد بھی بعض مہینوں کو عظمتیں نصیب ہوئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی اس دنیا میں تشریف آوری کسی ایسے باعظمت مہینے میں کیوں نہ ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں: "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالق حکیم جل جلالہ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں ہو تاکہ یہ مہینہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جشن میلاد نبی

کی بدولت خدائے علیٔ قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہوا۔" [3]

چنانچہ معلوم ہوا کہ ربیع الاوّل کو عظمت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک سے نصیب ہوئی۔ یہ مبارک مہینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو گیا تو اس نسبت نے اسے اہمیت بخش دی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ کی اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے علاوہ اس مہینے کو یہ خصوصیت بھی نصیب ہے کہ اسی میں سرکارؐ نے ہجرت فرمائی اور اسی میں اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

مولانا محمد جعفر پھلواری لکھتے ہیں "ظہورِ قدسی، آغازِ نبوت، اختتامِ ہجرت اور ظاہری مفارقت وغیرہ جیسے کئی اہم واقعات ماہِ ربیع الاوّل ہی میں ہوئے۔" [4]

شفیق بریلوی ایڈیٹر "خاتون پاکستان" کراچی اپنے مضمون میں ربیع الاوّل کی اہمیت کے بیان میں لکھتے ہیں: "ربیع الاوّل کے معنی ہیں بہار کا پہلا مہینہ۔ ربیع اس موسم کو کہتے ہیں جس میں کونپلیں پھوٹیں، درختوں اور پودوں پر موسم بہار کے آثار نمایاں ہونے لگیں! عرب میں اس ماہ میں موسم بہت خوشگوار ہو جاتا تھا۔ درختوں کھیتوں میں ہریالی نظر آتی تھی، اس وجہ سے اس کو بہار کا پہلا مہینہ کہتے تھے۔ اگر اس ماہ مبارک میں کوئی اور بڑا واقعہ نہ بھی ہوا ہوتا، تو اس کی عظمت و تقدیس کے لیے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ اس عالمِ امکان کا سب سے بڑا انسان اسی مہینہ میں متولد ہوا۔ رمضان اس لیے مبارک ہے کہ اس مہینہ میں قرآن پاک نازل ہوا۔ پھر وہ مہینہ کیسے مبارک نہ ہو گا جس میں صاحبِ قرآن پیدا ہوا!" [5]

اس حقیقت کی طرف شفیق بریلوی سے پہلے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہیرو مفتی عنایت احمد کاکوروی نے ان الفاظ کی طرف اشارہ کیا تھا "پیدا ہونا آپؐ کا بروز جمعہ یا بماہ رمضان یا اور کسی دن میں جو متبرک مشہور ہیں، اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ بات نہ کہی جاوے کہ آپؐ کو برکت دن اور مہینے سے حاصل ہوئی بلکہ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوئے کہ اس کو برکت آپؐ کے سبب ہوئی۔" [6]

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی اپنی کتاب "علّموا اولادکم محبۃ رسول اللہ ﷺ" میں لکھتے ہیں: "یہ ربیع الاوّل، آپ کی شریعتِ مطہرہ میں بھی عمدہ مہینا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصلِ ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے۔ اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے، نہ جھلسا دینے والی گرمی۔ اس میں نہ رات لمبی ہوتی ہے نہ دن اور یہ موسمِ خزاں، جاڑے اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی بہ قیام اور ان کے دن روزے کے لیے سازگار ہوتے ہیں۔ یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔" [7]

شیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہر شخص اپنے نام سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اشخاص پر بھی ہوتا ہے اور دوسری چیزوں پر بھی۔ چنانچہ موسمِ ربیع میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتیں زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہیں اور رزق کے ذخائر جن پر انسانوں کی زندگی اور معیشت اور ان کے احوال کی بہتری کی بنیاد ہوتی ہے میسر آ جاتے ہیں۔ اس میں بیج اور گٹھلیاں اور انواع و اقسام کے پودے پھوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ منظر ہر دیکھنے والے کو خوشی بخشتا ہے اور زبانِ حال سے ان کھیتوں کے پکنے کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتوں کے آغاز پر مسرت و شادمانی کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ مضمر ہے۔" [8]

محمد نور النبی شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں آپؐ کی تشریف آوری کے حوالے سے ربیع الاوّل کی مدح میں یوں تر زبان ہوتے ہیں: "ربیع الاوّل شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتابِ نبوت ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع ہو کر اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے تمام کائنات کو مالا مال کر دیا۔ ربیع الاوّل شریف وہ برگزیدہ مہینہ ہے جس میں دعائے خلیلؑ، بشارتِ مسیحؑ، تعبیرِ خوابِ آمنہؓ مجسم بن کر ظاہر ہوئی۔" [9]

محمد بن ہشام نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے "رسولِ خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوتے جس سال کہ اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔"[10] علامہ ابن حجر عسقلانیؒ[11] اور طبریؒ[12] نے بھی تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے۔[13] مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی مشہور کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں "سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں، ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا، سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا۔"[14] مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔[15] شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں۔ "جمہور اور عام مورخین ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو یوم ولادت تسلیم کرتے ہیں۔"[16] مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "بارھویں ربیع الاول سنہ عام الفیل کو دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آپؐ پیدا ہوئے۔"[17] مولانا شاہ عطاء اللہ خان عک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل (اسی سال میں واقعہ اصحاب الفیل واقع ہوا تھا) بروز دوشنبہ موسم بہار بوقت صبح صادق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔"[18] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں رقم طراز ہیں۔ "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں، بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں آئی ہیں۔"[19]

محمد واحدی ایڈیٹر "نظام المشائخ" دہلی لکھتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضورؐ کی ولادت ہوئی۔[20] سرسید احمد خان اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ "جمہور مورخین کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔"[21] الحاج حکیم غلام نبی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت

عالمِ وجود میں جلوہ فرما ہوئے۔[22] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "نبی امّی" میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ کی ولادت عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔[23] امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوع صبح کے قریب ہوئی۔[24] مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲ ربیع الاول کو حضور پاک صاحبِ لولاکؐ کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔[25] سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔[26] ابوالجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرورِ دو عالم مکہ میں دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو پیدا ہوئے۔[27] علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ لکھتے ہیں۔ بارھویں ربیع الاول کے اسی سال میں جس میں قصہ اصحابِ فیل واقع ہوا۔ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔[28]

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ ولادت باسعادت ۱۲ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی۔[29] ماہنامہ "مولوی" دہلی کے رسولؐ نمبر ۱۳۵۵ھ میں ہے "ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی کہ ولادتِ نبویؐ کا نور ایک پردہ ضیا بن کر تمام عالمِ امکان پر مسلط ہو گیا۔"[30] محمد عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں "ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں تاریخ اور بقول بعض بارھویں کو حضورؐ نے اس خاکدانِ تیرہ کو اپنے جمالِ جہاں آرا سے منور فرمایا۔"[31] مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والد محترم مولانا نقی علی خان بریلوی نے "سرور القلوب بذکر المحبوب" میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔[32] شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فواد قاہرہ لکھتے ہیں۔ "۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔"[33] پیر محمد کرم شاہ اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھتے ہیں "بارہ ربیع الاول کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے بزمِ گیتی ہوئے۔"[34] قاضی عبدالدائم دائم

لکھتے ہیں "یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔"[41] مولانا قاری احمد کے مطابق "۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق کتنی حسین و سعید ساعت تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کا خلعتِ فاخرہ زیب تن فرما کر عبد المطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔"[42]

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (ادارہ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد) ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔[43] حضورؐ کے مشہور سیرت نگار حضرت علامہ نور بخش توکلی بھی ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو حضورؐ کی ولادت کا دن لکھتے ہیں۔[44] ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "حیاتِ محمدؐ" میں لکھتے ہیں "اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابن اسحٰق وغیرہ کا ہے۔"[45] نواب سید محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔

"ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے، روز دوشنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔"[46] مولانا مفتی محمد شفیع نے ۱۲ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔[47] پروفیسر سید شجاعت علی قادری لکھتے ہیں "آپ اصحابِ فیل کے واقعہ کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاکدانِ عالم میں جلوہ فرما ہو گئے۔"[48] مولانا نیاز علی کی کتاب میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو جلوہ افروزِ عالم ہوئے جبکہ نوشیروان عادل فارس پر حکمران تھا۔"[49] مولوی محمد عبداللہ خان سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ "خطباتِ نبوی" میں تحریر کرتے ہیں۔ "حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۶۱۲۳ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ بظہور پذیر ہوئی۔"[50] سید محمد نظام الدین احمد جعفری لکھتے ہیں۔ بارھویں تاریخ شہر ربیع الاول اوائل عام فیل کے مطابق سنہ ۴۰ حکومت نوشیروان عادل بروز دوشنبہ وقت صبح صادق آفتاب عالمتاب رسالت مطلعِ قدم سے جلوہ افروز ہوا۔[51]

ابن جوزیؒ کے مولود نامے کا ترجمہ مولانا عبد الحلیم شررؔ لکھنوی نے کیا تھا، جو ۱۹۲۳ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس میں ہے "ماہِ ولادت یعنی ربیع الاول شروع ہوا تو ہر روز

ولادت باسعادت موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔[52] مولوی عبد السلام ہمدانی امرتسری "آفتابِ رسالت" میں لکھتے ہیں ۱۲ ربیع الاول کو حبیب خدا فخر کونین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مولودِ مسعود سے اہلِ جہاں کو مفتخر و ممتاز فرمایا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوان متزلزل ہوئے، آتش کدے سرد پڑ گئے اور ان بتوں نے جن کو مرکزِ معبودیت تصور کر کے پوجا جاتا تھا، سرِ نیاز جھکا دیا۔[53]

علامہ حکیم ابو الحسنات خطیب مسجد وزیر خان لاہور لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہؓ بیان کرتی ہیں "ماہِ ربیع الاول شروع ہوا تو تمام عالم انوارِ سماویہ سے منور نظر آنے لگا۔ اور غیب سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ شروع ماہ کے پہلے ہفتہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ تشریف لائے اور فرمایا "آمنہؓ مبارک ہو۔ تم سے وہ پیغمبر اولو العزم ظاہر ہونے والے ہیں جو صاحبِ اسمائے حسنیٰ اور آیاتِ کبریٰ ہیں۔ جب بارھویں شب ربیع الاول شریف آئی تو کوئی منادی ندا دینے لگا۔ اے آمنہؓ تمہیں مبارک ہو۔ آج تم سے وہ مولودِ مسعود ہو گا جو آفتابِ فلاح و ہدایت اور فخرِ سعادت و نجابت ہے۔ ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔"[54] علامہ حکیم محمد عالم آسی کے مضمون "مجالسِ میلادِ نبویؐ" میں ہے "آپ کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس کو سب مانتے ہیں مگر شبِ ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مشہور اور صحیح یہی قول ہے کہ حضور علیہ السلام ۱۲ ماہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔"[55]

بعض مفسرین، علما اور دانشوروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے اور بعض نے کچھ اور اقوال بھی نقل کیے ہیں لیکن مہینا بہرحال سب نے ربیع الاول ہی تسلیم کیا ہے۔ مثلاً علامہ قسطلانی،[56] حافظ ابن قیم،[57] ابن حزم،[58] حمیدی،[59] عبد الرحمٰن شافعی،[60] محمد طلعت عرب،[61] علامہ راشد الخیری،[62] شبلی نعمانی،[63] قاضی محمد سلیمان منصور پوری،[64] مولانا ابو الکلام آزاد،[65] محمد اسلم جیراجپوری،[66]

ایک نئی شان اور تازہ کرامات نمایاں ہونے لگیں۔ پہلی رات حضرت آمنہؓ کو ایک خاص فرحت و لطافت محسوس ہوئی۔ دوسری رات بشارت دی گئی کہ آپ کا مقصد پورا ہوگا اور سب آرزوئیں پوری ہوں گی۔ تیسری رات آپ نے ملائکہ کے تسبیح پڑھنے کی آواز علانیہ اور آشکارا طور پر سنی۔ چوتھی رات آپ پر اپنی دولتمندی و سعادت کا حال آشکارا ہوگیا۔ پانچویں رات ایک نئی فرحت و مسرت حاصل ہوئی جو استقلال کے ساتھ قائم رہی۔ چھٹی رات کو تھکن، کمزوری اور ساری کلفت دور ہوگئی۔ ساتویں رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں بشارت ہو ان نبیؐ کی جو جلیل القدر اچھے ناموں نشانیوں اور اعلیٰ کنیتوں والے ہیں۔ آٹھویں رات کو چونکہ اب زمانہ ولادت سرور عالمؐ بالکل قریب آ پہنچا تھا، حضرت آمنہؓ نے دیکھا کہ فرشتے آپ کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ نویں رات کو دیکھا کہ سارا گھر نور سے معمور ہوگیا اور روشنی سے جگمگا اٹھا۔ دسویں رات کو سنا کہ حضرت رسول مختار کی خوشی میں علیحدہ تہنیتیں کہہ رہے ہیں۔ گیارھویں رات کو دیکھا کہ فرشتے خداوند عالم کی حمد و ثنا میں مشغول ہیں اور سارا گھر ان کی آوازوں سے گونج اٹھا ہے۔ بارھویں رات کو سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے "آمنہ تمہیں مبارک ہو۔"[42]

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں "ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو دوشنبہ کے دن آدمؑ کی پیشانی کا نور، نوحؑ و ابراہیمؑ کے دل کا سرور، اسمٰعیلؑ کی راحت جان، ہاشم و عبداللہ کے گھرانہ کی شان، غریبوں کا حامی، بیکسوں کا سہارا بی بی آمنہؓ کے پیٹ سے متولد ہوا۔"[43] علامہ معین کاشفی ہروئیؒ کا قول ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں آنحضرتؐ عالم وجود میں آئے اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔[44] امام ابن جوزیؒ "الوفاء" میں لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں۔ حضورؐ پیر کے دن عام الفیل بارھویں رات ربیع الاول گزرنے پر تشریف لائے۔"[45] شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ "محمد بن یعقوب کلینی نے کہا حضرتؐ کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزری تھیں۔"[46] اہل علم کی تحقیق و کاوش کا فکری نتیجہ ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

غلام احمد پرویز[47] چودھری افضل حق[48] عبدالکریم ثمر[49] اور دوسرے بہت سے اہل علم حضرات ۱۲ ربیع الاول کے بجائے کوئی اور تاریخ لکھتے ہیں لیکن اس تاریخ ساز دن کو بہرحال ربیع الاول ہی کے مہینے سے متعلق تسلیم کرتے ہیں۔

نزولِ وحی کا آغاز

حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ربیع الاول کے مبارک مہینے میں ہوئی۔ یہ کائنات میں امن و سلامتی کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا دوسرا اہم موڑ نزولِ وحی کا آغاز ہے جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا اور پڑھنے والے نے رب کے نام سے پڑھا۔ قرآن پاک کے نزول کا آغاز بھی ربیع الاول شریف ہی میں ہوا۔ اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا معنی یہ ہے کہ حضور آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثناء کی ہر بات وحی الٰہی ہے، ان کی گفتار فرمان خداوندی ہے، اُن کا کوئی ارشاد اس دائرے سے باہر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں جو اس نے دنیا کی اصلاح کے لیے اپنے محبوب سے کیں اور سرکارؐ نے ان باتوں کو من و عن دنیا تک پہنچایا قرآن مجید ہے۔ اس کلام کا آغاز اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے ہوا ——— اور، اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی اشرف المخلوقات تخلیق (انسان) سے باتیں کرنے کا وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو بنایا تو یہ ربیع الاول ہی کا مہینہ تھا۔

محمد نظام الدین احمد کہتے ہیں "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کو پہنچے، دوشنبہ کے روز آٹھویں تاریخ ربیع الاول کو غار حرا میں اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ امین کو بھیج کر وحی نازل فرمائی۔"[50] "رحمت دو عالمؐ"[51] میں شاہ عطاء اللہ خان عطاء رقم کرتے ہیں "۸ ربیع الاول ۴۱ میلادی مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء، بروز پیر غار حرا میں عبادت کر رہے تھے۔ اس فرشتے نے خدا کا بھیجا ہوا سب سے پہلا پیغام جس کو وحی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا۔"[52] مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی لکھتے

ہیں "دوشنبہ کے دن آٹھویں ربیع الاوّل کو غارِ حرا میں جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور وحی الٰہی لائے۔" "حبیبِ خدا میں ہے "جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے، آپؐ کو خلوتِ محبوب ہو گئی۔ آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ ربیع الاوّل کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی شروع کی آیتیں آپؐ پر لائے۔" محمد عبدالشکور لکھنوی مدیر "النجم" لکھتے ہیں "جب عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان کو اور بقولے ۸ ربیع الاوّل کو وہ دولتِ کبریٰ آپؐ کو عنایت ہوئی، جو ازل سے آپؐ کے لیے نامزد ہو چکی تھی۔"

مختلف سیرت نگاروں نے کہیں کہیں آٹھ ربیع الاوّل کے بجائے نو ربیع الاوّل بھی لکھا ہے لیکن بات اس مقدس مہینے ہی میں رہی۔ "سیرتِ احمد مجتبیٰ" میں ہے "قمری سال سے عمر ۴۰ سال ایک دن ہوئی تو ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) پیر کی شام حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں۔ غارِ حرا کے اندھیرے میں یکایک روشنی ہوئی۔ روح الامینؑ امرِ حق کے ساتھ ظاہر ہوئے۔" ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے بھی نزولِ وحی کے آغاز کی تاریخ ۹ ربیع الاوّل لکھی ہے۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں "جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم ۔ ۔ ۔ لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرتؐ غارِ حرا میں تھے۔"

معراج النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں معراج شریف کی بڑی اہمیت ہے جب ذاتِ پاک جل شانہٗ نے حضورؐ کو جسمِ عنصری کے ساتھ لامکاں کی سیر کرائی۔ سیرت کی عام کتابوں میں اس عظیم واقعے کا تعلق رجب المرجب سے بتایا گیا ہے لیکن کہیں کہیں یہ بات بھی ملتی ہے کہ معراج کا یہ واقعہ ربیع الاوّل میں پیش آیا۔ معاً علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی اپنی کتاب "انوارِ محمدیہ" میں لکھتے ہیں:

"ربیع الاوّل کے مہینے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم کو بیداری کی حالت میں مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔ پھر مسجدِ اقصیٰ سے آپؐ کو سات آسمانوں سے اوپر لے گئے اور آپؐ نے خدا کو دونوں آنکھوں سے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ باتیں القا کی گئیں اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر آپؐ راتوں رات مکے کو واپس آ گئے۔ ۔ ۔ ۔ یہ واقعہ بعثت کے پانچویں سال پیش آیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا۔ حافظ عبدالغنی المقدسی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے۔" سنہ ۱۲ نبوت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو آپؐ کے فضائل مختصہ میں سے ہے۔ اس وقت عمر مبارک اکاون برس ۹ ماہ کی تھی۔ حضرت جبرئیلؑ براق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؐ کو اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر لے گئے۔ وہاں کے عجائب و غرائب ملاحظہ فرمائے۔ حق سبحانہٗ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، انبیا علیہم السلام سے ملاقات کی، وہیں پنج وقتی نماز کی فرضیت کا حکم ملا۔ یہ معراج جسمانی تھی۔ تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۷ ربیع الاوّل لکھی ہے، بعض نے ۲۷ ربیع الآخر، بعض نے ۲۷ رجب اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

ہجرتِ مدینہ

ہجرتِ مدینہ اسلام کے عروج کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت ربِ کریم سے دعا فرمائی "اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد کر جو مجھے سب سے محبوب اور پسندیدہ ہو۔" اللہ کریم نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی محبوب اور پسندیدہ سرزمین (مدینہ منورہ) میں بسایا اور سرکار اب تک وہیں تشریف فرما ہیں اور اہم ترین بات یہ ہے کہ سرکار اپنے خالق و مالک کی پسندیدہ جگہ پر

ربیع الاول شریف میں پہنچے۔

مولانا اشرف علی تھانوی ہجرت مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں "آپ مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینے میں اور بقول بعض صفر کے، ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دوشنبہ ہی کے دن بارھویں ربیع الاول کو مدینہ میں پہنچے۔ [87]

ماہنامہ آستانہ دہلی میں ہے "۲۷ صفر ۱۳ نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء جمعرات کی شام سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیر لیا گیا۔۔۔۔ حضور سورہ یٰسین تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور صاف نکل گئے، اللہ کے فضل سے کسی کی حضور پر نظر نہیں پڑی۔۔۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کو ساتھ لے کر جبل ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔ تین دن اور تین راتیں غار ثور میں گزریں۔۔۔ پانچویں دن یعنی یکم ربیع الاول مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو پیر کے دن تلاش کا زور ٹوٹا تو حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ غار سے باہر آئے اور سفر شروع کیا۔ [88]

قاضی محمد سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں "جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا "تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۃ یٰسین پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔۔۔ تین روز تک غار (غار ثور) میں رہے۔۔۔۔ چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں، جن کو اسی سفر کے لیے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط سوار ہو گئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔ [89]

"انوار مدینہ" میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو روانہ ہوئے تھے اور بارہ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔ [90] شیخ محمد رضا سابق مدیر

مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں لکھتے ہیں "مکہ سے آپ کی تشریف بری یکم ربیع الاول پنجشنبہ کے دن عمل میں آئی اور اسی ماہ کی بارہ تاریخ ولادت مبارکہ سے ترپن سال بعد بروز دوشنبہ بوقت ظہر مدینہ میں داخل ہوئے۔ [88]

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "۸ ربیع الاول آپ قبا پہنچے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۳ میل دور واقع ہے۔ [89] "سراپائے قدس" میں ہے "۶۲۲ء (۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی) میں حضور علیہ السلام نے حکم خداوندی کے تحت حضرت صدیق اکبرؓ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی سفر میں حضور علیہ السلام نے سراقہ بن جعشم کو بتایا کہ اسے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ [90]

آر، وی، سی باڈلے اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں لکھتے ہیں "ماہ ربیع الاول کا نیا چاند آسمان پر تھا یعنی ربیع الاول کی شروع کی تاریخیں تھیں۔ [91] "خطبات سیرت" میں حافظ محمد یونس بیان کرتے ہیں "غار ثور میں متواتر تین دن قیام کے بعد ربیع الاول ۱ھ بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دو اونٹنیاں لے کر آ گئے ان کے ساتھ عبداللہ ولیقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لیے اجرت دے کر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ وہ آگے آگے راستہ دکھانے کے لیے چلے۔ [92] "نقوش" رسول نمبر کے مطابق غار ثور سے روانگی جمعہ ۲ ربیع الاول کو غار میں سہ روزہ قیام جمعہ تا دوشنبہ ۲ تا ۵ ربیع الاول اور قبا میں آمد دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ [93]

محمد عبدالشکور مدیر "النجم" لکھنؤ لکھتے ہیں "شب جمعہ کو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ تین دن غار ثور میں اقامت فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہو کے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ [94]

قبا میں آمد

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "قبا میں آپ کا داخلہ اسلام کے

دورِ خاص کی ابتدا ہے، اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ آٹھ ربیع الاوّل ۱۳ نبوی تھی۔[95] محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ بارھویں ربیع الاوّل کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے۔[96] "خطباتِ سیرت" میں ڈاکٹر حافظ محمد یونس لکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور سے یکم ربیع الاوّل دوشنبہ کو مدینہ منورہ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ۸ ربیع الاوّل دوشنبہ قبا پہنچ گئے تھے۔[97] "رحمۃ للعالمین" میں ہے "۸ ربیع الاوّل ۱۳ نبوت روز دوشنبہ کو خدا کا نبیؐ قبا میں پہنچ گیا"۔[98] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "رسولِ عربی" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت آٹھ روز میں طے کیا اور ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳ نبوی کو مدینہ میں واقع قبا میں پہنچے۔[99]

حضرت سلمان فارسیؓ کا قبولِ اسلام

حضرت سلمانؓ فارسی مسلمان ہونے سے پہلے کئی مذاہب اختیار کر چکے تھے مگر انہیں وہ ذہنی سکون نہ ملا تھا جس کی انہیں تلاش تھی۔ آخرکار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیامِ قبا کے دوران وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور حقیقی سکون پا لیا۔ جناب سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا اپنے آقا کو کہو تمہیں آزاد کر دے لیکن اس نے آزادی کی شرط یہ رکھی کہ وہ تین ہزار کھجوروں کے پودے اس طرح لگائیں کہ ایک بھی پودا ضائع نہ ہو اور چالیس اوقیہ چاندی اور چار ہزار درہم نقد ادا کریں۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ وہ اپنے بھائی کی آزادی میں اس کی مدد کریں۔ ہر صحابی نے اپنے مقدور کے مطابق مدد کی۔ حتیٰ کہ تین ہزار کھجوروں کے درخت جمع کر دیے گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب درخت لگانے لگو تو مجھے بلا لینا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پودے اپنے دستِ اقدس سے لگائے۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا "قسم ہے اس خدائے لم یزل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہوئے جنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا ہے۔ حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کو بلایا اور فرمایا یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کر آؤ۔ سلمانؓ نے عرض کی حضورؐ اس سے قیمت پوری نہ ہو سکے گی۔ ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا لے جاؤ، پورا اُترے گا۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں جب تولا گیا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم سے ذرہ بھر بھی کم و بیش نہ ہوئی۔[100]

مختلف مذاہب میں سے صرف اسلام ہی حضرت سلمانؓ کے اطمینانِ قلب کا باعث بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبا میں قیام کے دوران حضرت سلمانؓ فارسی نے اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس اوقیہ سونا ان کے آقا کو دیا اور تین سو درخت اپنے ہاتھوں سے لگا کر انہیں آزادی دلائی۔[101] (مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ہزار کھجوریں لکھی ہیں اور محمد احمد پانی پتی نے تین سو کھجوریں — لیکن اصل بات یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاوّل میں یہ پودے اپنے ہاتھوں سے اس مقصد کے لیے لگائے کہ حضرت سلمانؓ غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں۔)

مسجدِ تقویٰ یا مسجدِ قبا

"تاریخ مدینہ" میں عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "آپ نے تین دن با ختلافِ روایات تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجدِ قبا کی بنیاد ڈالی اور ایک روایت میں ہے کہ خود اہلِ قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لیے ایک مسجد بنوا دیجیے ۔۔۔ ثقہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرتؐ اس مسجد کی تعمیر کے لیے خود بذاتِ شریف پتھر ڈھوتے تھے۔[102] "البتہ مسجد وہ ہے کہ جس کی بنیاد رکھی گئی ہے

تقویٰ پر پہلے دن سے۔"[۱۰۳] "رحمتِ دو عالم" میں ہے" مدینہ سے تین میل باہر کچھ اونچائی پر پہلے سے ایک چھوٹی سی آبادی تھی جس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے کئی معزز گھرانے رہتے تھے۔ قیام کے زمانہ میں حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام قبا کی مسجد ہے۔ اس نواح میں یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہے۔"[۱۰۴]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں "قبا میں آپؐ کا پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا۔ حضرت کلثومؓ کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ہے" وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے" (التوبہ ۱۰۸)۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شاعر تھے، وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرتے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔"[۱۰۵]

حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "دورانِ قیام قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا انتظام فرمایا۔ تکمیلِ ہجرت کے بعد یہ پہلی مسجد تھی جس کی بنیاد حضورؐ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی۔ اس مسجد کی عمارت بالکل سادہ تھی اور رسول اللہ بنفسِ نفیس اس کی تعمیر میں شریک رہے تھے۔"[۱۰۶] محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دو شنبہ، بارھویں ربیع الاول کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے اور مسجدِ قبا باعانتِ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم تعمیر کرائی۔ جب تک آپؐ وہاں رہے، اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔۔۔۔ اوّل مسجد ہے کہ عہدِ اسلام میں بنائی گئی۔ اس کے فضائل احادیث میں بہت ہیں اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنجنابؐ دو شنبہ و پنجشنبہ کو نماز وہیں پڑھتے تھے۔"[۱۰۷] عمر ابو النصر لکھتے ہیں "قبا پہنچ کر سب سے پہلے کام آپؐ نے یہ کیا کہ اپنے دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو چند ہی روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔"[۱۰۸] مولانا عبدالسلام ہمدانی امرتسری لکھتے ہیں "محلہ قبا جو ایک چھوٹی سی بستی ہے، ۸ ربیع الاول کو آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے چودہ روز قیام کیا اور اس جگہ آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسی جگہ "اسلام" کے متعلق سب سے پہلے خطبہ دیا۔"[۱۰۹]

سرکارؐ کا پہلا خطبہ جمعہ

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ربیع الاول میں اس کائناتِ عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔ ربیع الاول ہی میں قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے بقول معراج شریف بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ ہجرتِ مدینہ کی تکمیل بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ربیع الاول میں قبا پہنچے، ربیع الاول میں مسجدِ قبا بنائی۔ قبا ہی میں سرکارؐ کے قیام کے دوران میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ربیع الاول ہی میں آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء مدینہ طیبہ میں پہنچے اور نواحِ مدینہ پاک میں پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبۂ جمعہ ربیع الاول شریف میں دیا۔

عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں بیان کرتے ہیں "۲۲ ربیع الاول پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ نماز بمقام محلہ بنی سالم شہر مدینہ منورہ۔ اسی سال سے مقام یثرب مدینۃ النبی (نبی کا شہر) کہلانے لگا۔ جو بعد کو صرف المدینہ مشہور ہوا۔"[۱۱۰] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ جمعہ کے دن مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنو سالم بن عوف مقام پر جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپؐ نے وہیں وادی کی مسجد میں اپنے سو ہمراہی مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا جمعہ تھا۔ جو آپؐ نے نواحِ مدینہ میں ادا فرمایا تھا۔ اور آپؐ کا سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا تھا۔"[۱۱۱] حافظ محمد یونس "خطباتِ بصیرت" میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول یکم ہجری کو بروز جمعہ قبل دوپہر آپؐ

قبلے سے روانہ ہوئے۔ چونکہ انصار اور دیگر دوجوق درجوق آکر راستے کے دونوں جانب کھڑے ہوئے جارہے تھے۔ اس لیے سواری کی رفتار بہت تیز نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی سالم کے محلے میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہوگیا تھا اس لیے آپؐ نے وہاں نماز ادا کی۔ نماز سے قبل آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپؐ کی پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبۂ نماز تھا۔ خطبہ مبارکہ میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہے "مسلمانو! حفظ اُٹھاؤ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔ خدا نے اس لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا راستہ دکھایا ہے کہ راستبازوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔"[۱۱۲] شاہ عطاء اللہ خان عطا کہتے ہیں "چودہ دن کے بعد آپؐ نے شہر مدینہ کا رُخ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ یہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ ایسا تھا کہ جس نے سنا، اثر میں ڈوب گیا۔"[۱۱۳] "سیرۃ النبی" میں ہے "چودہ دن کے بعد جمعہ کو آپؐ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ یہ آنحضرتؐ کی سب سے پہلی نماز جمعہ اور سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوشِ مسرت سے پیش قدمی کے لیے دوڑے۔"[۱۱۴] مولوی عبدالسلام لکھتے ہیں "قبا سے جب آپؐ مدینہ کو جانے لگے تو جمعہ کا دن تھا۔ راستہ میں قبیلہ بنو سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ آپؐ نے جمعہ کی نماز وہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ تاریخ اسلام میں یہ سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور خطبۂ نماز تھا۔"[۱۱۵] "خطباتِ نبویؐ" میں ہے "آپؐ نے جمعہ کے روز قبا سے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ جب آپؐ بنی سالم بن عوف کے قبیلے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے ہی ایک مسجد بنا رکھی تھی، وہاں آپؐ نے خطبہ جمعہ فرمایا اور نماز ادا کی۔ خطبہ کی کچھ باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیانی حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیت اس سے بجز رضائے خدا اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہوگا اور مرنے کے بعد جب کہ آدمی اعمالِ خیر کا محتاج ہوگا۔ زاد و ذخیرہ ہو کے اس کو ملے گا۔ اور اس کے علاوہ اگر اصلاح نہ کرے تو وہ بدیوں کے سبب چاہے گا کہ اس میں اور بدیوں میں ایک بڑا دراز فاصلہ ہوگا۔"[۱۱۶]

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)[۱۱۷] قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ (فرمایا) "حمد و ثنا لائق خدا کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔"[۱۱۸] "دلنقوش" میں ہے "مدینہ میں نمازِ جمعہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔"[۱۱۹] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے پہلے جمعہ میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔ "میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور بہترین تاکید یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جیسے کہ خود اس نے تمہیں اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت ہے نہ اس سے افضل کوئی ذکر ہے۔"[۱۲۰]

کتاب "حیاتِ رسولؐ" میں ہے "شہر (مدینہ) میں داخل ہونے سے پہلے محلہ بنو سالم میں نمازِ جمعہ کا وقت آگیا اور آپؐ نے وہاں اسلام کا پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اپنی آئندہ زندگی کی فکر کرو۔ تم مرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر کیے جاؤ گے اور وہ تم سے ہم کلام ہوگا اور کہے گا کہ اے شخص! کیا تیرے پاس میرا رسولؐ نہیں آیا تھا جس نے تجھے میرے احکام پہنچائے۔ کیا میں نے مال دے کر تجھ پر فضل نہیں کیا تھا؟ پھر تو نے کیا توشہ آگے بھیجا؟ وہ شخص دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھے گا، کچھ نہ پائے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو جہنم کو پائے گا۔"[۱۲۱]

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں قیام

حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدینۂ پاک میں تشریف لانا، وہاں پہلا جمعہ پڑھنا، وہاں پہلا خطبہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں قیام فرمانا ہجرت مدینہ کا سے متعلق ہے۔ لیکن الگ الگ نہایت اہم واقعات ہیں، اس لیے ان کا علیحدہ علیحدہ ذکر ضروری سمجھا گیا ہے۔

"رحمت دو عالم" میں ہے "۲۰ ربیع الاول کو بروز جمعہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں داخل ہوئے، ادادتمند مدینے والوں کی مسرت کا جوش اور ارادت کے اظہار کا ولولہ اس درجہ تک تھا کہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ آپؐ میرے ہی گھر میں اُتریں مگر آپؐ نے کسی کی دل شکنی کو گوارا نہ کیا اور فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی جا کر خود بخود بیٹھ جائے گی، بس وہیں اُتر پڑوں گا۔۔۔ جہاں اب مسجد نبوی ہے، اونٹنی وہاں بیٹھ گئی۔۔۔ اس کے بعد اونٹنی اٹھی، کچھ قدم آگے چل کر پھر مڑ کر وہیں آ گئی۔ جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ یہ دوبارہ بیٹھنا آخری فیصلہ تھا ہر چند لوگوں نے کوشش کی کہ اونٹنی اٹھے مگر وہ نہ اٹھی۔ چونکہ اس مقام کے پاس جہاں اب مسجد نبوی ہے، ابو ایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ اس لیے آپؐ انہی کے یہاں مہمان اُترے۔" [122]

"نقوش" میں ہے "ہجرت کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ کی طرف چلے تو بہت سے قبائل نے آپؐ کے ٹھہرانے کی تمنا ظاہر کی لیکن یہ سعادت سیدنا ابو ایوب کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپؐ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب بیٹھ گئی۔" [123]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں "جہاں اب مسجد نبوی ہے اس سے متصل حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ کوکبۂ نبوی یہاں پہنچا، سخت کشمکش تھی کہ آپؐ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟۔۔۔ آخر یہ دولت ابو ایوب کے حصہ میں آئی۔" [124] محمد نظام الدین احمد جعفری کی کتاب میں ہے "۱۴ روز اقامت محلہ قبا کے بعد، آپؐ نے اندرِ شہر کے ارادہ اقامت کا فرمایا۔ شہر کے لوگ کمال مشتاق اس بات کے تھے اور ہر ایک کی نہایت آرزو تھی کہ آپؐ ہمارے محلہ میں ٹھہریں۔۔۔۔ آپؐ نے فرمایا تا قہر ما مور ہے جہاں بیٹھے گی وہاں ٹھہروں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے منبر مسجد شریف کی جگہ بیٹھ گئی، پھر اُٹھی اور دروازہ ابو ایوب انصاری پر بیٹھی۔" [125] "تواریخ حبیب الٰہ" میں ہے کہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ٹھہریں مگر آپؐ نے فرمایا میری اونٹنی اس کام کے لیے مامور ہے اور اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔" [126]

انصار کے ہر قبیلے اور خاندان کی دلی آرزو تھی کہ میزبانی کا شرف اسے بخشا جائے۔۔۔۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی چکر کاٹ کر ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔" [127]

"آفتاب رسالت" میں عبدالسلام بیان کرتے ہیں "ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس سعادت کا شرف مجھے عطا ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور آپ ابو ایوبؓ انصاری کے مکان میں تشریف لے گئے۔" [128]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے "بنو سالم کے مقام پر نماز پڑھنے کے بعد شہر مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے سب کی خواہش تھی کہ آپؐ ان کے ہاں ٹھہریں۔ آپؐ نے اونٹنی کو چھوڑ دیا اور وہ خدا کے حکم سے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور اس طرح آپؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان بنے۔" [129] "حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر قیام کیا۔" [130]

"نوادر محمدیہ" میں ہے "بعد از نماز آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینے کو چلے۔۔۔۔ چلتے چلتے وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے صحن میں بیٹھ گئی، گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے آہستہ آہستہ بولنے لگی۔ آپؐ اُترے اور فرمایا یہ ہے ان شاء اللہ ہماری منزل اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کجاوہ اٹھا کر اندر لے گئے۔" [131]

"مدینہ میں ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہمان بنیں مگر

۔آپ کی اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے سامان اٹھایا اور اپنے گھر میں لے گئے۔"[۱۴۲] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار جب مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ جس محلہ یا گلی میں جاتے، لوگ آپ کی اونٹنی کو پکڑتے تاکہ آپ انھی کے گھر میں قیام فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ، یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی چلتے چلتے مسجد نبوی کی جگہ جا رکی۔ تھوڑا سا آگے گئی پھر واپس پہلی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہاں حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔"[۱۴۳]

مسجد نبویؐ کی تعمیر

"مسجد نبویؐ کی تعمیر ربیع الاوّل ۱ھ میں ہوئی۔ سرکار رحمۃ للعالمینؐ مدینے میں تشریف لائے تو آپؐ نے فوراً ہی اپنے منصوبے کے مطابق تعمیری و انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور اس مقصد کی خاطر سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی۔ آپؐ نے جس زمین پر مسجد تعمیر کی۔ وہ بنو نجار کے دو انصار کی ملکیت تھی جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ یہ دو بھائی تھے انہوں نے یہ زمین خدا کے گھر کے لیے بلا معاوضہ آپؐ کی نذر کرنا چاہی۔ لیکن آپؐ نے باصرار قیمت دے کر خریدا۔ آپؐ چونکہ عنقریب اسلامی مملکت کے پہلے سربراہ یعنی حکمران بننے والے تھے لہٰذا آپؐ نے مفت زمین لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس سے آئندہ حکمرانوں کو لوگوں سے جبراً بلا قیمت زمین لینے کا (چاہے مسجد ہی کے لیے ہو) جواز مل جاتا اور لوگ اسے سُنّت سمجھ بیٹھتے اور اس طرح دنیا میں ظلم کی رسم پڑ جاتی۔"[۱۴۴]

پہلی اذان

کتاب "پیغمبر اعظم و آخر" کے مطابق پہلی اذان ربیع الاوّل ۱ھ مطابق اکتوبر ۶۲۲ء کو مسجد نبویؐ میں دی گئی۔ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر لکھتے ہیں "مسجد نبویؐ کی تعمیر کے ساتھ نظامِ صلوٰۃ کے قیام کی پہلی ضرورت تو پوری ہو گئی لیکن وقت مقررہ پر باجماعت نماز ادا کرنے کا بندوبست کرنا ابھی باقی تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں متعدد تجاویز پیش کیں۔ مثلاً ناقوس، دف، منادی وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو مطلع کیا جائے لیکن آپؐ نے کسی تجویز کو پسند نہ فرمایا۔ آپؐ یقیناً وحی کے منتظر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کے ذریعے اذان کے مروجہ طریقے اور الفاظ سے مطلع کیا جس تواتر دیکھیے کہ بعض صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی خواب میں مروجہ اذان سُنی اور آپؐ کی خدمت اقدس میں اس کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس میں وحی تم سے سبقت لے گئی۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور اس طرح حضرت بلالؓ کو اسلام کا پہلا مؤذن بننے کا قابلِ رشک شرف حاصل ہے۔"[۱۴۵]

غزوۂ بواط

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیاتِ طیبہ میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے بہت سے معرکے ہوئے۔ ان میں سے کئی غزوے اور کئی سرایا بھی ربیع الاوّل کے مہینے میں وقوع پذیر ہوئے۔ ایسے معرکوں کا اجمالی ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غزوۂ بواط ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔[۱۴۶] اس غزوہ کے علمبردار سعد بن ابی وقاصؓ تھے[۱۴۷] اور ان کا نائب سعد بن معاذؓ کو مقرر کیا گیا تھا۔[۱۴۸] یہ غزوہ ہجرت سے تیرھویں مہینے کے آغاز ماہ ربیع الاوّل میں وقوع پذیر ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔ آپ دو سو اصحاب کے ساتھ قافلۂ قریش کے قصد سے نکلے جس میں امیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے مگر مقابلہ نہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بواط سے واپس تشریف لے آئے۔[۱۴۹]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس غزوے کا ذکر کیا ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قافلے کے ساتھ روانگی کا بطورِ خاص ذکر نہیں کیا۔ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینے میں غزوۂ بواط میں دو سو صحابہؓ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لیے روانہ کر دیا۔ ان میں اُمیہ بن خلف تھا۔ یہ لوگ رضوی کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے۔ یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آ گئے۔"[140] مولوی الحق النبی علوی اپنے مضمون "سیرتِ نبوی (توقیت کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ بواط غزوۂ بدرِ اولیٰ کے بعد کا واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں "اس غزوہ پر جانے کی تاریخ ابنِ حبیب کے موجودہ نسخے میں ۲ ربیع الآخر یوم دوشنبہ نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی تاریخِ مراجعت دوشنبہ ۱۲ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔"[141] غزوۂ بواط ابتدائی مہموں کے سلسلے کی پانچویں کڑی تھی۔ واقدی کے مطابق بواط ایک مقام تھا جو ینبع کے کنارے ذی خشب کے نواح میں واقع تھا اور مدینہ سے اس کا فاصلہ محض تین برد تھا۔ ربیع الاوّل ۲ھ/ستمبر ۶۲۳ء میں یعنی چوتھی مہم کے ایک ماہ کے اندر اندر آپ کاروانِ قریش کو روکنے کی غرض سے نکلے۔ اس بار کاروانِ مکہ میں سو قریشی تھے اور پندرہ سو اونٹ اور سالارِ کارواں اُمیہ بن خلف جمحی تھا لیکن مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور آپ لوٹ آئے۔[142] "خطباتِ سیرت" میں حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "ربیع الاوّل ۲ھ کو حضورؐ بہ نفسِ نفیس ۲۰۰ جاں نثاروں کو لے کر رضوی پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستے میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا جو اُمیہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا مگر حضورؐ نے ان کو گزرنے دیا۔"[143]

غزوۂ سفوان یا بدرِ اولیٰ

[144] غزوۂ بدرِ اولیٰ یا غزوۂ سفوان ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاوّل ہی میں کرز بن جابر فہری (جو روسائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا)

کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرز مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جماء میں چرا کرتے تھے، ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادیٔ سفوان تک تشریف لے گئے مگر کرز بچ کر نکل گیا۔ اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔"[145] "خطباتِ سیرت" میں ہے "ربیع الاوّل ۲ ہجری کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپؐ نے سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا مگر آئندہ کے لیے سدِباب ہو گیا۔"[146] مولوی الحق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "ابنِ اسحٰق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الآخری ۲ھ کا تھا، چنانچہ ابنِ حبیب نے اس کی تاریخ ۱۲ جمادی الآخری ۲ھ ہی بیان کی ہے بخلاف اس کے واقدی اور ابنِ سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاوّل ۲ھ کا ہے۔"[147] محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون میں بدرِ اولیٰ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں، "واقدی کا بیان ہے کہ ربیع الاوّل ۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے اونٹوں پر، جو جماء اور اس کے نواح میں چرتے تھے، حملہ کیا تھا۔ خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حملہ آوروں کے تعاقب میں نکلے مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ ... طبری کے بیان کے مطابق اضافہ ہے کہ لشکر کا علم سب کے سب مہاجر تھے لیکن ان کی تعداد کسی نے بھی نہیں بیان کی ہے۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کے بیانات بھی دوسروں کی مانند ہیں۔"[148]

غـــزوۂ لوط

مولوی اشرف علی تھانوی کے مطابق "ربیع الاوّل ۲ ہجری میں غزوۂ لوط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ہوا۔"[149]

سریۂ زید بن حارثہ

مولوی اسحٰق النبی علوی لکھتے ہیں "سریۂ زید بن حارثہؓ کے متعلق ابن اسحٰق کی تشریح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد کا ہے۔ یعنی ربیع الاول ۳ھ کا بخلاف اس کے واقدی اور ابن سعد نے اس کو جمادی الاخریٰ کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اس واقعے کی تاریخوں پر بھی دو تقویمی کارفرمائی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ جدول تقدیم میں ربیع الاول ۳ھ مکی، جمادی الاخریٰ مدنی کے مطابق ہے۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ موسم سرما کا تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ربیع الاول ۳ھ نومبر دسمبر ۶۲۴ء سے مطابق تھا۔ [150]

کعب بن اشرف کا قتل یا سریۂ محمد بن مسلمہ

محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں یہودی کعب بن اشرف کا خاتمہ ربیع الاول ۳ھ اگست ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔ [151] شبلی نعمانی لکھتے ہیں "یہودیوں میں کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔۔۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔۔۔ لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے شعر پڑھتا اور روتا اور رُلاتا تھا۔۔۔ مدینہ میں واپس آیا تو آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار کہتا اور لوگوں کو آنحضرتؐ کے برخلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔ فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپؐ کی مرضی سے حضرت محمد بن مسلمہؓ نے بہ مشورہ رؤسائے اوس جا کر اس کو ربیع الاول ۳ھ میں قتل کر دیا۔ [152]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "پیغمبر اعظم و آخر" میں لکھتے ہیں "یہودی فتنہ گر دسر غنہ کعب بن اشرف کا انجام ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔۔۔ محمد بن مسلمہؓ نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ایسے ڈرامائی انداز میں کعب بن اشرف کا خاتمہ کر دیا کہ یہودیوں میں خوف و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں تحریری طور پر عہد کرنا پڑا کہ وہ آئندہ ایسی مذموم حرکات اور باغیانہ سرگرمیوں سے باز رہیں گے۔ اس واقعے سے وہ فتنہ فرو ہو گیا جو جنگ اُحد میں مسلمانوں کے لیے مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ [153]

شیخ محمد رضا کے مطابق کعب بن اشرف محمد بن مسلمہؓ کا ماموں تھا مگر جب اس کی شرارتیں اور اسلام کے خلاف حربے حد سے بڑھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا فرمائی "اے اللہ! مجھے جس طرح ہو کعب بن اشرف کے فتنہ سے بچا۔" اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ماموں کو مارنے کی اجازت آپؐ سے لی۔ اور حضرت ابونائلہؓ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی اور شاعر تھے اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ شیخ محمد رضا یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں ہوا۔ [154]

اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بن حارث قیسیہ جو قبیلہ عامر بنو صعصعہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ لقب اُمّ المساکین تھا۔ آپ شہیدِ اُحد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اوائل رمضان میں دوسرا نکاح فرمایا اور بارہ اوقیہ زرِ مہر قرار پایا۔ آپؓ نے اسی سال یعنی ۳ھ ربیع الاول میں انتقال فرمایا۔ [155]

حضرت اُمّ کلثومؓ کا نکاح

عمر ابوالنصر "رسولؐ عربیؐ" میں حضرت اُمّ کلثومؓ کے نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں "حضرت عثمانؓ کی پہلی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھیں۔ جب حضور جنگ بدر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو وہ سخت بیمار ہو گئیں اور چند ہی دنوں میں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کی وفات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی حضرت

عثمانؓ سے کردی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔ یہ شادی ربیع الاول ۳ھ میں ہوئی۔[156] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "اس واقعے سے متعلق واقدی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا نکاح ربیع الاول ۳ھ میں ہوا تھا مگر رخصتی جمادی الاخریٰ میں ہوئی، جس کی بظاہر کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ گمان غالب یہ ہے کہ واقدی کو اس نکاح کی دو مختلف روایتیں پہنچی تھیں۔ ایک ربیع کی دوسری جمادی کی۔ ان دونوں میں تطبیق کی خاطر انہوں نے نکاح اور رخصتی دونوں رسموں کو علیحدہ علیحدہ مہینے میں قرار دیا۔"[157]

"مدینۃ الرسولؐ" میں ہے "حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں سیدنا عثمانؓ کے نکاح میں آگئیں۔ چھ سال تک سیدنا عثمانؓ کے ساتھ رہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ۹ھ میں انتقال فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔"[158] مولانا سید سلیمان ندوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "۲ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ نے حضرت اُمِ کلثومؓ سے نکاح کر لیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا "میں تم کو عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو۔ اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کر دیتا ہوں۔"[159] شاہ مصباح الدین شکیل کے مطابق "یہ شادی وحیِ الٰہی کی بنا پر ہوئی۔ ۲ھ میں بدر کی لڑائی کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ راہیِ ملکِ عدم ہوئیں تو حضرت عثمانؓ بے حد مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان! تم اس قدر کیوں حزن و ملال میں مبتلا ہو۔ عرض کیا مجھ سے زیادہ بد نصیب کون ہوگا

کہ نبی زادی خاک بسر ہو رہی ہیں اور خانوادۂ نبوت سے ہمیشہ کے لیے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریلؑ امین اس حکم کے ساتھ حاضر ہوتے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اُمِ کلثومؓ کا عقد عثمان کے ساتھ کر دیا۔ تعمیلِ حکم میں حضرت رقیہؓ کے مہر کے برابر مہر پر عقد ہوا۔ یہ واقعہ ربیع الاول کا ہے۔ دو ماہ بعد جمادی الآخر ۳ ہجری میں رخصتی عمل میں آئی۔"[160]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے کہ حضرت رقیہؓ کے انتقال پر حضرت اُم کلثومؓ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ کو کر دیا۔ اور دو ماہ بعد رخصتی ہوئی۔[161]

غزوۂ ذوامر یا غزوۂ انمار یا غزوۂ غطفان

مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "غزوۂ ذوامر کے واقعے کی توقیت پر بھی دو تلفظوں کی کارفرمائی کا اثر واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کیونکہ ابن اسحٰق کی صراحت سے اس کی تاریخ آخر ذوالحجہ ۲ھ ثابت ہوتی ہے جبکہ واقدی کے نزدیک یہ ربیع الاول ۳ھ کا واقعہ تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲ھ میں ذوالحجہ اور ربیع الاول متبادل مہینے تھے۔"[162] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مضمون میں ہے "غزوۂ ذوامر ربیع الاول ۳ھ مطابق ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔"[163] جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر کے مطابق یہ غزوہ محرم ۳ ہجری مطابق ۶۲۴ء کو ہوا۔[164]

غزوۂ بنی نضیر

حکیم غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاول ۴ھ مطابق ۶۲۵ء میں غزوۂ بنی نضیر پیش آیا۔ جس کے بعد یہودانِ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔"[165] عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ ربیع الاول ۴ ہجری کو غزوۂ بنو نضیر پیش آیا۔[166] شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب میں ہے "ربیع الاول سے

ماہ میں غزوہ بنی النضیر واقع ہوا۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ یہاں کے لوگوں کو چند روز تک محصور رکھا گیا۔ آخر کار جب یہ لوگ شام کی جانب جلاوطنی پر راضی ہو گئے تو انہیں جانے کی اجازت مل گئی۔"[127] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مطابق غزوہ بنو نضیر کا واقعہ ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست ۶۲۵ء کو پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کو مقرر کیا۔[128]

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: "بنو نضیر یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا جو مسجد نبوی سے جنوب مشرق کی طرف شہر سے باہر آباد تھا۔ یہ ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے تین علماء سے اسلام پر گفتگو کرنے کے لیے تشریف لائیں اور ساتھ تین صحابی بھی لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمالی اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر ان کے ہاں چلے گئے۔ یہود نے آپ کے آنے سے پہلے چھت پر ایک یہودی کو چڑھا دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جب مسلمان باتوں میں لگ جائیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک وزنی سل گرا دے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو انہیں اسی دیوار کے سائے میں بٹھایا گیا لیکن وحی نے آپ کو سازش کی اطلاع دے دی۔ چنانچہ آپ اُٹھ کر واپس چلے گئے اور بنو نضیر کو سزا دینے کی سکیم بنانے لگے۔ آپ ربیع الاول ۴ھ میں صحابہؓ کا ایک جیش لے کر بنو نضیر کے محلے میں گئے، ان کا محاصرہ کر لیا اور پندرہ دن کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ یہود ہتھیار چھوڑ جائیں اور جتنا سامان اُٹھا سکتے ہیں، لے کر مدینہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیبر وغیرہ کی طرف چلے گئے۔"[129]

نور بخش توکلی لکھتے ہیں: "آپ نے بنو نضیر کی شرارتوں سے تنگ آکر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار آپ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور اجازت دی کہ وہ جو مال اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔"[130] شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے: "بنو نضیر میں سے صرف دو شخص اسلام لائے۔ یامین بن عمیر بن کعب بن عمیر بن حجاش اور ابوسعد بن وہب۔ چنانچہ یہ بدستور اپنے اموال پر قابض رہے اور انہوں نے اپنا مال و سامان محفوظ کر لیا۔ اس غزوہ میں عزوک قتل کر دیا گیا جو بنی نضیر کا بہادر تیر انداز تھا۔ اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔"[131] شاہ عطاء اللہ خان لکھتے ہیں: "بنی نضیر کی جلاوطنی ربیع الاول ۴ھ میں ہوئی۔ بنو قریظہ نے تو آپ سے معاہدہ کر لیا مگر بنو نضیر نے اپنی شرارتوں اور شیطنت کاریوں پر برابر قائم رہے۔ انہیں اپنی شجاعت و دولت مندی اور مضبوط و مستحکم قلعوں پر بڑا ناز تھا۔ قریش کے بھروں میں آئے ہوئے تھے، اعلانیہ کہتے تھے کہ مسلمان ابھی قریش ہی سے لڑے ہیں ہمارے دست و بازو انہوں نے نہیں دیکھے۔ ہم سے مقابلہ پڑے تو ہم انہیں دکھا دیں۔ رسول کریمؐ انہیں سمجھانے کے لیے گئے تو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ آپ کو دھوکے سے بلا کر اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آگے بلایا مگر آپ کو ان کی سازش کا علم ہو گیا۔ اور آپ لوٹ آئے . . . جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو انہیں سزا دینے کا تہیہ کیا گیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جمعیت لے کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہ ہر طرح سے مجبور ہو گئے تو انہوں نے اظہار عجز کیا اور یہ خود ہی جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور انہیں اپنے تمام مال و متاع سمیت نکل جانے کی اجازت دے دی۔"[132] مولوی ابو الحق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: "غزوۂ بنو نضیر کے واقعہ کی تاریخ ابن حبیب نے شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۴ ہجری بیان کی ہے جو ملکی تقویم کے حساب سے ٹھیک بیٹھتی ہے۔ وسٹنفیلڈ کی تقویم کے اعتبار سے یہ تاریخ غلط ہے۔"[133]

مسجد الفضیخ یا مسجد الشمس

عبدالباری لکھتے ہیں: "اس واقعہ (غزوہ بنی نضیر) کی یادگار میں مسجد شمس یا مسجد الفضیخ یا مسجد الفضیخ موجود ہے۔"[134] اب اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے

قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ اس کی چھت ندارد ہے۔ مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا تو چھ روز تک اسی مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ایوب اور انصار کی ایک جماعت اس مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر فضیخ استعمال کرتے تھے، یہ ایک پینے کی چیز ہے۔ جب شراب کی حرمت کے لیے آیت نازل ہوگئی تو اس خبر کو سن کر مشکیزہ کا تسمہ کھول دیا اور مشک میں جتنی فضیخ تھی، اسی مقام پر گرا دی۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو یا شراب کی نجاست کا علم اس کے بعد ہوا ہو۔ امام احمد اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اسی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فضیخ کا ایک کوزہ لایا گیا تھا جس کو آپؐ نے نوش فرمایا تھا۔ اسی سبب سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔[146]

سورۂ حشر

غزوۂ بنی نضیر کے مہینہ یعنی ماہ ربیع الاوّل میں سورۂ حشر نازل ہوئی۔[147] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں: "ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سورۂ حشر پوری کی پوری بنو نضیر کے واقعات میں نازل ہوئی ہے جس میں ان مصائب کا مفصل بیان کیا گیا ہے جو خدا کی طرف سے یہود پر نازل ہوئے اور جو آنحضرتؐ نے ان پر اللہ کی طرف سے مسلط فرمائے۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ حشر کا ذکر کیا تو فرمایا اسے سورۂ نضیر کہو۔[148] عبد الباری لکھتے ہیں: "پڑاؤ ڈالنے کے بعد بنو النضیر کے پورے محلہ کو اس طرح گھیر لیا کہ کسی طرف سے نہ کوئی نکل کر باہر جا سکے اور نہ باہر سے کسی قسم کی مدد محلہ میں پہنچ

سکے۔۔۔ مگر جب کیمپ سے دونوں محلوں کی طرف نگاہ دوڑائی جاتی تو درمیان کے کھجور کے درخت یہودیوں کے قلعوں کو آڑ کر لیتے تھے۔ ان درختوں کو بغیر کاٹے کام چلنا مشکل نظر آیا۔ حسن اتفاق سے ان زاویوں کے درمیان جو کھجور کے درخت حائل تھے، گھٹیا قسم کے تھے جن کے کاٹے جانے سے کم نقصان تھا۔ بیہقی کا تو بیان ہے کہ بنو النضیر اس کھجور کو غذا کے کام میں بھی نہ لاتے تھے۔۔۔۔ جب اس طرح درختوں کو کاٹا جانے لگا تو بنو قریظہ نے آپؐ کو کہلا بھیجا: "اے محمدؐ تم تو فساد کو منع کرتے ہو اور کہتے ہو کہ میں اصلاح کرنے آیا ہوں، پھر یہ درخت کیوں کاٹ رہے ہو؟ کیا یہ اصلاح ہے۔ آپؐ کے اور مسلمانوں کے متفکر ہونے پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔۔۔ "تم نے لینہ کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جس قدر ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب خدا کے اذن سے ہوا اور اس لیے کہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔"[149]

شراب کی شرعی حد

عبد القدوس ہاشمی لکھتے ہیں: "۴ ہجری ربیع الاوّل غزوہ بنو نضیر ہوا اور شراب کی تحریم کا حکم نازل ہوا۔"[150] شیخ محمد رضا شراب کے متعلق لکھتے ہیں: "حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے شراب پینے والے کو کھجور کی چھڑی اور جوتوں سے پٹوایا۔۔۔۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں اسے کھجور کی چھڑی سے چالیس ماریں لگوائیں۔ شراب ۴ھ میں غزوۂ بنی نضیر کے اثنا میں حرام کی گئی۔"[151]

غزوہ دومۃ الجندل

"سرایائے القدسؐ" میں ہے: "ربیع الاوّل ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپؐ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔"[152] شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: "ربیع الاول

کے مہینے میں جنگ کے بغیر غزوہ دومۃ الجندل واقع ہوا۔"[۱۴۲] کرنل ڈاکٹر محمد ایوب خان اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "دومۃ الجندل والوں کی خبر ملی کہ وہ مقابلہ کے لیے نکل رہے ہیں۔ ربیع الاول ۵ھ میں آپ نے ایک ہزار صحابہ رض کے ہمراہ ادھر سبقت کی۔ وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کچھ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ملیں۔ دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے اور دمشق سے پانچ روز کی مسافت پر۔"[۱۴۳] غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "دومۃ الجندل کا قصبہ مدینے سے پانچ سو میل شمال میں اس تجارتی شاہراہ کے قریب واقع تھا جو یمن سے شام تک جاتی تھی چونکہ وہاں کے قبائل مدینہ کے تجارتی قافلوں کے لیے خطرہ بن گئے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گوشمالی کے لیے ۲۳/۲۴ ربیع الاول ۵ھ کو ایک ہزار صحابہ رض کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ حضرت سباع بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور پندرہ دن کے بعد دومہ میں پہنچے لیکن قبائل منتشر ہو چکے تھے اس لیے واپس آگئے۔"[۱۴۴]

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ کے بعد، ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں شر پسندوں کی ایک جماعت ہے جو وہاں سے گزرنے والوں کو ستاتی ہے۔ چنانچہ آپ ایک ہزار صحابہ کو لے کر ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مدینہ کی سربراہی سباع بن عرفطہ رض کے سپرد کی۔ جب وہاں پہنچے تو وہ اسے بھیڑ بکریوں کے کچھ ریوڑ تھا۔ چنانچہ ان کے ڈھور ڈنگر اور بوڑھ چرانے والوں کو قابو کر لیا۔ کئی مارے گئے اور کئی بھاگ گئے۔ اہالیانِ بستی کو پتہ چلا تو وہ غائب ہو گئے۔ آپ وہاں پہنچے تو کسی سے آمنا سامنا نہ ہوا۔ آپ نے چند دن وہاں قیام فرمایا اور ادھر ادھر مہمیں روانہ کیں۔ ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو واپس آگئے۔"[۱۴۵]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے مطابق "ربیع الاول ۵ھ مطابق اگست ۶۲۶ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ دومۃ الجندل میں، جو مدینے سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے، مشرکین کثیر تعداد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا منصوبہ قافلوں کو لوٹنا اور مدینے کو تاخت و تاراج کرنا ہے۔ فتنے کو سر اٹھاتے ہی کچل دینا آپ کی کامیاب حکمت عملی تھی۔ لہٰذا آپ نے فوراً ۲۵ ربیع الاول ۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ء کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف پیش قدمی کی۔ سباع رض بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مشرکین کو اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ اٹھے۔ بغاوت فرو ہو گئی اور فتنہ دب گیا۔"[۱۴۶]

مہم یا غزوہ بنی لحیان

غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاول ۶ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور علیہ السلام غزوہ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔"[۱۴۷] محمد یسین مظہر صدیقی کے مطابق "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن اُمِ مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔"[۱۴۸] شیخ محمد رضا کہتے ہیں: "یہ غزوہ ابتدائے ماہ ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی ۶۲۷ء کو واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھی قراء کے قتل کی وجہ سے بہت رنجیدہ تھے جو ماہ صفر ۴ھ میں بئر معونہ کے مقام پر دھوکے سے قتل کر دیے گئے تھے۔ پس آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ آپ شام جا کر ان مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔۔۔۔ وہاں پہنچ کر آنحضرت کو معلوم ہوا کہ وہ کفار آپ کی آمد سے خائف ہو کر پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جا چھپے ہیں۔ آپ نے وہاں ایک دو دن قیام فرمایا اور ان کی تلاش میں پہاڑوں کے ہر طرف طلایہ گرد دستے روانہ فرمائے۔ پس حضرت ابوبکر رض کو دس سواروں کا دستہ دے کر روانہ فرمایا تاکہ قریش کو ان کی آمد کا علم ہو تو وہ دہشت زدہ ہو جائیں۔ پھر آنحضرت بغیر جنگ کیے واپس ہو گئے۔"[۱۴۹]

نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں "یہ غزوہ یکم ربیع الاول ۶ھ مطابق ۲۱ جولائی ۶۲۷ء کو ہوا۔ اس مہم کا مقصد حضرت عاصم بن ثابت رض اور دیگر شہدائے رجیع کا انتقام لینا"

تھا۔ اس کی قیادت آپؐ نے کی تھی۔ بنو لحیان خوف سے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ آپؐ اہل مکہ کو مرعوب کرنے کی خاطر اور آگے بڑھے اور مکے کی حدود میں پہنچ کر مراجعت فرمائی۔[190]

مہم عکاشہؓ

علامہ جیلانی برقؔ لکھتے ہیں کہ "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ نجد کا ایک قبیلہ اسد شرارت پر آمادہ ہے آپؐ نے حضرت عکاشہؓ بن محصن الاسدی کو ربیع الاول ۶ھ میں چالیس صحابہ کا ایک دستہ دے کر اس کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ جب یہ دستہ ارض اسد کے ایک چشمے غمر پر پہنچا تو وہ لوگ منتشر ہو گئے۔"[191] محمد رضا لکھتے ہیں "غمر مکہ کے راستہ میں فید نامی قلعہ سے دو دن کے فاصلہ پر واقع قبیلہ بنی اسد کا کنواں ہے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔ حضرت عکاشہؓ چالیس آدمیوں کا دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ دشمن ان کی آمد کی خبر سے خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے جب مسلمان ان کے مقام پر پہنچے تو ان کے فرار ہو جانے کی وجہ سے ان کا شہر خالی پایا۔ پس مسلمانوں نے ان کی تلاش میں ایک دستہ روانہ کیا جنھوں نے قریب ہی ان کے اونٹوں کے پیروں کے نشانات دیکھ کر ادھر کا رخ کیا اور ان کے ایک آدمی کو پا لیا۔ اور اسے امان دے دی جس کے بدلے اس نے اپنے قبیلہ کے اونٹوں کا پتا بتا دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے ان کے دو سو اونٹ ہانک لیے اور اس پتا بتانے والے کو آزاد کر دیا۔ اور اونٹوں کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔"[192]

مہم ذوالقصہ

نقوش کے مطابق "مدینہ سے چوبیس میل دور نجد میں بنو ثعلبہ کا ایک مرجع ذوالقصہ کہلاتا تھا۔ حضورؐ کو اطلاع ملی کہ وہاں ثعلبہ کے آدمی حملے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ربیع الاول ۶ھ میں محمدؓ بن مسلمہؓ کو صرف دس صحابہ کے ہمراہ

مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہاں ایک سو آدمی اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے سب کو مار ڈالا۔ صرف محمدؓ بن مسلمہ بچ کر نکل سکے۔ حضورؐ نے فوراً چالیس صحابہ کا ایک اور دستہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں روانہ کیا لیکن وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ دو تین ہفتے بعد ثعلبہ کے چند آدمی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے مدینہ کے قریب ایک چراگاہ میں آ گئے۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو دوبارہ چالیس صحابہؓ کے ساتھ بھیجا، وہ خود تو بھاگ گئے۔ لیکن ان کے بیشتر مویشی پیچھے رہ گئے جنھیں یہ ہانک لائے۔"[193]

غزوہ ذی قرد

"سراپائے اقدسؐ" میں ہے "ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی 627ء کو غزوہ بنی لحیان واقع ہوا۔۔۔۔ اسی ماہ غزوہ ذی قرد پیش آیا جس میں دشمن کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔"[194] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "اس کا نام غزوۂ غابہ بھی ہے۔ ذوقرد غطفان کے علاقے کے قریب مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے۔ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول ۶ھ مطابق جولائی 627ء میں پیش آیا تھا۔ بخاری میں ہے کہ یہ غزوہ خیبر سے تین دن قبل اور غزوہ حدیبیہ کے بیس دن بعد پیش آیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضرتؐ کے اونٹوں پر چھاپہ مارا تھا۔۔۔ آنحضرتؐ نے حسب عادت اپنے بعد حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور پانچ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنے بعد تین سو مجاہدین کے دستے کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے مامور فرما گئے۔۔۔ اس غزوہ کا انجام یہ ہوا کہ مسلمانوں نے دشمن کو جا لیا اور انھیں شکست دے دی۔ ان کے سرغنوں کو قتل کر ڈالا۔۔۔ مسلمانوں کے صرف ایک مجاہد محرزؓ بن نضلہ شہید ہوئے۔ پھر آنحضرتؐ آگے بڑھ کر خیبر کے سامنے مقام ذاکر تک پہنچ گئے تو دشمن پناہ کے لیے بنی غطفان کے پاس جا چھپے۔۔۔ اس موقع پر حضرت ابوقتادہؓ نے مسعدہ بن حکم فزاری کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار انھیں عطا فرما دیے۔

اِدھر راستہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو ابان بن عمرو اور اس کا بیٹا عمر ایک اونٹ پر سوار مل گئے تو آپؓ نے انہیں اپنے نیزے میں پرو کر دونوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرتؐ اس موقع پر مدینہ سے پانچ دن غیر حاضر رہے۔[195]

سریہ حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ یا سریہ بنو ہوازن

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ کے مطابق (یہ سریہ) "ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاول کے مہینے میں چوبیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن کی ایک جماعت کے خلاف بھیجی گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے، تا آنکہ ایک صبح کو ان پر حملہ کر دیا۔ اونٹ اور بکریاں پکڑ لیں اور ہانک کر مدینے لے آئے۔"[196]

مہم کعبؓ بن عمیر یا ذات اطلاع

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضورؐ نے ربیع الاول ۸ھ میں حضرت کعبؓ بن عمیر غفاری کو پندرہ صحابہ کے ہمراہ ذات اطلاع میں تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور سب کو مار ڈالا۔ صرف ایک زخمی کسی طرح مدینے میں واپس پہنچا۔[197] "انوار محمدیہ" میں ہے "یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاول کے مہینے میں پندرہ آدمیوں کے ساتھ ذات اطلاع کے خلاف روانہ کی گئی۔ وہاں پہنچے تو مقابلے پر ایک بڑی جماعت موجود تھی، گھمسان کا رن پڑا۔ چنانچہ مسلمان شہید ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک زخمی مسلمان جو ان کا امیر بنایا جاتا تھا، ان میں سے غائب ہو گیا۔ جب رات چھا گئی تو وہ بمشکل تمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا رنج ہوا چنانچہ ان کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا لیکن معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو گئے ہیں۔ اس لیے ارادہ ترک کر دیا گیا۔[198]

عدی بن حاتم طائیؓ

۹ھ ربیع الاول کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک مہم طے کے علاقے کی طرف بھیجی۔ ان کے آنے کی خبر سن کر عدی بن حاتم طائی بھاگ گیا۔ اور اس کے قبیلہ والوں کو قید کر لیا گیا جن میں اس کی بہن سفانہ بھی تھی۔ ان قیدیوں کو مدینہ میں لایا گیا اور مسجد نبویؐ کے قریب ایک حظیرہ میں رکھا گیا۔ جب آپؐ اس طرف سے گزرے تو سفانہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ اس کا بھائی فرار ہو گیا ہے اس لیے اس کا فدیہ دینے والا کوئی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ آپؐ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد وہ اپنے بھائی کے پاس ملک شام پہنچی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت تعریف کی اور اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ شام سے سیدھا مدینہ پہنچا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد میں تھے۔ عدی بن حاتم کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک بڑھیا ملی۔ اس کی بات آپؐ نے نہایت غور سے سنی۔ گھر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی بن حاتم دل میں پکار اٹھا کہ یہ کام کسی بادشاہ کا نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں کرنے کے بعد اسلام لے آیا۔[199]

وفد بلی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مختلف قبیلوں کے وفد حاضر ہوتے رہے۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ربیع الاول ۹ھ میں بلی کا وفد ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے "حضرت رویفع ابن ثابت

بلوی فرماتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول ۹ھ میں میری قوم کا وفد آیا۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ پھر انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اپنے کاشانہ مبارک میں صبح کے وقت تشریف فرما تھے۔ وفد کے رئیس ابو الضباب آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور گفتگو کے بعد سب لوگ اسلام لے آئے۔ انہوں نے میہمانی کا حکم اور چند دیگر دینی مسائل پوچھے جو آپؐ نے بیان فرمائے۔ پھر میں ان حضرات کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کی ایک گٹھڑی اٹھا کر لا رہے ہیں۔ فرمایا ان کھجوروں سے کام چلاؤ۔ میں نے ان حضرات کو یہ کھجوریں اور کچھ دوسری چیزیں پیش کیں۔ انہوں نے تین دن قیام کیا پھر رخصت لینے کے لیے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں عطیات عطا فرمائے۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے علاقے میں چلے گئے۔[200]

سریہ بنی کلاب

"انوار محمدیہ" میں ہے "یہ مہم بنو کلاب کے خلاف ہجرت کے نویں سال ربیع الاول میں بجانب قرطا روانہ کی گئی۔ انہیں دعوت اسلام دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جنگ ہوئی، بنو کلاب بھاگ گئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل ہوا۔"[201]
غلام جیلانی برق کے مضمون میں ہے "بنو کلاب نجد میں رہتے تھے۔ ان کے متعلق خبر ملی کہ یہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے ربیع الاول ۹ھ میں حضرت ضحاکؓ بن سفیان کو ان کی طرف بھیجا۔"[202] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے ماہ ربیع الاول ۹ھ کو مجاہدین کا ایک لشکر قرطاء کی طرف بھیجا۔ اس پر حضرت ضحاک... کو افسر مقرر فرمایا جو بڑے دلیر اور بہادر لوگوں میں سے تھے۔ ان کے ساتھ اصید بن سلمہ بن قرطؓ بھی تھے۔ پس یہ لوگ قرطیوں سے زج لاوہ (نجد کے ایک مقام) پر جا ملے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تب مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی۔ اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا۔"[203] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں "۹ ہجرت ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی۔"[204]

سریہ خالد بن ولیدؓ

"انوار محمدیہ" کے مطابق "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے ہجرت کے دسویں سال ربیع الاول کے مہینے میں بنو عبد المدان کی طرف جو نجران کا ایک قبیلہ تھا، روانہ فرمایا تھا۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔"[205] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے ماہ ربیع الاول ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو مجاہدین کا سردار بنا کر نجران کی طرف بنو حارث بن کعب پر فوج کشی کے لیے روانہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ ان سے جنگ کرنے سے پہلے ان پر تین دن تک اسلام کی دعوت پیش کریں۔ اگر وہ منظور کر لیں تو تم ان کا اسلام قبول کر لو۔ پھر ان میں قیام کر کے انہیں اللہ کی کتاب، سنت نبی کریمؐ اور اسلامی حقائق کی تعلیم دیتے رہو۔ اہل نجران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ پس یہ ہدایات لے کر حضرت خالد بن ولیدؓ روانہ ہو کر نجران پہنچے اور سواروں کو مختلف سمتوں میں بھیج دیا تاکہ وہ ہر طرف لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔۔۔ پس وہ لوگ اسلام لے آئے۔"[206]

حضرت ابراہیمؓ کا انتقال

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ابراہیمؓ کا انتقال خاص اہمیت رکھتا ہے اور یہ واقعہ بھی ربیع الاول میں پیش آیا۔
حکیم غلام نبی لکھتے ہیں "حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ سولہ ماہ کی عمر میں ربیع الاول ۱۰ھ میں وفات پا گئے۔"[207] سید سلیمان ندوی حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت ابراہیمؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذوالحجہ ۸ ہجری بمقام عالیہ جہاں حضرت ماریہ قبطیہ رہتی تھیں، پیدا

پیدا ہوئے۔۔۔۔ ابراہیمؑ نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال کیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر ہوئی تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گود میں اٹھا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا یا رسول اللہ آپ کی یہ حالت ہے، آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔۔۔۔ چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ قبر میں فضل بن عباسؓ اور اسامہ نے اتارا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبر کے کنارے کھڑے تھے۔۔۔۔ ابو داؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو مہینے دس دن عمر پائی۔ ذوالحجہ سنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس روایت کی بنا پر سنہ ۹ھ میں انتقال ہوا۔ واقدی کے نزدیک ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں وفات کی۔[۲۳] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ جو آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے تولد ہوئے تھے، صرف سولہ مہینے کی عمر میں ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء وفات پا گئے۔ آنحضرتؐ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سہارے حجرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں حضرت ابراہیمؑ قریب المرگ تھے جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔۔۔۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت ابراہیمؑ کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ آنحضرتؐ نے ان کی میت کی نماز پڑھی جس میں چار تکبیریں کہیں۔۔۔۔ دفن کے بعد ان کی قبر پر ایک مشکیزہ پانی چھڑک دینے کا حکم فرمایا۔ یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا۔ جب ان کی قبر برابر کی جانے لگی تو آنحضرتؐ نے قبر کے ایک حصہ میں ایک پتھر سا دیکھا۔ آپؐ اسے اپنے دستِ مبارک سے درست فرمانے لگے اور فرمایا "تم جب کوئی کام کرو تو اسے مکمل اور اچھی طرح انجام دیا کرو۔ کیونکہ اس سے میت کے نفس کو راحت و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔"[۲۹]

حضرت ابراہیمؑ کے انتقال کے دن خطبہ

ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی اپنے مضمون "خطباتِ رسولؐ" میں لکھتے ہیں "آنحضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو اسی روز سورج گہن لگا۔ آپؐ نے اعلان کرایا کہ سب لوگ نماز کے لیے مسجد میں جمع ہو جائیں۔ لوگ اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپؐ نے طویل قراءت کی۔ نماز میں مرد اور عورتیں شریک تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کو غشی آ گئی۔ نماز اس وقت ختم ہوئی جب سورج گہن سے آزاد ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا "سورج اور چاند کو نہ کسی کے پیدا ہونے سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی موت سے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ڈراتا ہے۔ اے امتِ محمد! تم جب انہیں دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اللہ سے دعائیں کرو، تکبیریں کہو، صدقہ دو، اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، یہاں تک کہ گہن کھل جائے۔"[۳۰]

مہم اسامہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری مہم ربیع الاول میں روانہ کی۔ اور اس کا امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مقرر کیا۔ مولوی اسحاق النبی علوی لکھتے ہیں "ابن سعد کا بیان ہے کہ صفر سنہ ۱۱ھ کے آخری ہفتے میں دوشنبہ کے دن آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہادِ روم پر جانے کی تیاری کریں۔۔۔۔ دوشنبے کو ۲۸ تاریخ تھی۔ اس سے صرف ایک دن بیچ یعنی چہار شنبہ کے روز یکایک پیغمبرِ اسلام کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ ۔۔۔۔ تمام رفقاء تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور جرف میں فوج اکٹھی ہونا شروع ہو گئی۔ جو غالباً عہدِ رسالتؐ میں فوجی پڑاؤ تھا۔ اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اس پروگرام کو کسی طویل عرصے کے لیے ملتوی کر کے فوج کو چھٹی دے دی جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے دوسرے ہی دن یعنی پنجشنبے کے روز خود اپنے دستِ مبارک سے ایک پرچم تیار کیا اور اسامہ بن زید کے سپرد کر کے قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی۔۔۔۔ وسٹنفیلڈ کی جدول کے بموجب یہ پنجشنبہ ۲ ربیع الاول کو پڑتا تھا۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ربیع الاول کا چاند بجائے ۲۹ کے ۳۰ کو ہوا تھا یا اہلِ مدینہ اس کو دیکھ نہ سکے تھے تو پنجشنبے کی پہلی

یخ ہوگی۔ جو روایت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے پنجشنبے یعنی ۸ ربیع الاول ۱۱ھ
پؐ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپؐ نے ایک تحریر لکھنا چاہی لیکن بیماری کی
رت تھی اور یہ کام نہ ہو سکا۔ اس عرصے میں طبیعت کبھی بگڑتی کبھی سنبھلتی۔ تمام اہل سیر
فق ہیں کہ اسامہ کی نامزدگی پر لوگوں میں ویسی ہی سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں، جیسی
ن کے باپ کی سرداری پر ... تو آپؐ اسی بیماری کی حالت میں مسجد تشریف لائے
خطبہ دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے "لوگو! اسامہ کے لشکر کو بڑھاؤ اور اس میں جا کر ملو۔
تم اس کے امیر ہونے پر اعتراض کرتے ہو، تو اس سے پہلے تم نے اس کے باپ
امارت پر بھی اعتراض کیا تھا اور بے شک اسامہ ہر طرح سرداری کے لائق ہے، اور اس
اپ بھی لائق تھا۔" یہ واقعہ دس ربیع الاول کا ہے جب کہ مرض اپنی پوری شدت پر تھا،
ضرتؐ کی خواہش تھی کہ یہ لشکر جلد از جلد روانہ ہو، چنانچہ اسی تاریخ کو اکثر صحابہ آنحضرتؐ
ے رخصت ہو کر "جرف" کو روانہ ہو گئے جہاں لشکر پڑا تھا۔ ابن سعد کا بیان ہے
اور یہ واقعہ ہفتے کے دن ۱۰ ربیع الاول کا ہے کہ جو مسلمان اسامہ کے ساتھ جانے
لے تھے، آنحضرتؐ سے رخصت ہوتے ۔ ۔ ۔ آخر کار رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت
یا، لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے "نماز اور غلام" یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول
۱۱ھ کو دو شنبے کے دن دوپہر کے بعد کا ہے کہ اسامہؓ کا پرچم جو جرف پہنچ چکا تھا،
اپس آیا اور آستانۂ نبوت پر نصب کر دیا گیا۔" [10]

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ شمال سرحد پر رومی مصروف شرارت
یں۔ آپؐ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو بلایا اور تین ہزار مجاہدین کے ہمراہ ۱۰ ربیع الاول
۱۱ھ کو روم کی طرف روانہ کیا۔ آپؐ مدینہ کے باہر جرف میں آخری جائزے کے
لیے ٹھہرے۔ ۱۲ ربیع الاول کو آگے بڑھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ حضورؐ کی وفات
ی خبر ملی۔ لشکر واپس آ گیا لیکن جونہی حضرت ابوبکرؓ بیعت وغیرہ سے فارغ ہو چکے
و آپؓ نے اسامہؓ کو اپنی مہم پر دوبارہ جانے کا حکم دے دیا۔ آپؓ یکم ربیع الآخر کو روانہ
ہو گئے۔ بیس دن کے بعد منزل (موتہ) پر پہنچے، شر پسندوں کی گوشمالی کی۔ پھر واپس چل
پہنچے اور پندرہ دن کے بعد مدینے پہنچ گئے۔ [11]

سرکارؐ کے آخری خطبے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علالت کی حالت میں ربیع الاول ۱۱ھ کے پہلے پیر کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے۔ وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں اور حجرہ مبارکہ میں سیدہ عائشہؓ، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے ساتھ جو گفتگو فرمائی، اسے مولوی محمد عبداللہ خان پروفیسر مشن کالج پٹیالہ نے اپنی کتاب "خطبات نبویؐ" میں جمع کر دیا ہے۔ یہ سب خطبے اور گفتگو ربیع الاول ۱۱ ہجری میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں فرمائی گئی۔ [12]

وصال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول ہی کے مہینے میں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئے اور اپنے محبوب و محب خالق حقیقی جل شانہٗ سے جا ملے۔ آپؐ کا وصال دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا۔ [13]

حواشی:

(۱) حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد، قصص القرآن، جلد چہارم، ناشران قرآن لاہور، ص ۲۸۷ (۲) عبدہ یمانی، ڈاکٹر محمد۔ علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ، ص ۱۱۲ (اس کتاب کے باب "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ از محمد طفیل شیغم ماہنامہ "نعت" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۸ء میں بھی شائع ہوا۔ یہ ترجمہ وہیں سے لیا گیا ہے۔ ص ۸۰) (۳) ماہ نو (ماہنامہ) کراچی سیرت رسولؐ، جولائی و اگست ۱۹۶۳ء ص ۳۳ (مضمون "ماہ وفات" از محمد جعفر

پھلواروی؛ (۴) محفل (ماہنامہ) لاہور خیرالبشر نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۴۰ ۲ ماہ
ربیع الاول تاریخ کے آئینہ میں" از شفیق بریلوی؛ (۵) عنایت احمد کاکوروی۔
تواریخ حبیب الٰہ (مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے یہ کتاب "سیرت رسول اعظم"
کے عنوان سے شائع کی ہے) ص ۱۳ (۶) محمدہ یمانی۔ ڈاکٹر محمد۔ علموا اولادکم
محبۃ رسول اللہ۔ ص ۱۰۱ ۱۰۲۔ (۷) نعت (ماہنامہ) لاہور۔ ستمبر ۱۹۸۸ء ص ۴۷
۴۸ (ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کی کتاب کے باب بعنوان "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف"
کا ترجمہ از محمد طفیل نعیم) (۸) ایضاً ص ۴۷ (۹) نورالنبی شمس، محمد میلاد مصطفیٰ۔
انجمن جامع مسجد اہلسنت چک نمبر ۴۳ — ۱۲ ایل چیچہ وطنی۔ ص ۱۲ (۱۰) سیرۃ ابن ہشام
ص ۸۹ (۱۱) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانان عالم۔ جلد دوم۔ ص ۷۲ (۱۲)
"نقوش" لاہور۔ رسول نمبر جلد اول۔ ص ۱۰۱ (مضمون "ابن الجوزی اور سوانح رسول"
از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) (۱۳) ابن جوزی، علامہ "میلاد رسول" (مترجم ڈاکٹر پروفیسر
شریف احمد) ص ۴۳ (۱۴) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیب خدا۔ ص ۲۹ –
(۱۵) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۰ ("سیرت نبوی کی
بعض ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶) مصباح الدین
شکیل، شاہ۔ سیرت احمد مجتبیٰ۔ ص ۶۲ (۱۷) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔
رسول نمبر ۱۹۶۴ء ص ۸۳۹ ("میلاد رسول" از مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی) (۱۸)
عطاء اللہ خان عطار، مولانا۔ رحمت دو عالم۔ ص ۲۷ (۱۹) مدارج النبوت (مترجم
محمد اشرف نقشبندی) ص ۴۴ (۲۰) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسول نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۴ء
ص ۲۵ (۲۱) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۵ ("رسول کریم
کا عہد طفلی" از سر سید احمد خان) (۲۲) غلام نبی ایم اے حکیم "سراپائے اقدس"۔
ص ۵ (۲۳) عمر ابوالنصر "نبی امی"۔ (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۵۶ (۲۴)
الانوار المحمدیہ (مترجم پروفیسر غلام ربانی) ص ۴۲ (۲۵) عبدالشکور فاروقی لکھنوی
ذکر حبیب۔ ص ۲۷ (۲۶) ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ "سیرت سرور عالم" جلد دوم۔

ص ۹۳، ۹۴ (۲۷) "ماہ نو" سیرت پاک کے مضامین کا انتخاب۔ مطبوعہ ۱۹۷۷ء ص ۱۵
(۲۸) تواریخ حبیب الٰہ۔ ص ۱۲ (۲۹) سلیمان ندوی، سید "رحمت عالم" ص ۱۲۔
(۳۰) مولوی (ماہنامہ) دہلی (مضمون "ولادت وطفولیت") ص ۱۵ (۳۱) النجم
(پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ۔ ص ۴ (۳۲) نقی علی خان بریلوی، مولانا۔
"سرور القلوب بذکر المحبوب" ص ۱۱-۱۲ (۳۳) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۰
(۳۴) کرم شاہ، پیر محمد۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ جلد پنجم۔ ص ۶۶۵ (۳۵) جام عرفان
(ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۰، ۱۱ (۳۶) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانان عالم
جلد دوم۔ ص ۷۲ (۳۷) ساجد الرحمٰن، صاحبزادہ۔ سیرت رسول۔ ص ۲ – (۳۸)
نور بخش توکلی، علامہ۔ سیرت رسول عربی۔ ص ۴۲ (۳۹) محمد حسین ہیکل۔ حیات محمد۔
مترجم محمد وارث کامل۔ (ص ۱۳۹) (۴۰) صدیق حسن خان، نواب۔ الشمامۃ العنبریہ
من مولد خیر البریہ۔ ص ۷ (۴۱) جام عرفان (ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۱/ محمد شفیع،
مولانا مفتی۔ سیرت خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۴۰۲ھ۔ ص ۱۸ (۴۲) انجمن اہل سنت
(ماہنامہ) فیصل آباد۔ عید میلاد النبی نمبر۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ۔ ص ۴۰ (۴۳) نیاز علی
مولانا (مرتب) "انتخاب صحاح ستہ"۔ ص ۱۰ (۴۴) عبداللہ خان، مولوی محمد خطاب نبوی۔
۱۹۲۳ء۔ ص ۱ (۴۵) نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم" ص ۴۲
(۴۶) ابن جوزی "ولادت سرور عالم" (مترجم مولانا محمد عبدالحلیم شرر) مطبوعہ دلگداز
پریس لکھنؤ۔ طبع اول۔ ۱۹۲۳ء۔ ص ۳۲، ۳۴ (۴۷) حسن نظامی، خواجہ "میلاد نامہ اور
رسول عربی" مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی۔ دسواں ایڈیشن۔ اپریل ۱۹۲۸ء۔ ص ۲۴ (۴۸)
مدارج النبوۃ۔ جلد دوم۔ ص ۸۴ (۴۹) "الوفاء"۔ جلد اول۔ ص ۹۰ (۵۰) جلاء العینین
جلد اول۔ ص ۴۲/ حیات القلوب جلد دوم۔ ص ۱۲ (۵۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ
(جامعہ پنجاب الاہور) جلد ۱۹۔ ص ۱۲ (۵۲) عبدالسلام، مولوی "آفتاب رسالت"۔
کتب خانہ حمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ۔ ص ۳۰ (۵۳) حکیم عبدالرحمٰن خلیق نے اپنے مضمون
مشمولہ ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور میں تحریر فرمایا کہ امرتسر میں عید میلاد النبی کا اہتمام

ان مولانا عبدالسلام ہمدانی کی جدوجہد سے ہوا تھا۔ (شمس الاسلام بھیرہ۔ جنوری فروری
۱۹۰۱ء، ص ۲۱) محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے میرے والد (ایڈیٹر "نعت") کو بتایا کہ امرتسر
میں سب سے پہلے مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی و پیر غلام محی الدین قاسمی برادران نے اپنی
مسجد کٹڑہ کمہاراں سے عید میلاد النبیؐ کا جلوس نکالا جس میں دس پندرہ آدمی تھے۔ یہ
جلوس سکتری باغ میں جا کر ختم ہوا۔ اگلے سال سے مولانا عبدالسلام ہمدانی نے جلوس
کا باقاعدہ اہتمام کرنا شروع کیا جو انجمن پارک بیرون ہال دروازہ سے نکلتا تھا اور سکتری
باغ پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ جلوس کی قیادت مولانا عبدالسلام ہمدانی، مولانا غلام محمد
ترنم اور ابوالبیان محمد داؤد فاروقی خلف حضرت مولانا نور احمد محشی مکتوبات مجدد الف ثانی،
فرمایا کرتے تھے۔ (۵۴) ابوالحسنات، حکیم "مدنی تاجدار" "میلاد نمبر" مرکزی انجمن حزب
الاحناف ہند، لاہور۔ ص ۲۴ (۵۵) الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲ء۔ (مضمون
"مجالس میلاد نبویؐ" از مولانا حکیم محمد عالم آسی) ص ۳۰ (۵۶) پیام عمل (ماہنامہ) لاہور
مارچ ۱۹۰۱ء۔ ص ۲۴ (۵۷) ابن قیم، حافظ (مترجم رئیس احمد جعفری) زاد المعاد۔ جلد اول
ص ۶۸ (۵۸) جام عرفان (ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۰ (۵۹) ایضاً۔
(۶۰) عبدالرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۶ (۶۱) "رحمۃ للعالمینؐ"
جلد اول۔ ص ۴۱ (۶۲) راشد الخیری، علامہ "آمنہ کا لال" ص ۱۷ (۶۳) شبلی نعمانی۔
"سیرۃ النبیؐ" جلد اول۔ ص ۱۷۶ (۶۴) "رحمۃ للعالمین" جلد اول۔ ص ۴۰ (۶۵) جام عرفان
(ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۱ (۶۶) قاری احمد، مولانا "تاریخ مسلمانان عالم" جلد دوم۔
ص ۷۲۔ (۶۷) پرویز "معراج انسانیت" ص ۸۰ (۶۸) افضل حق چودھری۔ "محبوب خدا"
ص ۲۰ (۶۹) عبدالکریم ثمر "رسول کائنات"۔ ص ۲۷ (۷۰) النجم۔ ۵۳: ۳-۲ —
(۷۱) العلق۔ ۹۶: ۱ (۷۲) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریم"
دکن پرنٹنگ ورکس دہلی۔ ص ۸۳ (۷۳) عطاء اللہ خاں، مولانا "رحمت دو عالمؐ"۔ ص ۸۰۔
(۷۴) عنایت احمد کاکوروی "تواریخ حبیب الٰہ" ص ۲۲ (۷۵) اشرف علی تھانوی،
مولانا "حبیب خدا" ص ۲۶ (۷۶) النجم۔ (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

ص ۹ (۷۷) مصباح الدین شکیل، شاہ "سیرت احمد مجتبیٰؐ" ص ۱۲۷ (۷۸) نصیر احمد ناصر،
ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخرؐ" ص ۲۵۹ (۷۹) محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ"
ص ۲۷ (۸۰) بنی اسرائیل۔ ۱:۱۷ (۸۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ۔ جلد اول۔
"انوار محمدیہ" ص ۷۲ (۸۲) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔ ص ۱۹ (۸۳)
مستدرک حاکم۔ بحوالہ "میرے سرکارؐ" ص ۳۸ (۸۴) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیب خدا"
ص ۱۵۹ (۸۵) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۲ء۔ ص ۴۴، ۴۵ (۸۶) محمد سلیمان
سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اول۔ ص ۹۵، ۹۶، ۹۷ (۸۷) یوسف بن اسماعیل
نبہانی، علامہ "انوار محمدیہ" ص ۷۲ (۸۸) محمد رضا، شیخ۔ سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ۔
"محمد رسول اللہؐ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۲۲۵ (۸۹) خاتون پاکستان (ماہنامہ)
کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲۔ "تعمیر سیرت نبوی کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا عبدالقدوس
ہاشمی، (۹۰) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۸ (۹۱) آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے۔
"محمد رسول اللہؐ" (مترجم سید محمد امین زبیری) ص ۲۲۰ (۹۲) حافظ محمد یونس "خطبات سیرت"
ص ۳۳ (۹۳) "نقوش" رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۱۵۶ (۹۴) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ
ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔ ص ۱۷ (۹۵) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اول۔ ص ۲۶۱ (۹۶)
نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم"۔ ص ۹۱ (۹۷) محمد یونس،
حافظ "خطبات سیرت" ص ۲۹ (۹۸) محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ "رحمۃ للعالمین"
جلد اول۔ ص ۹۱ (۹۹) ابوالنصر "رسولؐ عربی"۔ ص ۱۱۶ (۱۰۰) نور الدین عبدالرحمٰن
جامی "شواہد النبوۃ" ص ۱۱۹-۱۲۱ (مترجم بشیر حسین ناظم) (۱۰۱) محمد احمد پانی پتی، شیخ۔
"غلامان محمدؐ" ص ۹۰-۹۱ (۱۰۲) عبدالحق محدث دہلوی "تاریخ مدینہ" ص ۱۳۹ (۱۰۳)
التوبہ۔ ۹: ۱۰۸ (۱۰۴) عطاء اللہ خاں عطا، مولانا "رحمت دو عالمؐ" ص ۱۱۹ (۱۰۵)
شبلی نعمانی، علامہ "سیرۃ النبیؐ" ص ۲۶۰، ۲۶۱ (۱۰۶) حافظ محمد یونس "خطبات سیرت"
ص ۲۷ (۱۰۷) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم" ص ۹۱ (۱۰۸)
عمر ابوالنصر "رسولؐ عربی" ص ۱۱۷ (۱۰۹) عبدالسلام، مولانا امرتسری "آفتاب رسالت"

کتب خانہ حمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ۔ ص ۲۶ (۱۱۰) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔
رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲ (سیرت نبوی کی بعض ضروری تاریخیں از مولانا عبدالقدوس ہاشمی)
(۱۱۱) شیخ محمد رضا، سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد۔ قاہرہ۔ ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی)
(۱۱۲) محمد یونس، حافظ "خطبات سیرت" ص ۲۷، ۲۸ (۱۱۳) عطاء اللہ خان عطاؔ ۔
"رحمت دو عالمؐ" ص ۱۱۸ (۱۱۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اول۔ ص ۲۶۱۔ ۲۶۲ ۔
(۱۱۵) عبدالسلام، مولوی "آفتاب رسالت" کتب خانہ حمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ ص ۲۶، ۲۷
(۱۱۶) خطبات نبویؐ ۲۲ (مرتبہ و مترجمہ مولوی محمد عبداللہ خانؒ) (۱۱۷) کتاب میں حضورؐ کے
نام نامی کے بعد "صلعم" لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (۱۱۸) سلیمان سلمان منصور پوری۔
"رحمۃ للعالمینؐ" جلد اول۔ ص ۹۱۔ ۹۲ (۱۱۹) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۱۔ دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۵۶
(۱۲۰) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۸۔ جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۰ (۱۲۱) محمد ایوب خان کرنل ڈاکٹر۔
"حیات رسولؐ" ص ۴۴ (۱۲۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمت دو عالمؐ" ص ۱۱۹۔
(۱۲۳) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۸، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۱۲۵۔ (۱۲۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ"
ص ۲۹۳ (۱۲۵) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریمؐ" ص ۹۲ (۱۲۶)
محمد عنایت احمد کاکوروی، العلامہ "تواریخ حبیب اللہ ﷺ" (۱۲۷) محمد یونس، حافظ "خطبات سیرت"
ص ۲۹ (۱۲۸) عبدالسلام، مولوی "آفتاب رسالت" کتب خانہ حمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ ص ۲۷
(۱۲۹) شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد۔ قاہرہ۔ "محمد رسول اللہ" ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد
عادل قدوسی) (۱۳۰) آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے "محمد رسول اللہ" ص ۲۳۶ (مترجم سید محمد امین زبیری)
(۱۳۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار المحمدیہ" ص ۸۴ (۱۳۲) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ۔
"تاریخ مدینہ" ص ۸۱ (۱۳۳) نورالدین عبدالرحمن جامی "شواہد النبوۃ" ص ۱۲۱ (۱۳۴) نصیر احمد
ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخرؐ" ص ۴۲۵ (۱۳۵) ایضاً ص ۴۲۸ (۱۳۶) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۵
دسمبر ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۶۷ (۱۳۷) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۱۲۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۴ (۱۳۸) نقوش
رسولؐ نمبر جلد ۱۲۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۲۲ (۱۳۹) نور بخش توکلی "غزوات النبیؐ" ص ۱۵،
سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر ص ۱۰۹، ۱۱۰ / محمد رضا، شیخ مدیر مکتبہ جامعہ فواد۔ قاہرہ۔

"محمد رسول اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۰۹۔ ۳۱۰ (۱۴۰) عبدالحق محدث دہلوی،
شیخ "تاریخ مدینہ" ص ۷۹ (۱۴۱) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ("سیرت نبوی توقیت کی
روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۲) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۱۲ ("عہد نبوی
کی ابتدائی مہمیں" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۱ (۱۴۳) محمد یونس، حافظ "خطبات سیرت"
ص ۹۱ (۱۴۴) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۵ ("تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)
ص ۳۶۷ (۱۴۵) نور بخش توکلی "غزوات النبیؐ" ص ۱۲ / سیارہ ڈائجسٹ رسولؐ نمبر ص ۱۰۰/
شیخ محمد رضا "محمد رسول اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۱۰ (۱۴۶) محمد یونس، حافظ۔
"خطبات سیرت" ص ۹۱ (۱۴۷) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۲ ("سیرت نبویؐ توقیت کی روشنی
میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۸) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۱۲ ("عہد نبویؐ کی
ابتدائی مہمیں" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۲ (۱۴۹) اشرف علی تھانوی، مولانا۔
"حبیب خدا" ص ۱۹۵ (۱۵۰) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۲ ("سیرت نبویؐ توقیت کی روشنی میں"
از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۱) نقوش رسولؐ نمبر جلد ۱۲ ("عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و
حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۸ (۱۵۲) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" ص ۳۰۰۔
۳۰۲ (۱۵۳) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخرؐ" ص ۴۹۲، ۴۹۳ (۱۵۴) محمد رضا، شیخ
"محمد رسول اللہ" ص ۳۶۴۔ ۳۶۵ (۱۵۵) سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر جلد ۱ (مضمون،
"ازواج مطہرات" از عبدالواحد خان ترانی) ص ۲۱۹، ۲۲۰ (۱۵۶) عمر ابو النصر "رسول عربیؐ"
ص ۱۳۳، ۱۳۴ (۱۵۷) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ("سیرت نبویؐ توقیت کی روشنی میں" از مولوی
اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۸) ابوالنصر منظور احمد شاہ، مولانا "مدینۃ الرسولؐ" ص ۱۸۶، ۱۸۷۔
(۱۵۹) سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر جلد ۱ (مضمون "آلِ رسولؐ" از سید سلیمان ندوی) ص ۲۳۰
(۱۶۰) مصباح الدین شکیل، شاہ "سیرت احمد مجتبیٰؐ" ص ۱۱۸، ۱۱۹ (۱۶۱) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ"
(مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۵۹ (۱۶۲) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۲ ("سیرت نبویؐ
توقیت کی روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۸ (۱۶۳) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۵
("عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۴۰ (۱۶۴)

نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، "پیغمبرِ اعظم و آخر"، ص ۴۹۱ (۱۶۵) غلام نبی، حکیم، "سراپائے اقدس"، ص ۹
(۱۶۶) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۴ (مضمون "سیرتِ نبوی کی بعض
ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶۷) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ، "تاریخِ مدینہ"
ص ۸۲ (۱۶۸) نقوش، رسول نمبر جلد ۱۲۔ ("عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد
یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۶ (۱۶۹) نقوش، رسول نمبر جلد ۴ (مضمون "مہماتِ رسول" از غلام جیلانی
برق) ص ۴۰۰ / محمد ایوب خان، کرنل (ڈاکٹر) "جہاتِ رسول" ص ۶۸ (۱۷۰) نور بخش توکلی،
"غزواتُ النبی" ص ۱۲۲ (۱۷۱) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۷ (مترجم مولوی محمد عادل
قدوسی) (۱۷۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالم" ص ۱۳۳ / عمر ابو النصر "رسولِ عربی"
ص ۱۴۲ / عبدالباری "رسولِ کریم کی جنگی اسکیم" ص ۸۹، ۹۷ / شبلی نعمانی "سیرۃ النبی" جلد اول
ص ۳۸۳ – ۳۸۷ / نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخر" ص ۵۲۶ — ۵۲۸ (۱۷۳) نقوش
رسول نمبر جلد ۲ (مضمون "سیرتِ نبوی توقیت کی روشنی میں" از مولوی الحق المبین علوی) ص ۱۴۰
(۱۷۴) عبدالباری "رسولِ کریم کی جنگی اسکیم" ص ۹۷ (۱۷۵) عبدالحق محدث دہلوی "تاریخِ مدینہ"
ص ۱۴۴ (۱۷۶) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۷۷) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ"
ص ۴۱۶ (۱۷۸) عبدالباری "رسولِ کریم کی جنگی اسکیم" ص ۹۲ – ۹۴ (۱۷۹) خاتونِ پاکستان
(ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲ ("سیرتِ نبوی کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا
سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۸۰) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۹ (۱۸۱)
غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۸۲) عبدالحق محدث دہلوی "تاریخِ مدینہ" –
ص ۸۵ / نور بخش توکلی، مولانا "غزوات النبی" ص ۱۲۳ (۱۸۳) محمد ایوب خان، کرنل
ڈاکٹر "حیاتِ رسول" ص ۶۹ (۱۸۴) نقوش، رسول نمبر جلد ۴۔ ص ۴۰۱ ("مہماتِ رسول"
از غلام جیلانی برق) (۱۸۵) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار محمدیہ" ص ۱۰۹ /
شیخ محمد رضا "محمد رسول اللہ" ص ۴۲۵ (۱۸۶) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخر"
ص ۵۲۶ (۱۸۷) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۸۸) نقوش، رسول نمبر
جلد ۱۲، ص ۲۲ ("عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)

(۱۸۹) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۷۳ (۱۹۰) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و
آخر" ص ۵۲۲ / یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار محمدیہ" ص ۱۱۶ – ۱۱۷ / نقوش، رسول نمبر
جلد ۴، ص ۵۰۴ (مضمون "مہماتِ رسول" از غلام جیلانی برق) (۱۹۱) نقوش، رسول نمبر
جلد ۴۔ ص ۵۰۴ ("مہماتِ رسول" از غلام جیلانی برق) (۱۹۲) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ"
ص ۴۷۶ (۱۹۳) نقوش، رسول نمبر جلد ۴۔ ص ۵۰۴ (۱۹۴) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس"
ص ۹ (۱۹۵) "محمد رسول اللہ" ص ۴۷۵ (۱۹۶) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار محمدیہ"
ص ۱۲۷ (۱۹۷) نقوش، رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۱۳ (۱۹۸) یوسف بن اسماعیل نبہانی،
علامہ "الانوار محمدیہ" ص ۱۲۷۔ (۱۹۷) نقوش۔ رسول نمبر جلد ۴۔ ص ۴۱۳ (۱۹۸) یوسف
بن اسماعیل نبہانی، علامہ "الانوار محمدیہ" ص ۱۲۷ (۱۹۹) نقوش، رسول نمبر جلد ۷، ص ۶۷–۶۹
("کمالاتِ رسول" از پروفیسر فیض اللہ منصور) (۲۰۰) نقوش، رسول نمبر جلد ۷، ص ۶۹
(بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود از ابنِ ہشام المعافری) (۲۰۱) "الانوار محمدیہ"
ص ۱۶۶ (۲۰۲) نقوش، رسول نمبر جلد ۴، ص ۴۱۷ (۲۰۳) "محمد رسول اللہ" ص ۴۶۴
(۲۰۴) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خدا" ص ۱۰۷ (۲۰۵) "الانوار محمدیہ" ص ۱۲۹۔
(۲۰۶) "محمد رسول اللہ" ص ۴۶۳ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) (۲۰۷) غلام نبی، حکیم
"سراپائے اقدس" ص ۱۰ (۲۰۸) سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر جلد ۱ ("آلِ رسول"
از مولانا سید سلیمان ندوی) ص ۲۳۱، ۲۳۲ (۲۰۹) "محمد رسول اللہ" ص ۴۶۷ (۲۱۰)
نقوش، رسول نمبر جلد ۷، ص ۵۵ ("خطباتِ رسول" از ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) (۲۱۱)
نقوش، رسول نمبر جلد ۴۔ ص ۴۱۸، ۴۱۹ ("مہماتِ رسول" از غلام جیلانی برق) (۲۱۲)
محمد عبداللہ، مولوی (مرتب و مترجم) خطباتِ نبوی ص ۱۲۱ — ۱۲۴ / نقوش، رسول نمبر
جلد ۷ ("خطباتِ رسول" مرتبہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) ص ۹ — ۱۸ (۲۱۳) نصیر احمد
ناصر "پیغمبرِ اعظم و آخر" ص ۶۳۰ / محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۸۲ / غلام نبی، حکیم
"سراپائے اقدس" ص ۱۰ / نقوش، رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۲۰۳ / سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر
جلد ۱۔ ص ۲۱۲ ("وفاتِ محمد اور صحابہ پر اس کا اثر" مرتبہ اعجاز احمد فاروقی) / عطاء اللہ خان عطا

مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۰۷ / عمر ابوالنصر "رسولِ عربیؐ" ص ۱۸۱ / محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین" جلد اوّل ص ۱۵۱ / محمد عنایت احمد کاکوروی، علامہ "تواریخ حبیبِ الٰہ" ص ۱۹۸ / عبدالحق محدث دہلوی "تاریخِ مدینہ" ص ۹۰ / "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ ص ۲۱ / "مولوی" (ماہنامہ) دہلی۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۵ھ ص ۴۶ / "خاتونِ پاکستان" (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء / ۱۳۸۴ھ ص ۱۱۳

آئینۂ نظر ہے ماہِ ربیع الاوّل — گردوں پہ جلوہ گر ہے ماہِ ربیع الاوّل
چمکا جو عرش پر ہے ماہِ ربیع الاوّل — فردوسِ ہر نظر ہے ماہِ ربیع الاوّل
محبوبِ کبریا ہیں تشریف لانے والے — کتنی حسین خبر ہے ماہِ ربیع الاوّل
ہر باغ، ہر چمن میں فصلِ بہار آئی — گویا بہار پر ہے ماہِ ربیع الاوّل
اس چاند میں بشارت ہے نصرتِ مبیں کی — وہ نعرۂ ظفر ہے ماہِ ربیع الاوّل
یادش بخیر اے دل! یادِ اہلِ انجمن کو — از شام تا سحر ہے ماہِ ربیع الاوّل
اک سال تک ہے اس کا آفاق میں اُجالا — گو لاکھ مختصر ہے ماہِ ربیع الاوّل

پھر دل میں لے ضیا ہے اک جوشِ شادمانی
پھر جنت نظر ہے ماہِ ربیعُ الاوّل

علامہ ضیاء القادری

آپ آئے تو.....

آپ آئے تو زمانے میں اُجالا آیا
اوج پر قسمتِ انساں کا ستارہ آیا
یک بیک کشتیٔ ہستی نے سنبھالا خود کو
پاس منجدھار کے دریا کا کنارا آیا
آپ کی بارشِ رحمت کے ہی صدقے آقاؐ
پھول صحرا میں کھل اُٹھنے کا زمانہ آیا
ہر سماعت میں اس آواز نے رس گھول دیا
سب غریبوں کا یتیموں کا سہارا آیا
راستے بکھرے تھے کچھ اور سُجھائی نہ دیا
آنکھ روشن ہوئی جب سامنے طیبہ آیا
میں تہی دست نہ لوٹا کبھی دروازے سے
میرے حصے میں طلب سے بھی زیادہ آیا

میں منوّر ہوں فقط ایک کرن سے اُس کی
نور جو آپؐ کے دامن سے بکھرتا آیا

منوّر ہاشمی (راولپنڈی)

آج کعبہ کس لیے ہے شادماں

مژدہ لاتی ہے ہوا کس پھول کا
جس نے عالم کو معطر کر دیا

آج کعبہ کس لیے ہے شادماں
بند ہے آتش کدوں کا کیوں دھواں

بت کدوں میں کس لیے کہرام ہے
کفر کا کیوں ٹوٹے ٹوٹے دام ہے

صف بصف ہیں کیوں فرشتے باادب
شور کیسا ہے عجم سے تا عرب

جنتیں آراستہ ہیں کس لیے
شاد سب شاہ و گدا ہیں کس لیے

زلزلہ کیوں قصرِ کسریٰ میں پڑا
کس کی آمد کا ہے ایسا دبدبہ

کیوں کہانت پر تباہی آ گئی
کون سے سلطاں کی ہے جلوہ گری

جب تحیّر اہلِ حیرت کو بڑھا
ہاتفِ غیبی نے یوں مژدہ دیا

آمد آمد سرورِ عالم کی ہے
آمد آمد رحمتِ اعظم کی ہے

جن کی آمد کی خبر عیسیٰ نے دی
ذکر فرماتے رہے جن کا نبی

نائبِ حق بادشاہِ دوجہاں
جانِ ایمان و مکینِ لامکاں

شافعِ محشر اُنھی کا نام ہے
دین و دنیا میں اُنھی سے کام ہے

مظہرِ علمِ خدا اُمّی لقب
مخبرِ صادق شہنشاہِ عرب

ان کی عزت کون جانے جز خدا
خود وہ فرماتا ہے لولاک لما

سنگ ان کے پائے اقدس دیکھ کر
کھینچتے ہیں اُن کا نقشہ قلب پر

خاکِ پا اکسیر کا بھرتی ہے دم
کھاتا ہے قرآں بھی جس کی قسم

جمیل قادری رضوی

غایتِ تخلیق کی آمد

طلسمِ کن سے قائم بزمِ ہست و بود ہو جانا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جانا

عناصر کا شعورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپیٹ کر آب، خاک، باد و آتش کا بشر ہونا

یہ کیا تھا؟ کس لیے؟ کس کے لیے تھا؟ مدعا کیا تھا
یونہی تھا یا کوئی مقصد بھی تھا؟ آخر ماجرا کیا تھا

وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا لپٹے رازِ پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بے تاب تھا بے خواب پھرتا تھا

یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں کروٹیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
بیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا

کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے
وہ جس کی آرزو بھرتی جواب لن ترانی سے

وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیمانؑ نے گدائی کی
دلِ یحییٰؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی
سحر کی روشنی پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی
نظر آئی بالآخر معنیِ انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہوا اہلِ بصیرت کیلئے مازاغ البصر پیدا
ربیع الاوّل امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا
دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
نئے سر سے فلک آج بختِ نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا
اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رخ نکھرا
گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں
گلے مل مل کے کھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا ساماں ہوتا تھا
اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بنیادیں
دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں
ستون کعبے میں قائم ہو گئے سب دینِ ابراہیم کے
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیلؑ نے ترکیبِ شہنائی
ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی
ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ
نظر آیا معلّق عرش تک اک نور کا زینہ
خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بہ صف اترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے
سحابِ نور آ کر چھا گیا مکّے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرشِ معلّیٰ سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی
مبارک باد ہے اُن کے لیے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں
مبارک باد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں بے کسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ٹھوکریں کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہو گی خود پرستوں کو
معیّن وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃٌ للعالمیںؐ تشریف لے آئے

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیارے نبی صلِّ علیٰ پیدا ہوئے

...ا لّٰلہ حضرت محمد مصطفیٰؐ پیدا ہوئے
...تی گر شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے

سب سے پیچھے ہیں اگرچہ سب سے مقدم خلق ہیں
پیشوا و سرگروہِ انبیا پیدا ہوئے

...ن دوشنبہ کا تھا وہ اور بارھویں تاریخ تھی
...ح صادق تھی کہ وہ شمس الضحیٰ پیدا ہوئے

نور سے ان کے منوّر ہو گئے ارض و سما
جن کے نورِ پاک سے ارض و سما پیدا ہوئے

...بستہ بھر لائے جن کی آمد آمد کی خبر
...ؑ وہ سلطان ختم الانبیاؐ پیدا ہوئے

آسمانوں سے سوا رتبے میں ہے وہ سرزمیں
جس جگہ وہ باعثِ ارض و سما پیدا ہوئے

...آدم ششش ہزار و ہفصد و پنجاہ سال (۶۷۵۰)
...ب ہوئے پورے تو وہ نورِ خدا پیدا ہوئے

بیٹھ کر حافظ نبیؐ پاک پر بھیجو درود
یوں کہو پیارے نبی صلِّ علیٰ پیدا ہوئے

— حافظ پیلی بھیتی

شہِ جنّ و بشر پیدا ہوئے ﷺ

عرش کرسی آسماں شمس قمر پیدا ہوئے
حور و غلمان و ملک جن و بشر پیدا ہوئے
روز و شب پیدا ہوئے شام و سحر پیدا ہوئے
جنّت و کوثر بنے نخل و حجر پیدا ہوئے
آپؐ کے صدقے میں جملہ بحر و بر پیدا ہوئے

کیا مبارک صبح تھی وہ کیا سہانا وقت تھا
کھل کے ہر اک غنچہ و گل نے کہا صلِّ علیٰ
حوریں جنّت سے چلی آئیں بصد شوق لقا
چار سُو گونجی فضاؤں میں صدائے مرحبا
عرش جھوم اٹھا اُدھر، سرکارؐ اِدھر پیدا ہوئے

ذرّے ذرّے نے ادب سے دی صدا تسلیم کی
قدسیوں نے لیں بلائیں نورِ ربّ کریم کی
آپؐ آئے اور بیت اللہ نے تعظیم کی
دولتِ رحمت خدائے پاک نے تقسیم کی
مرحبا صلِّ علیٰ خیر البشرؐ پیدا ہوئے

تھا عرب والوں کا شیوہ بت پرستی بت گری
بڑھ چکی تھی حد سے ان کی خودسری اور سرکشی
کر دیا حق نے ظہورِ مصدرِ پیغمبری
گر گئے بت منہ کے بل ٹوٹا طلسم آذری
مصطفیٰؐ حب لے کے توحید کا اثر پیدا ہوئے

کوئی در پردہ کرشمہ سازیاں دکھلا گیا
قصرِ کسریٰ گر پڑا قیصر کو لرزہ آ گیا
نورِ حق ظلمات کی دنیا پہ ہر سُو چھا گیا
ابر اُٹھا جھوم کر رحمت کا مینہ برسا گیا
خارزاروں میں عجب گل ہائے تر پیدا ہوئے

جن کو یکتائی ملی اوصاف میں تمثیل میں
وصف جن کا تھا رقم توریت میں انجیل میں
جن کے جلوے مستتر تھے دیدۂ جبریلؑ میں
روشنی بن کر ہے جو عرش کی قندیل میں
وہ سراپا نور عبد اللہ کے گھر پیدا ہوئے

— انور فیروزپوری (لاہور)

والیٔ اُمّت ہوئے پیدا

محبوبِ خدا والیٔ اُمّت ہوئے پیدا
مُژدہ ہو کہ آج آیۂ رحمت ہوئے پیدا

لو آج وہ پیدا ہوئے گنجینۂ کونین
کونین میں سب جن کی بدولت ہوئے پیدا

در کُھل گئے اُس رات کو سب قصرِ کرم کے
جس رات شہنشاہِ نبوت ہوئے پیدا

ہر سمت سے اُس رات کو آتی تھیں صدائیں
لو بھیجو درود اُن پہ کہ حضرت ہوئے پیدا

ہے شانِ رسالت کو شرف جن کے سبب سے
وہ فخرِ رُسل شافعِ اُمّت ہوئے پیدا

بگڑی ہوئی بن جائے گی اے کیفؔ ہماری
سلطانِ اُمم بہرِ شفاعت ہوئے پیدا

کیف ؔ ٹونکی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ولادت کے وقت سرکار کے معجزات

سید محمد سلطان شاہ ایم اے

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ اگر حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت نہ ہوتی تو بزمِ عالم میں یہ رونق نہ ہوتی۔ نہ زمین کا فرش ہوتا نہ فلک کا سایہ، نہ خورشید میں چمک ہوتی نہ ماہتاب میں دمک، نہ کلیاں چٹکتیں نہ غنچے مسکراتے، نہ انسان اور جن ہوتے نہ حور وملائک۔ اگر حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نہ ہوتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ حضرت ابوحنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرَءٌ
کَلَّا وَ لَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

(آپؐ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپؐ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی۔ اس پر حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یا جابرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ

نُوْرَہٗ (اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا) ابو نعیم اپنی کتاب "الدلائل" میں قتادہؓ، حسن اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا اور سب کے آخر میں مبعوث فرمایا۔ ایک اور حدیث پاک ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے)

حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اُس وقت سے اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب حضرت آدمؑ گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے"۔

ابو نعیم صنابحی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ سے استفسار کیا کہ آپؐ کس وقت نبی بنائے گئے۔ فرمایا اس وقت جب آدمؑ مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اُن کے جدِّ اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حبیبِ کردگار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت اُس وقت مل چکی تھی جس وقت تخلیقِ آدمؑ نہیں ہوئی تھی۔ یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی اور اس سے قبل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عام انسان تھے ہرگز جائز نہیں۔ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر حضور سیدِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے۔ مثلاً:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بناکر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بناکر سارے جہانوں کے لیے)

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ (اے اہلِ مکہ، ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہ بناکر)

اِن تمام آیات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر، نذیر، شاہد، مبشّر اور رحمۃ للعالمین بناکر بھیجنے کا ذکر ہے اور بھیجا اُس چیز کو جاتا ہے جو پہلے موجود ہو۔ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ اس کی گواہی قرآن پاک دے رہا ہے جب سیدہ مریمؑ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد بچے کو گود میں لے کر لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور لوگوں کے منہ سے نکلا کہ مریم! تو نے بڑا ہی بُرا کام کیا۔ اس پر سیدہ مریمؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ (مریمؑ نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں) اتنے میں بن بلائے حضرت مسیح علیہ السلام بول اُٹھے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب لوگ آپؑ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنارہے تھے، آپؑ اس وقت دودھ پی رہے تھے جیسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر اُن کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا کہتے ہیں کہ اس قول کے وقت آپ کی انگلی اُٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو بتایا کہ مجھے کتاب اور نبوت مل چکی ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کتاب دے گا اور مجھے مقررہ وقت پر نبی بنا کر مبعوث فرمائے گا اور مجھے بابرکت کرے گا بلکہ تمام صیغے ماضی کے استعمال ہوئے ہیں جن کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب مرحمت فرما دی ہے، مجھے نبی بنا دیا ہے اور مجھے بابرکت کر دیا ہے۔[16]

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ولادت کے وقت کلام کر کے اپنی نبوت کی اطلاع دی، اسی طرح ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا نے بھی پیدا ہوتے ہی اپنے کچھ معجزات دکھائے۔ بعض حضرات انہیں معجزات کے بجائے ارہاص کا نام دیتے ہیں۔[17]

حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آ رہے ہیں۔[18]

حضرت آمنہ بنت وہب کہتی ہیں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔[19] شعر الطیبی نے کیا خوب کہا ہے۔

ضَاءَتْ لِمَوْلِدِهِ الْآفَاقُ وَاتَّصَلَتْ
بُشْرَى الْهَوَاتِفِ فِي الْاِشْرَاقِ وَالطَّفَلِ [20]

(آپ کی ولادت باسعادت کے نور سے سب عالم جگمگا اٹھے اور ہاتف غیبی کی طرف سے مشرق و مغرب میں آپ کی ولادت کی خوشخبری پھیل گئی)

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت کے وقت میں طواف کعبہ میں مصروف تھا جب آدھی رات گزری تو میں نے خانہ کعبہ کو مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے ہوئے سنا کہ

اب مجھے مشرکوں کی نجاستوں اور زمانۂ جاہلیت کی ناپاکیوں سے پاک و صاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس وقت تمام بت جھک گئے۔ میں نے ہبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بت تھا تو وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پہ پڑا تھا۔ اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہ کے بطن سے محمد پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پہ چلا گیا۔ صفا پہاڑ کو میں نے بغور دیکھا مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں پھر میں حضرت آمنہ کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے کہا دروازہ کھولو حضرت آمنہ نے کہا۔ ابا جان محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہو گئے ہیں۔[21] علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب کہا ہے

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمٍ [22]

ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اس شعر کو یوں اردو کا جامہ پہنایا۔

گر رہے تھے آسماں سے بھی ستارے اس طرح
منہ کے بل اوندھے پڑے تھے بت زمیں پر جس طرح [23]

مفتی عنایت احمد کاکوروی لکھتے ہیں کہ سارے بت روئے زمین کے، اس وقت سرنگوں ہو گئے اور یہ بات سوائے اہل اسلام کے زردشتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔[24]

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا ہے اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔[25]

نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں قدم رنجہ فرماتے ہی کلام فرمایا۔ مختلف روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفاء سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب

حضرت آمنہؓ سے آپؐ پیدا ہوئے تو سیدھے ہاتھوں پہ آئے اور آپؐ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ[26] (آپؐ پر اللہ کی رحمت ہو)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اوّل کلمہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا یہ تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا[27]

قسطلانی اور ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ بعد ولادت کے آپؐ نے خدا کو سجدہ کیا اور انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ[28] (سوا خدا کے کوئی معبود نہیں میں خدا کا رسول ہوں)

حافظ ابوالفضل بن حجر، سیر الواقدی میں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی تکلم فرمایا، ابن سبع "الخصائص" میں ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے پہلے جو کلام فرمایا، وہ یہ تھا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا[29]

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا پر تشریف لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا فرمائی۔ یَا رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ (خدایا میری امت مجھے بخش دے) خطاب ہوا وَھَبْتُ لَکَ اُمَّتَکَ بِاَعْلٰی ھِمَّتِکَ (میں نے تیری امت بسبب تیری بلند ہمت کے، تجھے بخش دی) پھر فرشتوں سے ارشاد ہوا اِشْھَدُوْا یَا مَلٰئِکَتِیْ اَنَّ حَبِیْبِیْ لَا یَنْسٰی اُمَّتَہٗ عِنْدَ الْوِلَادَۃِ فَکَیْفَ یَنْسَاھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ[30] (اے فرشتو! گواہ رہو کہ میرا حبیب اپنی امت کو ولادت کے وقت نہیں بھولا تو قیامت کے دن کب بھولے گا)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوتے ہی سجدۂ الٰہی میں گر پڑے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم دونوں ہاتھوں پر سجدہ کرتے اور دونوں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے پیدا ہوئے۔ بعض اور راویوں کا بیان ہے کہ پیدا ہوتے ہی آپؐ تو تقربِ الٰہی کی جانماز پر سجدے کو جھکے مگر آپ کا نور عظمتِ الٰہی کے پردوں تک جا پہنچا اور انہیں چاک کر دیا۔[31]

شیخ محمد رضا مصری لکھتے ہیں کہ آپؐ نے پیدا ہوتے ہی پہلے سجدہ کیا پھر اپنے سر اور دو انگلیوں کو آسمان کی طرف اٹھایا۔[32]

عثمان بن ابی العاص ثقفی نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہؓ سے ایک نور نکلا جس سے وہ گھر اور محلہ روشن ہو گیا اور اس حدیث کی شاہد عرباض بن ساریہؓ کی حدیث ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدمؑ گیلی مٹی میں پڑے ہوئے تھے اور ابھی تم کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسٰیؑ کی بشارت ہوں جو انہوں نے میری بابت کی تھی۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کی رویت ہوں جو انہوں نے دیکھی تھی اور انبیاء علیہم السلام کی مائیں اسی طرح دیکھتی آئی ہیں اور بے شک رسولؐ اللہ کی والدہ نے بھی آپ کی ولادت کے وقت نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان اور حاکم نے۔ اور حضرت ابو امامہ کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے۔[33]

ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہؓ نے ولادت سے قبل دیکھا کہ ایک نور نکلا جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصرہ کے محل دکھائی دیئے۔[34]

بیہقی اور ابن عبدالبر نے عثمان بن ابی العاصؓ کی ماں (فاطمہ بنت عبداللہؓ) کا بیان نقل کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت وہ بی بی آمنہؓ کے پاس موجود تھیں۔ اس وقت جدھر نظر جاتی تھی، نور ہی نور تھا۔[35]

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ میلادِ مبارک کے وقت روئے زمین نور سے منور ہو گئی۔ ابلیس نے کہا آج ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارا معاملہ خراب کر دے گا۔[36]

بیہقی، ابونعیم، خرائطی اور ابنِ عساکر، ابو یعلیٰ بن عمران بجلی سے، وہ مخزوم بن ہانی سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں (اس وقت ان کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی) کہ شبِ ولادت ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ نارِ فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔ اور بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ بہت خوفزدہ ہوا مگر اس نے صبر کیا، پھر جب زیادہ صبر نہ ہو سکا تو یہ سوچا کہ یہ بات اپنے وزراء سے نہ چھپانی چاہیے۔ چنانچہ تاج پہن کر سریر آرا ہوا۔ لوگوں کو جمع کیا اور انہیں صورتِ حال سے باخبر کیا۔ اسی دوران پرچہ آیا کہ فارس کی آگ بجھ گئی۔ اس پر اسے اور رنج ہوا۔ موبذان نے کہا "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے میں نے بھی آج خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور وہ دجلہ عبور کر کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں"۔ بادشاہ نے پوچھا "اے موبذان! اب کیا ہوگا؟" اس نے کہا "عرب کی جانب سے کوئی عظیم واقعہ پیش آنے والا ہے"۔ اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ میرے پاس کسی عالم کو بھیجو، میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں؟" اس نے کہا "بادشاہ سلامت! مجھے بتائیں۔ اگر مجھے علم ہوا تو بتا دوں گا ورنہ اس شخص کا پتا دوں گا جو جانتا ہوگا"۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کو ساری بات بتائی۔ جسے سن کر عبدالمسیح نے کہا "اس کا علم میرے ماموں سطیح کو ہے۔ جو شام کے نواحی گاؤں میں رہتا ہے"۔ بادشاہ نے کہا اچھا! اسے لے آؤ، میں اس سے پوچھوں گا۔ عبدالمسیح روانہ ہو گیا اور سطیح کے پاس پہنچا جو مرنے کے قریب تھا۔ عبدالمسیح نے اسے سلام کیا۔ سطیح نے سلام سن کر سر اٹھایا اور بولا "عبدالمسیح ایک تیز رفتار اونٹ پر سطیح کے پاس آیا ہے جس کی موت قریب ہے۔ تجھے ساسانیوں کے بادشاہ نے بھیجا ہے کہ ایوان میں زلزلہ آگیا۔ نارِ فارس بجھ گئی۔ اور موبذان نے خواب دیکھا کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور وہ دجلہ عبور کر کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح! جب تلاوت کی

کثرت ہو جائے اور حاملِ عصا ظاہر ہو جائیں، وادیٔ ساوہ پانی سے ابلنے لگے، بحیرۂ ساوہ خشک ہو جائے اور نارِ فارس ٹھنڈی ہو جائے تو پھر سطیح کے لیے شام نہیں ہے۔ بس کنگروں کے عدد کے مطابق بادشاہ ہوں گے اور جو کچھ ہونا ہوگا ہو جائے گا"۔ یہ کہہ کر سطیح مر گیا اور عبدالمسیح نے آ کر بادشاہ کو سارا واقعہ سنایا۔[۳۷]

وقتِ ولادت ظہور پذیر ہونے والے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے شقراطیسی نے کہا:

وصرحُ کسریٰ تداعیٰ من قواعدہ
وانقضّ منکسر الارجاء ذا میل

(کسریٰ کے محل کی بنیادیں زلزلے سے ہلنے لگیں اور اس کے محل کے کنگرے جھک گئے اور ٹوٹ کر گر پڑے)

ونار فارس لم توقد وما خمدت
مذ الف عام ونهر القوم لم یسل[۳۸]

(ملکِ فارس کا آتشکدہ بجھ گیا حالانکہ اس کی آگ ہزار سال سے نہ بجھی تھی اور بحیرۂ طبریہ کا پانی خشک ہو گیا)

اسی بات کو علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں یوں نظم کیا:

وبات ایوان کسریٰ وهو منصدع
کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتئم

(محلِ کسریٰ گر پڑا اور پارہ پارہ ہو گیا
منتشر سب ہو گئے کسریٰ کے ساتھی ایک دم)[۳۹]

بوصیریؒ نے اپنے ہمزیہ قصیدہ میں بھی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے:

وتداعیٰ ایوان کسریٰ ولولا
آیة منک ما تداعی البناء

(زلزلہ سے کسریٰ کے محل کی بنیادیں ہل گئیں اگر وہ آپ کی نبوت کی علامت نہ ہوتی تو زلزلہ سے اس کی بنیادیں نہ ہلتیں)

وعدا کل بیت نار فی فیه

کل بیت من خمس دهقا فی بلاد

(فارس کا ہر آتش کدہ بجھ جانے کی وجہ سے اس کے پرستاروں کے لیے مصیبت اور غم کدہ بن گیا)

وعیون للفرس غارت فهل کا   ن بنیرانهم بها اطفاء

(فارس کے چشمے خشک ہو گئے۔ گویا ان چشموں کے پانیوں سے یہ آتش کدہ بجھ گیا تھا)

کسریٰ شہنشاہ فارس کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے جس سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اس خاندان میں ظلم و استبداد کرنے والے صرف چودہ بادشاہ باقی ہیں۔ چنانچہ دس بادشاہ تو یکے بعد دیگرے چار سال ہی میں ختم ہو گئے۔ اور باقی چار حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ہلاک ہو گئے۔[۴۰]

ابنِ سعد نے عمرو بن عاصم سے اُنھوں نے ہمام ابن یحییٰ سے اور اُنھوں نے اسحاق بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ نے بیان فرمایا کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپؐ بالکل پاک صاف پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی زمین پر ہاتھ رکھ لیے۔[۴۱]

ابو نعیم نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے، وہ اپنی والدہ شفا سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو آپؐ کا چہرہ روشن تھا کسی کہنے والے نے کہا تجھ پر اللہ کی رحمت۔ پھر میرے سامنے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور میں نے روم کے محل دیکھ لیے۔ تھوڑی دیر میں مجھ پر تاریکی اور ہیبت کا پردہ سا پڑ گیا اور کپکپی لگ گئی اور آپؐ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے، جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ پس میں اوّل اسلام لانے والوں میں ہوئی۔[۴۲]

عمرو بن قتیبہ نے اپنے والد سے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ آسمانوں اور بہشت کے دروازے کھول دو۔ اس دن سورج کی روشنی میں زبردست اضافہ کر دیا گیا تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برکت سے تمام دنیا کی عورتوں نے لڑکے جنے۔[۴۳]

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت میں نے دیکھا کہ آپؐ کا نور چراغ کی روشنی کو ماند کر رہا تھا۔ میں نے اس رات چھ علامات کا مشاہدہ کیا۔ اوّل یہ کہ جب حضورؐ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوئے۔ دوم، سجدے سے سر اُٹھایا تو فصیح و بلیغ زبان میں لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ کہا۔ سوم میں نے گھر کو آپؐ کے چہرۂ انور کے نور سے روشن و منور دیکھا۔ چہارم، میں نے چاہا کہ آپؐ کو نہلاؤں لیکن ہاتف نے آواز دی اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت نہ دے کیونکہ ہم نے اپنے محبوبؐ کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔ پنجم، میں نے دیکھا کہ حضورؐ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔ ششم، جب میں نے چاہا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو آپ کی پشت پر میں نے مہرِ نبوت دیکھی اور آپؐ کے کندھے کے درمیان دیکھا تو وہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔[۴۴]

ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ فرشتے آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔ پروردگار نے تاجِ کرامت اور خلعتِ عظمت عنایت فرمایا۔[۴۵]

طبرانی، ابو نعیم، خطیب اور ابنِ عساکر حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا "میرے رب نے ایک عزت مجھے بخشی ہے، کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا۔[۴۶] ابنِ عساکر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے اور حضرت ابنِ عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔[۴۷]

حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو پیدائشی طور پر نبی پیدا فرمایا

تھا۔ کیونکہ معجزات نبوت کی علامت ہوتے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "انبیائے کرام میں سے کوئی نبی نہیں مگر انہیں معجزے عطا فرمائے گئے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ایمان لائیں۔" (۴۹) پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سید المرسلین اور امام الانبیاء ہیں۔ آپ کا اُمتی بننے کی خواہش انبیاء نے کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ خدائے عزّ وجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کسی کو پیدا کیا نہ ظاہر کیا، نہ باپ بنایا اور نہ خدا تعالیٰ نے بجز آپ کے کسی کی زندگی کی قسم کھائی۔ (۵۰)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کروڑوں درود اور سلام!

حواشی :

(۱) مجموعۂ قصائد ص ۲۴۰ بحوالہ سیرتِ رسولِ عربی از علامہ نور بخش توکلی ص ۲۲۔ (۲) زرقانی شریف ج ۱ ص ۴۷ (۳) اشرف علی، مولانا، نشر الطیب ص ۱۶/ انوارِ محمدیہ ص ۲۶ (۴) جلال الدین سیوطیؒ، الخصائص الکبریٰ جلد اول (مترجم راجا رشید محمود) ص ۲۰ (۵) ترمذی شریف عن ابو ہریرہؓ/ مشکوٰۃ شریف جلد سوم باب فضائل سید المرسلینؐ (یہ حدیث مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں بھی نقل کی ہے۔) (۶) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلینؐ (۷) الخصائص الکبریٰ (اردو ترجمہ) جلد اول ص ۲۰ (۸) نشر الطیب ص ۱۹ (۹) البقرہ ۲: ۱۱۸ (۱۰) الفتح ۴۸: ۸ (۱۱) الانبیاء ۲۱: ۱۰۷ (۱۲) المزمل ۷۳: ۱۵ (۱۳) مریم ۱۹: ۲۹ (۱۴) مریم ۱۹: ۳۰ (۱۵) تفسیر ابنِ کثیر جلد سوم ص ۲۹ پارہ ۱۶ (۱۶) ضیاء القرآن جلد سوم ص ۸۰ (۱۷) محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، سیرتِ المصطفیٰؐ ص ۱۴۵ (۱۸) نور الدین عبد الرحمٰن جامیؒ، شواہد النبوۃ (مترجم بشیر حسین ناظم) ص ۵۶ (۱۹) نشر الطیب ص ۱۴ (۲۰) محمد رضا شیخ مصری، محمد رسول اللہ ص ۳۲ (۲۱) شواہد النبوۃ (اردو) ص ۵۷ (۲۲) قصیدہ بُردہ (ترجمہ ڈاکٹر عبد الحق) ص ۸۵ (۲۳) ایضاً ص ۸۵ (۲۴) عنایت احمد کاکوروی، تواریخ حبیب الٰہ ص ۳ (۲۵) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ ص ۱۴ (۲۶) یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ، انوارِ محمدیہ (مترجم پروفیسر غلام ربانی) ص ۱۴ (۲۷) حق علی خاں، مولانا، سرور القلوب بذکر المحبوبؐ ص ۱۲ (۲۸) ایضاً (۲۹) الخصائص الکبریٰ (اردو) جلد اول ص ۱۰۶ (۳۰) سرور القلوب بذکر المحبوبؐ ص ۱۲ (۳۱) ولادتِ سرورِ عالمؐ از ابنِ جوزیؒ (مترجم عبد الحلیم شرر) ص ۲۷ (۳۲) محمد رضا شیخ، محمد رسول اللہ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۲۰ (۳۳) محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، سیرتِ المصطفیٰؐ ص ۱۴۷ (۳۴) سیرۃ ابنِ ہشام (اردو ترجمہ) مطبوعہ مقبول اکیڈمی ص ۸۰ (۳۵) علامہ مودودی، سیرتِ سرورِ عالمؐ ص ۹۵۔ (۳۶) الخصائص الکبریٰ جلد اول ۱۰۱، ۱۰۲ (۳۷) الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۱۰۰ (۳۸) محمد رسول اللہ (اردو) ص ۳۱ (۳۹) قصیدہ بُردہ شریف مطبوعہ تاج کمپنی (ترجمہ از محمد فیاض الدین نظامی بزاد دکن) ص ۱۶/ طفیل احمد سلامی (مؤلف) تسکین القلوب ص ۲۲ (۴۰) محمد رسول اللہ (اردو ترجمہ) ص ۳۲ (۴۱) ایضاً ص ۳۱ (۴۲) الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۹۴ (۴۳) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ ص ۴۴ (۴۴) انوارِ محمدیہ ص ۲۵ (۴۵) شواہد النبوۃ ص ۵۶، ۵۷ (۴۶) سرور القلوب بذکر المحبوبؐ ص ۱۲ (۴۷) الخصائص الکبریٰ (اردو) جلد اول ص ۱۰۴ (۴۸) ایضاً ص ۱۰۵ (۴۹) مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلینؐ فصل اول (۵۰) ابنِ جوزیؒ، ولادتِ سرورِ عالمؐ (اردو ترجمہ) ص ۳۹، ۴۰

اے زہے بخت کہ معبود کا مظہر آیا
ہم غلاموں میں دو عالم کا وہ سرور آیا
ہے گلستاں میں نسیمِ سحر آمادہ بہ رقص
زینتِ لالہ و نسرین و صنوبر آیا
آپ کی شان سوا، آپ کا رتبہ اعلیٰ
ویسے تو جو بھی نبی آیا وہ بہتر آیا

حشمت یوسفی کراچی

شہنشاہِ صاحب نشاں کی ہے آمد

زمیں پر مہِ آسماں کی ہے آمد
ضیا بخشِ کون و مکاں کی ہے آمد

ہوا سبز و شاداب مکہ کا جنگل
چمن پر بہارِ جناں کی ہے آمد

ضعیفوں سے رخصت ہوئی ہے نقاہت
نحیفوں میں تاب و تواں کی ہے آمد

غم و رنج دنیا سے رخصت ہوئے ہیں
سرور و نشاطِ جہاں کی ہے آمد

اب اسلام والوں کے جھنڈے گڑیں گے
شہنشاہِ صاحب نشاں کی ہے آمد

رسولوں نے دی جن کی نسبت بشارت
انہی رہبرِ دو جہاں کی ہے آمد

نہ ہو کیوں خوشی عید و نوروز جیسی
اس امت کے اب مہرباں کی ہے آمد

غریب آج نزولِ رحمت ہے ہر سو
محمد شہِ انس و جاں کی ہے آمد

غریب سہارنپوری

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے

کن کے انوار سجانے کے لیے آپ آئے
ذوقِ نظارہ بڑھانے کے لیے آپ آئے

آتشِ کفر بجھانے کے لیے آپ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپ آئے

عظمتِ کعبہ بڑھانے کے لیے آپ آئے
نقشِ اوہام مٹانے کے لیے آپ آئے

دولتِ درد لٹانے کے لیے آپ آئے
غم کے آداب بتانے کے لیے آپ آئے

معصیت کاروں کو، دنیا کے سیاہ کاروں کو
اپنے دامن میں چھپانے کے لیے آپ آئے

ہر ادا خالقِ کونین کی دامن میں لیے
دیدہ و دل میں سمانے کے لیے آپ آئے

عاصیو! آؤ چلیں فردِ ندامت دھونے
چشمۂ فیض بہانے کے لیے آپ آئے

اپنا پیوند قبا رحمتِ یزداں کی قسم
زخمِ عصیاں پہ لگانے کے لیے آپ آئے

وہ اشارہ جو کریں موجِ بلا چل کے ہلال
میری کشتی کو بچانے کے لیے آپ آئے

ہلال جعفری (ملتان)

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے

خوشا آں ساعت کہ عبداللہؓ کے نورِ نظر آئے
جنابِ آمنہؓ کے لعل، صد رشکِ قمر آئے
تعالیٰ اللہ عالی مرتبت والا گہر آئے
شہِ ہر دوسراؐ فرمانروائے بحر و بر آئے
خلیق و صادق القول و امین، معتبر آئے
جہاں میں بے نظیر انسان ویسے ہمہ بشر آئے
جہانِ تیرہ و تاریک میں بن کر سحر آئے
تمام انسانیت کے رہنما و راہبر آئے
دعا جس کے لیے کی تھی خلیل اللہؑ نے رب سے
بشارت جس کی دی عیسیٰؑ نے، وہ پیغمبر آئے
محمدؐ کے لیے پیدا کیا افلاک کو رب نے
پہن کر تاجِ لولاک لما خیر البشرؐ آئے
تعالیٰ اللہ یہ ہے عظمت کاشانۂ احمدؐ
یہاں روح الامینؑ بھی باادب اور باخبر آئے
کرم گستر نظر، لب پر تبسم، بات میں نرمی
سراپا رحمت و باشانِ عفو و درگزر آئے
گنہگارانِ امت کی شفاعت کے لیے بیدلؔ
محمد مصطفیٰؐ محبوبِ ربّ، خیر البشرؐ آئے

— بیدل فاروقی

حامیٔ خلقِ خدا آئے

زباں پر کیوں نہ پیہم نعرۂ صلِّ علیٰ آئے
یہ وہ دن ہے کہ عالم میں محمد مصطفیٰؐ آئے

امام المرسلیں کی شان میں جلوہ نما ہو کر
نبوت ختم ہے جن پر، وہ ختم الانبیاءؐ آئے

نسیمِ مہر و الفت آ گئی گلزارِ ہستی میں
بہارِ زندگی بن کر حبیبِ کبریا آئے

بھٹکتا دیکھ کر انساں کو راہِ ہدایت سے
بصد لطف و کرم انسانیت کے رہنما آئے

غریبوں بے نواؤں بے کسوں کی دستگیری کو
معینِ نوعِ انساں حامیٔ خلقِ خدا آئے

بہ اوصافِ کریمانہ شفیع المذنبیں ہو کر
گنہگاروں کے محسن شافعِ روزِ جزا آئے

— منظور حسین منظور

سرکار کی تشریف آوری علیہ التحیۃ والتسلیم

انسانیت کے نام پہ انسان داغ تھا ظلمت کی آندھیوں میں خودی کا چراغ تھا
تاریخ پیت جھڑوں سے محبت کا باغ تھا اوجھل نگاہِ دل سے خدا کا سراغ تھا

قحطِ خلوص عام تھا کشتِ حیات میں
سیلابِ شر کا زور تھا اس کائنات میں

پھر یوں ہوا کہ ایک ستارا چمک اٹھا تاریکیوں میں نور کا دھارا چمک اٹھا
انسانیت کا ماند نظارا چمک اٹھا طوفان سے بہا میں کنارا چمک اٹھا

تاریک زندگی کو نیا نور مل گیا
آنکھوں کو ایک جلوۂ مستور مل گیا

ہیچ در ہیچ سے لگ رہے وہی آ رہے ہیں آج سب ذرّے آفتاب بنے جا رہے ہیں آج
ہفت آسماں میں یہ بچھے جا رہے ہیں آج غنچے دلوں کے پھول بنے جا رہے ہیں آج

دنیا نے آج کل میں نیا انقلاب ہے
نورِ خدا کا پیشِ نظر آفتاب ہے

انسان کو خدا سے ملانے وہ آ گئے دل میں خدا کی شان بڑھانے وہ آ گئے
دل کی نظر سے دیکھ زمانے وہ آ گئے ہم عاصیوں کو غم سے چھڑانے وہ آ گئے

مہماں زمیں پہ آئے ہیں عرشِ عظیم کے
پیغام لے کے آئے ہیں ربِّ کریم کے

شریف تبسم (لاہور)

محبوبِ خدا آیا علیہ الصلوٰۃ والثناء

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے مجھے رنگِ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے
بشر سے کس طرح تورات کے وعدے ہوئے پورے سحر کے نام کے دن رات کے وعدے ہوئے پورے
بشارت جس کی دی تھی ابنِ مریم نے زمانے کو وہ ہستی کون تھی، کب آئی تھی محفل سجانے کو
وہ کیا ساماں تھے جب آئی تھی رحمت دو جہانوں کی بلندی مل گئی کیونکر زمیں کو آسمانوں کی

نہیں ہے تابِ سخن مجھ کو نہ ہے تحریر کا یارا میں ذرّہ ہوں، مرا موضوع خورشید جہاں آرا
کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگیں بہاروں کی
مگر وہ چاند تارے پھول سورج سب ہیں جیسے فانی جو اب موضوع ہے خورشید میرا وہ ہے لافانی

یہ خورشید ضمیر آرا ہے خورشید معانی ہے
اسی خورشید کی ذرّے کے لب پر اب کہانی ہے

عرب کی سرزمیں پر چھا رہا تھا گھپ اندھیرا تھا جہاں تک کام کرتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا
قبیلوں میں کہاں تقسیم تھی انسان کی دنیا فقط جنگ و جدل پر تھی خدا ارمان کی دنیا
بظاہر گرچہ تھے دینِ ابراہیمؑ کے پیرو یہ باطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو

یہاں جتنے بھی بیٹے تھے شجاعت کے کھلونے تھے ۔ مگر اپنے ہی گلا اس شجاعت کے نشانے تھے
یہاں مذہب کی عزت تھی نہ تھی ایمان کی عزت ۔ نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت
غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت ۔ جو نظارہ تھا اس کا، تھا وہی نظارۂ عبرت

جہاں قرآن بن کر حرفِ حق کو جگمگانا تھا
وہ خطہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا

عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم ۔ یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم
شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں ۔ بھڑک اٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں

یہ ان بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا انداز نورانی
کہ ظلمت میں اضافہ کر رہی تھی ان کی تابانی

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا ۔ وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا
تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ ۔ فلاطوں کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ

ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی
سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی

بہت چمکا زمین پر چین کی تہذیب کا تارا ۔ مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا
کبھی ہوتی رہی ہوگی یہاں تعظیم کنفوشس ۔ دلوں سے ہو چکی تھی محو اب تکریم کنفوشس

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا ۔ نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر وفعتہً سیلابِ نور آیا ۔ جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا، نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا ۔ سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلیں آیا ۔ سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمیں آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا ۔ کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خُلقِ عظیم آیا
بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا ۔ متاعِ صدق لے کر صادق الوعد امیں آیا
وہ آیا فقر و فخری رتبہ ہے جس کی رفاقت کا ۔ وہ آیا جو معلم ہے جہاں میں دینِ فطرت کا
سراپا علم بن کر صاحبِ امّ الکتاب آیا ۔ زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا
تجلی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا ۔ امام الانبیاء آیا، محمد مصطفیٰ آیا
محمد مصطفیٰ یعنی وہ محبوبِ خدا آیا ۔ دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمد مجتبیٰ آیا
نوید جانفزا پائی یتیموں نے غریبوں نے ۔ غلاموں بے سہاروں بیکسوں آفت نصیبوں نے
پیامِ زندگی بل رہا تھا زیر دستوں کو ۔ فضا تسکین کی تانی پھر رہی تھی خود پرستوں کو
دلِ دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر ۔ مسرت نعرہ زن تھی چار سو پیکِ صبا بن کر

سلام اے ظلِ سبحانی، سلام اے نورِ یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
سلام اے نازشِ و فخرِ وجودِ آدمِ فانی
سلام اے بزمِ تاریکِ جہاں میں شمعِ نورانی

پنڈت جگن ناتھ آزاد (بھارت)

ارمغانِ جمیل

سکونِ دل لیے ہوئے قرارِ جاں لیے ہوئے
وہ آئے ساتھ رحمتوں کا کارواں لیے ہوئے

وہ عروۃُ الکساں ہیں، وہ حُسن بے مثال ہیں
جمالِ لایزال کی تجلّیاں لیے ہوئے

بصد ادائے دلبری، بصد شعور و آگہی
نویدِ رحمتِ خدائے دو جہاں لیے ہوئے

کھلی کتاب لے کے آئے عالمِ شہود میں
خدائے ذوالجلال کی نشانیاں لیے ہوئے

خدا کے بعد پاک ہے، وہ ایک اُن کی ذات ہے
حریمِ قدسِ کبریا کی پاکیاں لیے ہوئے

جمیل ان کا مرتبہ ہے عظمتوں کا منتہیٰ
ہے اُن کا نام عرش کی بلندیاں لیے ہوئے

جمیل نقوی (کراچی)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میلادُالنبیؐ کا فلسفہ

تحریر: خلیل احمد نوری

خوشا وہ صبحِ سعادت افروز جس میں اُس ہستیٔ مقدس کی جلوہ نمائی ہوئی جسے خالقِ کائنات نے وجہِ تخلیقِ کائنات بیان فرمایا ہے

مبارک وہ گھڑیاں جس میں خدا اور بندوں کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو دوبارہ جوڑنے والی ذات نے اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا۔

پُرنور وہ لمحے جن میں اُس محسنِ اعظم نے جنم لیا جس کے احسان و کرم کا بار مخلوقِ خدا کے ہر فرد پر ہے۔

دل افروز وہ ساعت جس میں اُس حسنِ مجسم کی ولادت ہوئی کہ کائنات میں بکھرا ہوا ہر حسن، رعنائی اور رنگینی کا ہر پہلو، کمال و خوبی کا ہر زاویہ اس ذاتِ جامع الصفات سے خیرات مانگ کر وجود میں آیا ہے۔

ماہِ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہونے والی یہ مقدس ترین ذات جب افلاک و ارض، انسان و حیوان، جمادات و نباتات، شجر و حجر بلکہ دیکھی ان دیکھی، سُنی ان سُنی جملہ مخلوقِ خدا کی تکوین و تخلیق کا سبب ہے، اُس کی رحمت ان سب کے ارتقاء و بقاء کا باعث ہے ـــــ گمراہ بندوں کو، ضلالِ مبین میں پڑے ہوئے کمزور و ناتواں انسانوں کو رُشد و ہدایت کے عطا کرنے،

عبد کو معبود سے ملانے، نہیں نہیں، بندوں کو اُس حاکمِ مطلق کی خلافت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے اُن کی ذات وسیلہ و واسطہ ہے —— اُس ذاتِ گرامی کے کن کن احسانات کو گنا جائے، مقصدِ زندگی سے آشنا کرنے کا احسان، زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے روشناس کرانے کا احسان، جہانبانی و فرمانروائی کے ڈھنگ بتانے کا احسان، تجارت و معاشرت، معیشت و سیاست، خطابت و امامت کے سلیقے سکھانے کا احسان، فاقہ کشی و یتیمی، غربت و افلاس، تنگدستی و جفاکشی سے نبھا کرنے، غرض کہ انسانی زندگی کے تمام زیر و بم سے واقف کرانے کے لامحدود و لاعنا ہی احسانات —— اس پر طرہ یہ کہ ہر فردِ مخلوق کو حسن و رعنائی عطا کی، گلشنوں اور گلزاروں میں اپنے حُسن و نکہت کی فراوانی بخشی، لہلہاتے کھیت، اونچی اونچی پہاڑیاں، پُر نور وادیاں، بل کھاتی سڑکیں، عمودی ڈھلوانیں، اُبلتے چشمے، نرم و نازک شگوفے اور کلیاں سبھی تو اُس کے نور کی خیرات پر اِترا رہے ہیں —— تو پھر —— اُس ذاتِ معظم، نورِ مجسم رحمتِ عالم، اُس اکمل و اجمل، احسن و اکرم ذاتِ والاصفات کی جلوہ آرائی پر، ظہورِ قدسی پر جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے، جتنا بھی اُس کی یاد میں رطب اللساں ہوا جائے تھوڑا ہے، جس قدر اُن کی عظمت و برتری کے خطبے پڑھے جائیں، قلیل ہیں۔ اُس ذاتِ بابرکات، محبوبِ خدا و جانِ جہاں کی کرم نوازیوں کی وسعت اور بخششوں کی سنہات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر پوری کائنات اپنے تمام تر ذرائع و وسائل کو بروئے لاکر ابتدائے آفرینش سے دمِ آخریں تک بھی تذکارِ رسول میں محو رہے تو بھی رسولِ صادق کے احسانات کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا —— تذکارِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) —— بس ادنیٰ سی کوشش ہے اظہارِ تشکر کی —— محافلِ میلاد کا انعقاد ایک اقدام ہے

اُن کی کرم فرمائیوں پر اظہارِ امتنان کا —— میلاد النبی کی عید ایک اہتمام ہے اپنے آقا و مولا کے حضور میں مدح و ثنا سے دل لبھانے کا، مشامِ جاں کو معطر کرنے کا، صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پیش کرنے کا اور حقِ اُمتی ادا کرنے کا۔

———— ❁ ————

قرآنِ مجید سے قبل کے آسمانی صحائف اور الہامی کتب کا مطالعہ کیا جائے نیز انبیاء سابقین کی سیرت پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اِس عظیم رسول کا تذکرہ ان کتابوں کے صفحات میں بھی مندرج تھا اور انبیاء و رسل کے تبلیغ و ارشاد کا بھی نقطۂ آغاز تھا —— حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِن کے لیے دعا کی، جلیل القدر پیغمبر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو مژدۂ جانفزا سنایا کہ وہ فاران کے پہاڑ سے طلوع ہوں گے، حضرت داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے، آپ کے فرزندِ ارجمند صاحبِ فضیلت پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "وہ ٹھیک محمد ہیں، وہ میرے محبوب ہیں، میری جان ہیں" پھر ان کے جانشین یسعیاہ علیہ السلام نے واضح کیا کہ سلع (مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ) کے باشندے اُن کی آمد پر گیت گائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں فارقلیط کے نام سے یاد کیا، جس کا معنیٰ احمد ہے

اولوالعزم اور صاحبِ درجات و مراتب رسولوں کا یہ کام اُن کے مقصدِ بعثت کا حصہ تھا، جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مہتمم اعلیٰ و منتظمِ حقیقی جل و علیٰ نے محبوب کی آمد سے قبل بھی سو لبسو اور لحہ بہ لحہ میلاد و بعثت کے نغموں کا بندوبست فرما دیا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سلسلے کو ابد الآباد تک جاری و ساری رکھنا مطلوبِ خداوندی نہ ہو —— انبیاء کا مقصدِ بعثت بھی اشاعت

فضائلِ مصطفوی تھا، اور تخلیقِ انسانیت کا مقصد بھی اشاعتِ خصائلِ محمدی ہے
جب انبیاء پہ تذکارِ میلاد و بعثتِ نبوی واجب اور لازم تھا تو اُمتِ مصطفوی پر
یہ کیوں واجب نہیں ؟ سلسلۂ نبوت کے ذریعے سے خاتم النبیین کو متعارف کرانا
مقصودِ الٰہی ہے تو تذکارِ رسول سے کائنات کے ہر گوشے کو معمور کرنا بھی عین منشاء
خداوندی ہے ــــــ اور اسی کا نام میلاد النبی ہے۔

قرآنِ حکیم میں صالحین خصوصاً انبیاء و رسل کا بار بار تذکرہ ہے اور ان کے
تذکرے کا حکم بھی دیا ہے۔ دسیوں مرتبہ اُذْکُرْ کے لفظ میں یہ امر ربی موجود
ہے۔ کہیں ایوب و ادریس کے ذکر کا حکم ہے، کہیں ابراہیم و اسماعیل کا، کہیں
اسحاق و یعقوب کا، کہیں داؤد و سلیمان کا، کہیں آدم و نوح کا، کہیں موسیٰ و
عیسیٰ کا اور کہیں زکریا و یحییٰ کا۔ سلام اللہ علیہم۔

جب ان انبیاء کا ذکرِ خیر باعثِ حضرات ہے تو وہ رسولِ معظم و محتشم جو امام الانبیاء
والمرسلین کے منصبِ جلیلہ و عظیمہ پر فائز ہیں اُن کا ذکرِ مبارک کیوں باعثِ
فلاح دارین نہیں۔ جب یحییٰ و زکریا اور عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام کی ولادت کے
تذکرے قرآن نے اس لیے اپنے سینے میں محفوظ کیے ہیں کہ یوم النشور تک
انہیں دہرایا جاتا رہے تو پھر رسولِ اقدس کی ولادت و بعثت کے واقعات کا
سننا اور سنانا بھی روشِ قرآنی کے عین مطابق ہے ــــــ یہی جشنِ میلاد النبی ہے۔

روزِ اول سے شرارِ بولہبی عشقِ مصطفوی سے ستیزہ کار رہا ہے۔ اہلِ باطل
کی اُن ناپاک تحریکوں سے اوراقِ تاریخ سیاہ دکھائی دیتے ہیں جن کے
ذریعے سے عشقِ مصطفوی کو اُمتِ مسلمہ کے قلوب سے مٹانے کی مذموم مساعی

کی جاتی رہی ہیں۔ بولہبیت یہ سمجھتی رہی ہے کہ یہی متاعِ گراں بہا اس اُمت کے
وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ سرزمینِ ہند میں عیسائی مشنریوں نے ایڑی چوٹی
کا زور لگایا اور آریہ سماجی کمر باندھ کر میدان میں کود پڑے، مناظرے کیے اور کتب و
رسائل کے ذریعے ذاتِ گرامی پر رقیق حملے کیے۔ آج بھی دشمنانِ اسلام کسی نہ کسی
روپ میں پنہاں و عیاں عشقِ مصطفوی کے جذبات کو سرد کرنے یا پھر کسی حد تک
کم کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں ــــــ تو کیا ہم چپ سادھ لیں اور بولہبیت کو
پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرتے رہیں یا پھر اپنے نبی کی سیرت و صورت کو،
شمائلِ مصطفوی کو، آپ کے خدوخال کو اور عظمت و فضیلت کو خوب خوب
بیان کریں تاکہ محبتِ مصطفوی کا جذبہ پروان چڑھے ؟ ــــــ کوئی بھی غیرت مند
کلمہ گو صورتِ اوّل کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا ــــــ بس پھر ــــــ تذکارِ
میلاد النبی بہت بڑا ذریعہ ہے افرادِ اُمت کو عشقِ مصطفوی سے لبریز کرنے کا،
شیفتگی و وارفتگی سے دلوں کو معمور کرنے کا، محبوبِ دو عالم کے سراپا میں
کھو جانے کا، ــــــ جب ذکرِ مصطفےٰ کی محفل سجی ہو، قمقموں اور آرائشی جھنڈیوں
سے گرد و پیش منور ہو، لوبان و اگربتی کی خوشبوؤں سے ماحول معطر ہو جائے،
خوش گلو نعت خواں کی زبان پہ اُس حسنِ مجسم کا تذکرہ ہو اور واقعاتِ ولادت و
بعثت کے حسین زمانے کا تذکرہ ہو، کبھی آپ کی زلفِ معنبر کا ذکر چھڑے، کبھی
والضحیٰ و یٰسین چہرے کی بات ہو، کبھی صاحبِ مزمل کی ردا کا، کبھی آپ کے
قد و قامت کا، کبھی چال ڈھال کا اور کبھی گفتار و رفتار اور کردار کا ذکرِ خیر
نوکِ زبان پہ ہو ــــــ تو ایسے میں محبوب و مطلوبِ مقدس کی یاد میں ڈوب
جانا ایک فطری امر ہے، والہانہ عشق اور جاودانی محبت کے جذبوں کا اُجاگر
ہونا ایک قدرتی بات ہے ــــــ یہ ایک ایسا مقصد ہے جس سے اُمت کی حیات

وابستہ ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جس قدر مال و دولت کو صرف کر لیا، اسراف نہیں۔ بلکہ حقیقت کے مطابق اور منشا برحق ٹھہرتا ہے۔

ماہ ربیع الاول حریت انسانی کا مہینہ ہے، ولادتِ محمدی کا دن اصل میں انسانوں کی آزادی کا دن ہے — قوانینِ باطلہ سے آزادی کا دن، طاغوتی قوتوں سے آزادی کا دن، اوہام و خرافات سے آزادی کا دن، جھوٹے خداؤں سے آزادی کا دن، مادیت کی زنجیروں سے آزادی کا دن، — غلامی کو موت ملی، محکوموں اور زیردستوں کو رہائی ملی، بے بسوں اور بے کسوں کو آقائی کا مژدۂ جانفزا ملا، کلمۂ حق کو ظلم و فساد اور طغیان و ضلالت سے نوید میسر آئی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ اسی جانب اشارہ کرتی ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ — جو قوم اپنے یومِ آزادی کو بھول جائے وہ آہستہ آہستہ غلامی کے آہنی شکنجوں میں پھر کس دی جاتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ میں عید میلاد النبی کے اجراء کا یہی فلسفہ ہے تاکہ یومِ حریت نظروں میں رہے اور حق کا علم ہمیشہ سربلند رہے۔

محققین نے عید میلاد النبی کی فلاسفی پر کافی اشارات کیے ہیں چند کا ذکر درج ذیل ہے:

- ولادتِ محمدی پر فرحت و انبساط کا اظہار دنیاوی کلفتوں سے آزادی اور عذابِ اخروی سے نجات کا موجب ہے۔ ابولہب نے لونڈی آزاد کرکے عذابِ قبر سے تخفیف پائی۔
- ذکرِ میلادؐ انسانیت کو طبقاتی، گروہی، علاقائی، نسلی اور لسانی تفاوت سے آزادی عطا کر کے یکجہتی و اتحاد عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ان سب اختلافات کے باوجود ذکرِ رسول سب میں قدرِ مشترک ہے۔
- ولادت و سیرت کے واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پنپتا ہے، اُسوۂ رسول پر عمل پیرا ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔
- صلوٰۃ و سلام کی افزائی و فراوانی عین مطلوبِ حق ہے، نصِ قرآنی اس پر گواہ ہے۔ میلاد کی محافل اس سنتِ اللہ پر آمادگی کا باعث بنتی ہیں۔
- سیرتِ نبوی کے واقعات اور کشمکشِ حق و باطل میں حضورؐ کی استقامت کا تذکرہ دینِ اسلام کی سربلندی، نظر و فکر میں پختگی اور عقیدے میں استقلال کا باعث بنتا ہے۔ حقائق آشکار ہوتے ہیں اور تذبذب و تشکک کے اثرات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔
- جس طرح خدا کی اُلوہیت وحدہٗ لاشریک ہے یونہی انسانِ کامل کی انسانیت، کبریٰ اور کاملیت بھی وحدہٗ لاشریک ہے جس طرح توحید کو آشکار کرنا لازمی امر ہے ایسے ہی عبدِ کامل کی عبودیت کا ایسا بیان ضروری ہے جو عبودیت کی ابتدائی ساعت سے آخری ساعت تک محیط ہو۔ میلاد النبی کے تذکار انہی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔
- ملتِ اسلامیہ کا یہ فعل اللہ کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کا مظہر ہے۔ کیونکہ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ کے ساتھ تاریخی ایام کی یادداشت لابدی ہے تاریخِ انسانیت میں اس سے بڑا یوم کوئی اور نہیں ہو سکتا۔
- اللہ کے حکم کی اتباع یوں بھی ہے کہ تحدیثِ نعمت اور بیانِ فضل و رحمتِ خداوندی واجب ہے۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے وجودِ باجود سے بڑھ کر کوئی نعمت ہے اور نہ کوئی فضل و رحمت۔
- محافلِ میلاد کے ذریعے غرباء و فقراء اور مساکین کی دلجوئی بحال ہوتی ہے۔

● ——— اہلِ ایمان کے یہ چھوٹے بڑے اجتماع معاشرتی روابط کو استوار کرتے ہیں محبت و اخوت اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔

میلاد النبی باعثِ ثواب، مستحب و مستحسن اور امرِ مباح ہے۔ یہ قول بے بنیاد، لغو اور باطل ہے کہ جو کام صدرِ اول میں نہ ہوا وہ بدعت و ضلالت ہے۔ اس طرح تو ہزاروں مفید اشیاء و امور کو حرام قرار دینا پڑے گا۔ جو امر شرعی اصولوں سے نہ ٹکرائے اس کے جواز میں کوئی بات مانع نہیں ہو سکتی۔ یاد رہے کہ صدرِ اول کے مسلمانوں کا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ پڑھ دینا ہی تذکارِ رسول کے لیے کافی ہو جاتا تھا اس پر سوا یہ کہ انہوں نے آنحضرت کی ایک ایک ادا کو محفوظ اور منتقل کیا۔ اب تذکارِ رسول یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ایک ایک ادا کی اشاعت کی جائے اور کسی پہلو سے صرفِ نظر کا رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ کے اوصافِ جمیلہ کا کتمان تو بنی اسرائیل کا کام ہے جس کو [illegible] تلاش کی جا سکتی ہیں۔ امتِ محمدیہ کے جید اور مسلّم علماء و اکابر نے نہ صرف سیرتِ طیبہ پر کتب تصنیف کیں بلکہ خاص اور الگ طور پر میلاد کے واقعات کو بھی قلمبند کیا جن میں حافظ محمد بن ابوبکر شافعی (م ۸۴۲ھ)، حافظ عبدالرحیم بن الحسین مصری (م ۸۰۶ھ)، امام کبیر المعروف ابوالفضل زین الدین، حافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ)، امام ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)، امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (م ۷۷۴ھ)، امام ابن کثیر، حافظ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی (م ۹۴۴ھ) کے علاوہ قاضی عیاض، علامہ یوسف نبہانی، مولانا جلال الدین وغیرہم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں بیشتر کی میلاد النبی پر مستقل کتب موجود ہیں ——— یہ شہادت ہے اس بات کی کہ میلاد النبی گذشتہ صدی سے رواج پذیر نہیں ہوئی بلکہ صدرِ اول کے قریب سے ہی حصولِ برکات کا ذریعہ بنی رہی ہے

وہ آتے ہیں

جہاں میں شور ہے ہر سو، وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں
جو آکر دین کا ڈنکا بجاتے ہیں، وہ آتے ہیں
چراغاں کیا کریں گے آ کے تارے ان کی محفل میں
یہ تارے روشنی خود جن سے پاتے ہیں، وہ آتے ہیں
ثنا کرتی ہے دونو وقت نعمت جن کی عالم میں
جو دو دو دن میں صرف اک ٹھ فقے کھاتے ہیں، وہ آتے ہیں
جسے چاہیں اُسے کون و مکاں کی سلطنت دے دیں
جو خود پتے کھجوروں کے بچھاتے ہیں، وہ آتے ہیں
خدائی بھر میں کوئی چیز جو اپنی نہیں کہتے
جنہیں دونو جہاں اپنا بتاتے ہیں، وہ آتے ہیں
ہمیشہ یاد رہتی ہے جنہیں ہر ایک کی نیکی
بھلائی کر کے جو خود بھول جاتے ہیں، وہ آتے ہیں
لحد میں، پُل پہ، میزانِ عمل پہ، بزمِ محشر میں
جو ہر مشکل میں سب کے کام آتے ہیں، وہ آتے ہیں
منوّر ایسی کیا بگڑی ہے تیری بن ہی جائے گی
جو ہر بگڑی ہوئی قسمت بناتے ہیں، وہ آتے ہیں

منشی رب العلیٰ

جب وہ چاند نہ اُبھرا تھا

جب وہ چاند نہ اُبھرا تھا
کتنا گھور اندھیرا تھا

پورن ماشی کا چندا
پہلی رات کا لگتا تھا

صبح کے چڑھتے سورج پر
شام کا دھوکا ہوتا تھا

راہیں کتنی ویراں تھیں
جیون کتنا سُونا تھا

آنکھیں جاگتی رہتی تھیں
پر دل سویا سویا تھا

دریا طوفاں طوفاں تھے
ساحل دریا دریا تھا

پنچھی گاتے تھے لیکن،
شاخوں پر سناٹا تھا

رم جھم برکھا ہوتی تھی
پھر بھی انساں پیاسا تھا

سید سلیم گیلانی (اسلام آباد)

مُبارک ہو

تھا یہی مدعائے ربِ جلیل   آج پوری ہوئی دعائے خلیلؑ
ہوئی روشن وہ نور کی قندیل   کہتے آئے ہیں عرش سے جبریلؑ
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

آئی باغِ بہشت کی خوشبو   آبِ تسنیم سے بھرے ہیں سبو
کرکے کوثر پہ قدسیوں نے وضو   مژدۂ جاں فزا دیا ہر سُو
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

چشمِ آدم نے پائی بینائی   بڑھ گئی ہے زمیں کی رعنائی
عرش نے جھک کے کی پذیرائی   خاکِ بطحا سے یہ ندا آئی
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

جاگ اُٹھے گا آدمی کا ضمیر   آج روشن ہوا سراجِ منیر
نوعِ انساں کی بڑھ گئی توقیر   ہنس کے کہتی ہے صبح کی تنویر
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

وحیدہ نسیم (کراچی)

شافعِ محشر آیا علیہ الصلوٰۃ والسلام

بارک اللہ ہے کیا شانِ ربیع الاوّل   ہیں شگفتہ گُلِ بُستانِ ربیع الاوّل
کیوں نہ ہو جاؤں میں قربانِ ربیع الاوّل   ہر کہ و مہ ہے ثنا خوانِ ربیع الاوّل

ارض سے تابہ فلک نُور سے معمور ہے آج
ہر ملک جن و بشر شاد ہے مسرور ہے آج

دھوم ہے گلشنِ اسلام میں آئی ہے بہار   غیرتِ خُلدِ بریں بن گیا صحنِ گُل زار
نوعروسانِ چمن پہ ہے قیامت کا نکھار   قمریاں نغمہ سرا ہیں تو غزل خواں ہیں ہزار

شور ہے ماہِ عرب ، مہرِ عجم آتا ہے
لو مبارک ہو ، شہنشاہِ اُمم آتا ہے

آج ہے عطر فشاں پھولوں سے دامانِ صبا   آج ہیں باغ میں مرغانِ چمن نغمہ سرا
آج ہر سمت ہے چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا   آج ہے پھیلی ہوئی مہرِ نبوت کی ضیا

روشنی وہ ہے کہ خورشید بھی شرمندہ ہے
زر فشاں خاک کا ہر ذرّہ تابندہ ہے

آگیا کفر و ضلالت کا مٹانے والا   آگیا کلمۂ توحید پڑھانے والا
آگیا راہ ہدایت کی دکھانے والا   آگیا کشتیٔ اُمّت کا بچانے والا

آیتِ رحمتِ حق ، ہادی و رہبر آیا
مظہرِ نورِ خدا ، شافعِ محشر آیا

—— حافظ محمد یعقوب اوچ گیلانی

عیدِ جاوید

سید بشیر الدین احمد نقوی الحسینی

"باغبانِ حقیقی نے جس کی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ شاملہ گلزارِ عالم کو ہر سال موسمِ بہار کی آمد سے آراستہ کر لیتی ہے، حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو کمال صناعی سے ابوالبشر بنایا اور ان کی ذریات میں حضرت محمد ابن عبد اللہ کو اختصاصِ نبوت و رسالت بخش کر ابوالارواح کا تمغۂ عنایت فرمایا۔ حضرت آدمؑ کے ابوالبشر ہونے میں کسی فرد بشر کی رائے دھوکا نہیں کھا سکتی، کیونکہ وہ یقیناً جانتا ہے کہ سلسلِ تولید کے لیے سب سے پہلے اور سب سے مقدم ایک ہی آدم کی ضرورت ہے۔ اب رہی شقِ ثانی یعنی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ابوالارواح ماننے کے لیے ہمارے پاس صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ روایاتِ متواترہ و کتبِ کثیرہ ہیں جب دنیا کی تاریخیں اور کتابیں ہم کو ماویات کی ماہیت و حقیقت کا سبق دے کر اطمینان کے دروازے پر پہنچا دیتی ہیں تو اس اعتقاد کو جس کا روحانیات سے تعلقِ خاص ہے راسخ کرنے کے لیے بھی یہی ذریعہ ہمارے واسطے مشعلِ راہ اور بہترین رہنما بن سکتا ہے، روح کی لطافت میں کسی کو کلام نہیں، کیونکہ اس کو اپنی خوبی کی وجہ سے جسد خاکی و ظلمانی پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ جب دستِ قدرت نے اپنی مخلوقاتِ انسانی میں صرف اور صرف ایک ہی آدم کو ابوالبشر ٹھہرا کر اپنا خلیفہ فی الارض معین کر لیا، تو اسی طرح کسی ایک ہی مقدس ہستی کو ابوالارواح بنا کر اپنا محبوب و مطلوب بنا لینا بالکل قرینِ حکمت ہے۔ اسلام نے عقلاً و نقلاً اسی نوعِ بشر میں ایک ایسی ذاتِ مقدس کو منتخب کر لیا ہے جس کے سوا خالقِ روح و صانعِ جسد کے علم و ارادہ میں کوئی ہستی

ابوالارواح ہونے کی اہمیت نہیں رکھتی تھی اور یہ عطیۂ اہلیت و قابلیت بھی اس کے لطفِ عمیم و فضلِ عظیم کا کرشمہ تھا۔ اس کا ظہور خدا کے بعد اور تمام مخلوق خدا سے قبل اور اوّل ہونا ضروری ہے۔ یہ ذاتِ مقدس ہمارے آقائے نامدار، محبوبِ کردگار، مظہرِ آدم، سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ کا فرمان عظمت نشان کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں نبی ہو چکا تھا حالانکہ آدمؑ اس وقت پانی اور کیچڑ میں تھے)۔ سبحان اللہ، یہ کلام آپ کے ابوالارواح ہونے پر کیسی دلیلِ اعظم اور برہانِ محکم ہے۔ ہر بانیٔ مذہب کے حالات، خوارق و معجزات اس کے پیروؤں نے تحریر کیے ہیں اور فی زمانہ موجود ہیں لیکن ہمارے حضورؐ کے متعلق ان کا اتنا کثیر ذخیرہ موجود ہے کہ کل انبیاء کے متفرق معجزے کا وفور آپ کے واحد مجموعۂ معجزات کے آگے قلیل الحجم نظر آتا ہے۔ بقول کسے:

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عالمِ ملکوت، عالمِ علوی، عالمِ سفلی، عالمِ عناصر، عالمِ موالید وغیرہم کل افرادِ عوالم کی شہادتیں بجز شانِ آنحضرتؐ کسی کی شان میں صادر و ظاہر نہیں ہوئیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ فضلِ الٰہی ہے جس کو چاہے اللہ عنایت فرمائے)۔ جس رسولِ مکرمؐ کی تعلیم و تعظیم کو روح الامین حضرت جبرئیلؑ نے اپنے لیے ذریعۂ حصولِ سعادت سمجھا اور امانتِ قرآن مجید کی آپ کے سپرد فرمائی، اس کا رفیع القدر و عظیم الشان ہونا کس قدر واضح و روشن ہے۔ جس نبیٔ معظم کے کاشانے میں بلا اجازت داخل ہونے کو، قابضِ ارواح حضرت عزرائیلؑ بے ادبی سمجھتے تھے، اس کا مرتبہ کتنا بلند و برتر ہے۔ آسمان نے کس ذوق و شوق سے چترِ سحاب لے کر فرقِ مبارک کی حفاظت کی ہے۔ ماہِ کامل نے آپ کی فرمانبرداری کا اپنی سینہ چاکی سے کیسا ثبوت دیا ہے۔ عناصر کو دیکھو کہ کسی وقت سرکارِ دولتمدار کی حضوری سے روگردانی نہیں کی۔ آبِ رواں نے انگشت ہائے مبارک سے رحمت

چشمے بہائے۔ بادِ نسیم نے رہگذرِ نبوی کو عرقِ معطر کی نکہت سے کوچۂ عطار و رشکِ تاتار بنا دیا۔ سنگریزوں نے آپ کی رسالت پر گواہی دی۔ درختوں نے مجرے سلام ادا کیے۔ اونٹوں نے جاں نثاری کے لیے گردنِ تسلیم خم کر دی۔ آہوؤں نے کلمہ پڑھ کر آپ سے امان و راحت کا سوال کیا۔ مطبوخ گوشت نے زہر آمیزی کا راز فاش کر کے جانِ جہان و جہانیاں کی سلامتی چاہی۔ الغرض، ان تمام واقعاتِ محققہ سے ظاہر ہے کہ حضرت آدمؑ جو جدِ بنی نوعِ آدم ہیں، ایسے خلفِ ارشد و اشرف پر کیونکر اور کیا کیا فخر و ناز نہ کرتے ہوں گے۔

پس ایسے رسولِ برحق و نبیٔ محقق کی حلقہ بگوشی و اطاعت کا طریق ہر مومن و مسلم کے زیبِ گلو کیونکر نہ ہوا اور آپ کے ظہورِ پُرانوار یا ولادتِ اطہر پر بے انتہا خوشی منانا موجبِ سعادتِ دارین و فلاحِ کونین کیونکر نہ سمجھا جائے۔ حضورؐ کی ولادتِ باسعادت کی تاریخِ مسعود ہر سال دنیا میں دورہ کر کے غلامانِ جاں نثار کے قلوب کو تازگی و نضارت بخشتی ہے۔ یہ شرف و اکرام قمری مہینوں میں فقط ماہِ ربیع الاوّل کو حاصل ہوا ہے۔ مؤرخانِ نامور نے روایاتِ صحیحہ سے روزِ دوشنبہ دوازدہم ربیع الاوّل کو ولادتِ شریف کا روز متفقاً معین کیا ہے۔ عالمِ اسلام میں یہ بابرکت روز خصوصاً طلوعِ صبحِ صادق کی ساعت ایسا مسعود و محمود وقت ہے جس کی روشنی نے تمام ظلمانی دنیا کی کایا پلٹ دی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

آج خدائے قدوس اپنی توحید و جبروت کا غلغلہ فرش سے عرش تک بلند کر رہا ہے۔ رعبِ رسالتِ محمدیؐ سے قصرِ کسریٰ کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ رحمت کے چشمے رواں ہو کر ایک عالم کو سیراب کر رہے ہیں۔ یہاں تک تو روایاتِ ظاہرہ و باہرہ سے ظہورِ آفتابِ رسالت و ماہتابِ نبوت کی اطلاعِ عام مل چکی ہے۔ اب اے میری پیاری روح! تو بھی دیدۂ مشتاق کھول کر آگے بڑھ، صبحِ سعادت نمودار ہوئی، نورِ سعادت جلوہ گر ہوا، جس قدر اور جہاں تک ممکن ہو دامنِ نظارہ بچھا۔ کیا میرے گوشِ سراپا ہوش نے اس منادیٔ مجسم شادی کا حال آدھی رات سے نہیں

سنا تھا کہ چمنستانِ عالم کے صحن میں جاروبِ طرب سے خس وخاشاکِ رنج و کلفت پھینک دیا جا رہا ہے۔ امواجِ نسیم کی پریشاں زلفوں میں بوئے عنبریں کے حلقے پڑ چکے ہیں۔ ابرِ بہار کے سقّے مشکیزۂ رحمت سے گلابِ عشرت چھڑک کر چمن کی کیاریوں کو معطر بنا چکے ہیں، اشجارِ بادیٔ رحلوس تازہ بہار سے اپنا لباس بدل چکے ہیں۔ انجمانِ نورافشاں اپنی جگہ دامن پھیلائے منتظرِ انعام ہیں۔ اوراقِ پریشاں کشادہ ظرفی سے اطباقِ سبز لیے طالبِ اکرام ہیں۔ نافۂ چمن گیتی کی طرف نظر دوڑا کر مکۂ مدینہ نگینہ کی طرح چمک رہا ہے، درمیانی نشست پر شہ نشین ہے شہ نشین پر وہی مکین مقدس ذات ابوالارواح ذریعہ افراجِ خواجۂ ہر دو سرا ممدوحِ سبحان الذی اسریٰ، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واولادہٖ واتباعہٖ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا ——— جس کی توصیف میں زبانِ قلم قاصر ہے۔

انوارِ خدا تا ارضِ حرم گردوں سے سمٹ کر آتے ہیں
جلووں کی ہے بارش عالم میں کونین کے سرور آتے ہیں

ہے عیدِ ولادت عالم میں، پردے سے وہ باہر آتے ہیں
فردوس نکہت رحمت کے طبق قدسی لیے سر پر آتے ہیں

کونین کی قسمت چمکے گی، عالم میں اجالا پھیلے گا
کہتے ہیں عرب کا چاند جنہیں وہ گھر منوّر آتے ہیں

اعزاز و وقارِ شاہانہ، کملی کا ہے جن کی دیوانہ
وہ تاجِ شفاعت سر پہ رکھے، اوڑھے ہوئے چادر آتے ہیں

ہے ماہِ ربیع الاوّل کا یہ فیض عیاں ظلمت میں ضیا
انوارِ شبِ میلاد نظر اس چاند میں اکثر آتے ہیں

علامہ ضیاء القادری

شعرائے کرام

جن کی میلادیہ نظمیں شامل کتاب ہیں

آذر جالندھری	پنڈت جگن ناتھ آزاد	محمد حسین آسی	[illegible]
ادیب سیمابی	ارمان اکبرآبادی	اسیر بدایونی	[illegible]
امیر مینائی	انور جمال	انور فیروزپوری	[illegible]
بدر ساگری	حسن الدین بزمی	بیان یزدانی میرٹھی	[illegible]
بیدل فاروقی	حفیظ تائب	جمیل قادری	[illegible]
جوش ملیح آبادی	جوہر چاندوری	حافظ جمیل بیہقی	[illegible]
حامد حسن قادری	حسن رضا بریلوی	حشمت یوسفی	حفیظ جالندھری
کالیداس گپتا رضا	رعنا اکبرآبادی	ریاض حسین چودھری	[illegible] ساجد
سید سلیم گیلانی	اقبال سہیل	شاد عظیم آبادی	نوبت رائے شوق
شہاب امروہوی	غلام امام شہید	شریف شیوہ	صبا متھراوی
ضیاء القادری	جعفر طاہر	ظفر علی خاں	ظہیر فتحپوری
عزیز حاصلپوری	فاضل کرنالی	غریب سہارنپوری	فرحت اللہ بیگ
فیضی جالندھری	کیف ٹونکی	محسن کاکوروی	راجا رشید محمود
منظور الحق مخدوم	حافظ مظہر الدین	وحید الدین مفتون	ممتاز گنگوہی
منظر غازی آبادی	منظور حسین منظور	منور بدایونی	منور ہاشمی
حنیف نازش	نازش حیدری	ناصر زیدی	اصغر نثار قریشی
نجم آفندی	وحیدہ نسیم	نسیم امروہوی	ہلال جعفری

یزدانی جالندھری

مضمون نگار حضرات

خواجہ حسن نظامیؒ	صاحب طرز انشا پرداز، صحافی اور ادیب
قاضی عبدالنبی کوکبؔ	مشہور عالم دین، محقق، ادیب اور شاعر
علامہ ضیاء القادری بدایونی	بہت بڑے نعت گو، بہت سی کتابوں کے مصنف، "شاعرِ اسلام"
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری	مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ۔ بصیر پور (ضلع اوکاڑہ)
مرزا سلطان احمد	میرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے جو میرزائی نہیں تھے
بشیر الدین احمد نقوی	بمبئی کے معروف عالم دین۔ ماہنامہ "تصوف" کے قلمی معاون
محمد خاں	ماہنامہ "طریقت" لاہور کے قلمی معاون
ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی	بہت سی عربی کتابوں کے مصنف
نعیم صدیقی	"محسنِ انسانیت" کے مصنف "سیارہ" کے ایڈیٹر۔
	"نور کی ندیاں رواں" کے نعت گو
محمد اقبال جاوید	پروفیسر، گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ
محمد طفیل ضیغم	اسسٹنٹ ڈائرکٹر پی ٹی اینڈ ٹی آڈٹ۔ لاہور
سید محمد سلطان شاہ	ایم اے علوم اسلامیہ (ماہنامہ "نعت" کے قلمی معاون)
حافظ خلیل احمد نوری	بی اے خطیب جامع مسجد وارث کالونی۔
	خوشنویس ماہنامہ "نعت" لاہور
راجا رشید محمود	ایڈیٹر ماہنامہ "نعت"، بیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف
شہناز کوثر	اسسٹنٹ ایڈیٹر "نعت" (بنت راجا رشید محمود)